مسلم نشأۃ ثانیہ

اساس اور لائحہ عمل

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

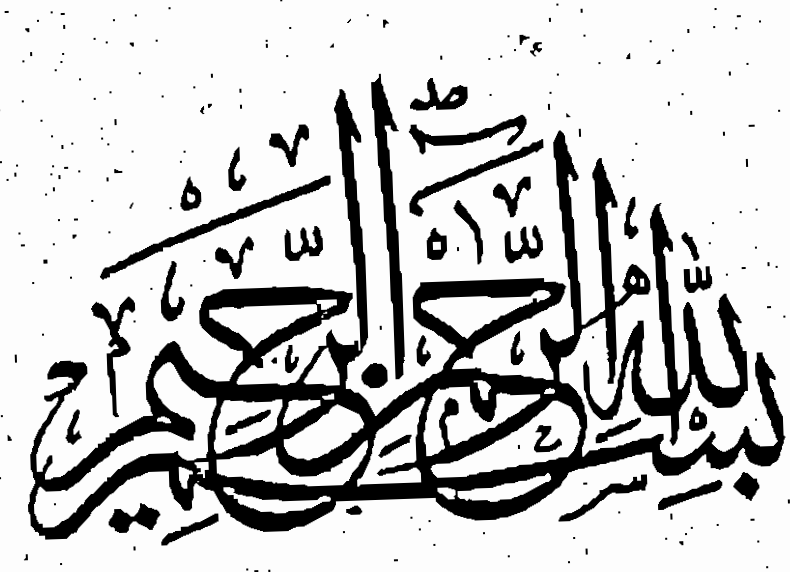
بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.kitabosunnat.com

مسلم شاہ شائیہ

اساس اور لائحہ عمل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُسلم نشاۃِ ثانیہ

اَساس اور لائحہ عمل

اس سوال کا جواب کہ نیو اور جیو ورلڈ آرڈر کی موجودگی
میں عالم اسلام اور ملت اسلامیہ موجودہ ذلت اور پستی سے نکل
کر ترقی و عروج سے کیسے ہم کنار ہو سکتی ہے

ڈاکٹر محمد امین

دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ادارہ مطبوعات طلبہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مسلم نشاۃ ثانیہ۔اساس اور لائحہ عمل
مصنف	:	ڈاکٹر محمد امین (ایم اے، پی ایچ ڈی)
ناشر	:	عابد حسین (مہتمم ادارہ مطبوعات طلبہ)
اہتمام	:	ادارہ مطبوعات طلبہ
مطبع	:	قاسم پرنٹرز
تاریخ اشاعت	:	جولائی 2011ء
قیمت	:	275 روپے

ISBN 969-8773-25-8

ادارہ مطبوعات طلبہ

1۔اے ذیلدار پارک اچھرہ

لاہور فون 042-37553991

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

(آل عمران ۱۳۹)

ہمت ہارو اور غم نہ کرو تمہی غالب رہو گے اگر تم سچے مومن بن جاؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

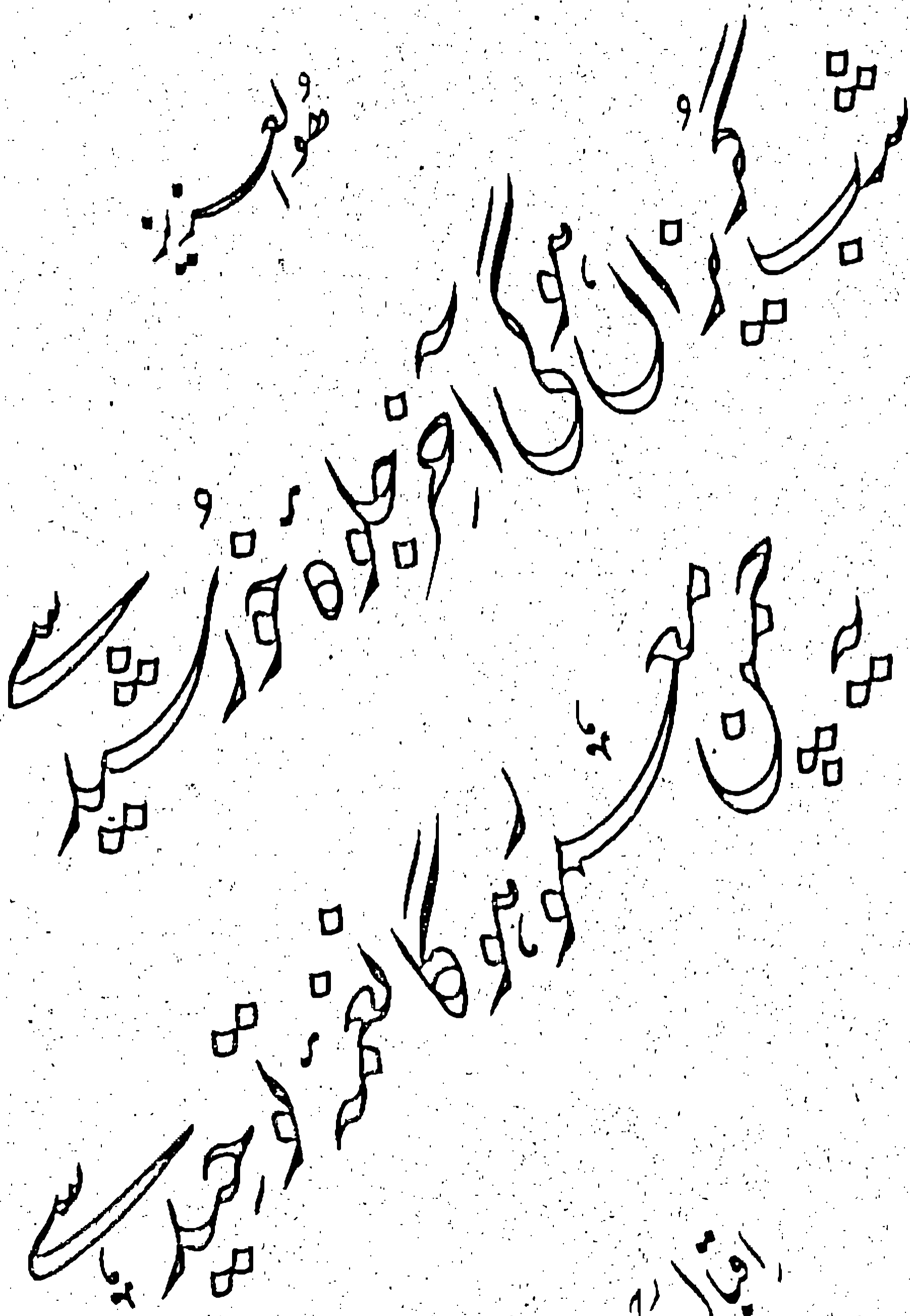

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم نشأۃ ثانیہ

ایک خواب.....ایک حقیقت

مسلم امہ اس وقت جتنی کمزور، خوار وزبوں، طاقتور دشمنوں کا ہدف اور ترقی و عروج کے عوامل سے تہی دست ہے، اس میں مسلم نشأۃ ثانیہ کی بات کرنا بلاشبہ ایک دیوانے کا خواب معلوم ہوتا ہے لیکن سطحی نظر سے چیزوں کو دیکھنے کی بجائے اگر ذرا گہری نظر سے حالات کا مطالعہ کریں اور بعض پس پردہ عوامل کو بھی ذہن میں رکھیں تو مسلمانوں کے سنبھلنے اور غلبے کے امکانات بھی خاصے موجود ہیں۔ اگر نظر صرف حالات کے منفی پہلوؤں پر رہے تو آدمی مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور اچھے امکانات، اگر کوئی ہوں بھی تو نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خواہ مخواہ کی خوش فہمی، خوش خیالی اور جاگتے میں خواب دیکھنا بھی صحیح نہیں ہے لیکن انسانی نفسیات یہ ہے کہ مایوسی (خواہ اس کے عوامل حقیقی ہی کیوں نہ ہوں) قوائے عمل کو شل کر دیتی ہے اور پر امیدی (خواہ وہ مبنی بر خوش گمانی ہی کیوں نہ ہو) انسان کو متحرک اور باعمل رکھتی ہے۔ اس لیے ناامیدی کی بجائے پر امیدی اور خوش امیدی بہر حال بہتر، مفید اور تعمیری رویہ ہے۔

پھر جیسا کہ ہم نے کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کی ساری کمزوریوں کے باوجود مسلم نشأۃ ثانیہ کے سنجیدہ امکانات بھی موجود ہیں۔ اس لیے ہمارا رویہ مایوسی اور ناامیدی کی بجائے محتاط پر امیدی کا ہے اور ہم بدلائل یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم نشأۃ ثانیہ جو آج ایک خواب ہے، اگر ہم مسلمان چاہیں اور اس کے لیے صحیح سمت میں جدوجہد کریں تو یہ خواب کل حقیقت میں بدل سکتا ہے، ان شاء اللہ۔

محمد امین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین.....ایک نظر میں

باب اول قوموں/ تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت ۳۷

باب دوم مسلمانوں کا عروج، زوال اور نشأۃ ثانیہ کے امکانات ۶۳

باب سوم مغرب کا عروج اور متوقع زوال ۱۵۷

باب چہارم مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس اور لائحہ عمل ۲۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

		صفحہ نمبر
پیش لفظ		۱۳
سخنے چند	پروفیسر عبدالجبار شاکر	۱۷
مقدمہ	جناب احمد جاوید	۲۵
باب اول	قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت	۳۷
فصل اول	انسانوں کے بارے میں اللہ کی اسکیم	۳۹
فصل دوم	افراد کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت	۴۲
فصل سوم	قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت	۴۷
باب دوم	مسلمانوں کا عروج، زوال اور نشأۃ ثانیہ کے امکانات	۶۳
فصل اول	مسلمانوں کے عروج کے اسباب	۶۷
	- انسانی وسائل	۷۲
	- نمودی وسائل	۸۸
	- مادی وسائل	۱۰۲
فصل دوم	مسلمانوں کے زوال کے اسباب	۱۱۱
	- انسانی وسائل کا خاتمہ	۱۱۶
	- نمودی وسائل کا خاتمہ	۱۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	- مادی وسائل کا خاتمہ	۱۲۶
فصل سوم	مسلم نشأۃ ثانیہ کے امکانات	۱۳۱
	- مسلم امہ۔ تصویر کے کچھ روشن پہلو	۱۳۲
	- مسلم تہذیب میں تجدید حیات کی منفرد خصوصیت	۱۴۲
	- کمیونزم کی شکست اور مغرب کے بگاڑ سے پیدا ہونے والا خلاء	۱۴۶
	- مغرب کا ظلم و ستم	۱۵۱
باب سوم	مغرب کا عروج اور متوقع زوال	۱۵۷
فصل اول	عروج مغرب کے اسباب	۱۵۹
فصل دوم	مغرب کے متوقع زوال کے اسباب	۱۶۹
	- نظریہ حیات کا غلط ہونا	۱۷۲
	- غلط نظریہ حیات کی وجہ سے فساد فی الارض	۱۹۲
	- فساد فی الارض کا حتمی نتیجہ زوال	۲۱۰
باب چہارم	مسلم نشأۃ ثانیہ: اساس اور لائحہ عمل	۲۲۷
فصل اول	مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس	۲۳۱
	- مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس صرف اسلام ہے	۲۳۱
	- مغربی تہذیب مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس نہیں بن سکتی	۲۳۴
فصل دوم	مسلم نشأۃ ثانیہ کی حکمت عملی	۲۶۶
	- صحیح تعلیم و تربیت کے ذریعے افراد سازی	۲۶۶
	- اس موقف پر اعتراضات کا جائزہ	۲۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم	مسلم نشأۃ ثانیہ کا لائحہ عمل	۲۷۷
	اتحادِ امت	۲۷۹
	سیاسی وتزویراتی امور	۲۸۰
	دفاع	۲۹۷
	تعلیم وتربیت	۳۰۴
	معیشت	۳۲۳
	قانون وانصاف	۳۳۱
	دعوت واصلاح	۳۴۱
	میڈیا	۳۵۳
	معاشرت	۳۵۸
	صحت	۳۶۲
	صنعت	۳۶۶
	زراعت	۳۶۹
فصل چہارم	مسلم نشأۃ ثانیہ: موانع اور ان کا حل	۳۷۲
	داخلی مانع اور اس کا حل	۳۷۲
	خارجی مانع اور اس کا حل	۳۷۷
	عملی مانع اور اس کا حل	۳۹۰
تلخیص مباحث		۳۹۶
کتابیات		۴۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثنا دیا گوش منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہو گا

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اقبال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

مسلمان اس وقت اتنے پٹ رہے ہیں، مار کھا رہے ہیں، رسوا ہو رہے ہیں کہ ان کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور ان کی بقاء خطرے میں ہے۔ ایسے میں ان کی نشأۃ ثانیہ اور ان کے غلبے کی بات کرنا بظاہر بہت عجیب سا لگتا ہے۔

یہ کتاب لکھنے کا خیال ہمیں اس وقت آیا جب ہمارے ایک دوست نے یہودی پروٹوکولز کا اردو میں ترجمہ کیا اور ہمیں بھیجا۔ یہودی پروٹوکولز ۱۸۹۷ء میں یہودی دانشوروں نے مرتب کیے جب کہ یہودی دنیا میں بے وقعت اور بے نام تھے۔ انہوں نے اس پسماندگی اور کمزوری کی حالت میں مستقبل میں غالب آنے کا پروگرام بنایا اور اس پر عمل پیرا ہو گئے چنانچہ آج وہ اپنی محنت، صبر، لگن اور منصوبہ بندی سے اپنے اکثر اہداف کے حصول میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مضبوط اور طاقتور ہونے کی منصوبہ بندی کرنے کا صحیح وقت وہی ہوتا ہے جب آدمی کمزور اور نحیف ہو، بشرطیکہ اس کے اعصاب و اوسان قابو میں ہوں اور اس کی عقل ماؤف نہ ہو چکی ہو۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم نشأۃ ثانیہ پر غور کرنا اور اس کے لیے حکمت عملی اور لائحہ عمل وضع کرنے کا مناسب ترین وقت آج ہی ہے جب کہ دنیا میں ہم کمزور اور بے بس ہیں اور دشمن ہمیں مٹا دینے پر تلا ہوا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ یہ کام انفرادی کی بجائے اجتماعی دانش کا تقاضا کرتا ہے (اور ہمارا دشمن اپنے ہر معاملے میں، اپنے تھنک ٹینکس کے ذریعے، اجتماعی دانش ہی بروئے کار لا رہا ہے) لیکن ہماری نکبت کا ایک بڑا سبب ہمارا تشتت اور انتشار بھی ہے جس نے ہمیں غیر منظم اور غیر متحرک بنا رکھا ہے اس لیے ہم نے اس فرض کفایہ کو ادا کرنے کی یہ طالب علمانہ کوشش کی ہے، اس توقع میں کہ شاید یہ کوشش مسلم اہل دانش کے لیے مہمیز کا کام دے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کرے کہ مستقبل قریب میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مسلمانوں کی اجتماعی دانش اس قسم کے کسی منصوبے کے لیے بروئے کار آ سکے۔

.....

اگرچہ مغرب (یورپ وامریکہ) کی اسلام اور مسلم دشمنی پہلے بھی کوئی راز نہ تھی لیکن ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کی آڑ میں امریکہ نے کسی لاگ لپٹ کے بغیر اب علی الاعلان مسلم ممالک کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا ہے۔ پہلے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور پھر عراق کی۔ ادھر اسرائیلی روز فلسطینیوں کو اور ہندو کشمیریوں کو ذبح کرتے ہیں۔ اگلا نمبر غالباً شام یا ایران کا ہوگا اور پھر پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کی باری آئے گی۔ ان واقعات نے اس حقیقت کو ابھار کر نمایاں کر دیا ہے کہ مغرب آج بھی غالب اور بالادست ہے اور مسلمان آج بھی ذلت و پسماندگی کا شکار ہیں۔ فتح و غلبہ آج بھی مغرب کے لیے ہے اور ذلت و رسوائی اور دکھ اور تکلیفیں آج بھی مسلمانوں کے لیے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں میں ان سوالات کا پیدا ہونا فطری ہے کہ:

- مغرب باطل کا علمبردار ہونے کے باوجود قوی اور بالادست کیوں ہے؟
- مسلمان حق پر ہونے کے باوجود ضعیف و پسماندہ کیوں ہیں؟
- وہ اس پسماندگی سے نکل کر کیسے عروج اور ترقی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں؟

آئندہ سطور میں انہی سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

.....

کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں سنتِ الٰہی پر بحث کی گئی ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان معروضی اصولوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو قوموں کے عروج و زوال کا سبب بنتے ہیں۔ دوسرے باب میں یہ بات زیر بحث آئی ہے کہ مسلمانوں نے عروج پایا تو کن اصولوں پر عمل کر کے (پہلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل) اور زوال پذیر ہوئے تو کن اسباب کی بناء پر (دوسری فصل) اور ان کے دوبارہ عروج پاسکنے کے عملی امکانات کیا ہیں؟ (تیسری فصل)۔ تیسرے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مغرب کی موجودہ ترقی کا راز کیا ہے؟ (پہلی فصل) اور کیسے اس کے زوال کی ابتداء بھی ہو چکی ہے۔ (دوسری فصل)۔ چوتھے باب میں مسلم نشأۃ ثانیہ کا لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے جو چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں بتایا گیا ہے کہ صرف اسلام ہی مسلمانوں کو ترقی وعروج کے لیے درکار فکری وعملی زاد راہ مہیا کر سکتا ہے۔ دوسری فصل میں مسلم نشأۃ ثانیہ کی بنیادی حکمت عملی کی نشاندہی کی گئی ہے کہ وہ پیغمبروں کو بتائے گئے تعلیم وتزکیہ کے دائمی اصولوں پر مبنی ہے۔ تیسری فصل میں مسلم نشأۃ ثانیہ کا لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے اور اس لائحہ عمل کے بارے میں جو سوالات وشبہات ذہنوں میں پیدا ہو سکتے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے۔ چوتھی (اور آخری) فصل میں ان موانع اور مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس مجوزہ لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونے میں حائل ہیں اور ان کے ممکنہ حل تجویز کیے گئے ہیں۔

.....

ظاہر ہے یہ کوئی اچھوتا موضوع نہیں ہے کہ اس بارے میں کہی جانے والی ساری باتیں نئی ہوں تاہم توقع ہے کہ اس تحریر کے ذریعے فکر ونظر کے بعض نئے گوشے قارئین کے سامنے آئیں گے اور مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ بھی ان کے اندر پیدا ہوگا۔

.....

بعض لوگ ''اسلامی نشأۃ ثانیہ'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں یہ مناسب محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اسلام تو اللہ کا زندہ وجاوید پیغام ہے جو کبھی ضعیف نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ اسے نشأۃ ثانیہ کی ضرورت ہو۔ ہاں! مسلمانوں کے ساتھ یہ معاملہ ضرور ہے کہ وہ دین کے ساتھ تمسک اور دوسرے عوامل کی وجہ سے کبھی کمزور ہو جاتے ہیں اور کبھی طاقتور۔

ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ ''نشأۃ ثانیہ'' کی اصطلاح ترجمہ ہے انگریزی لفظ Renaissance کا اور Renaissance (اور تحریک احیائے علوم) کا جو مفہوم مغرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہے اس کا اطلاق اسلام پر ہوسکتا ہے نہ اسلامی معاشرے پر، جس کے قوت وضعف کے اپنے اسباب، پیمانے اور طریق کار ہے (گو مسلمان بھی [اسلامی تناظر میں] احیائے علوم کی زبردست تحریک کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے، جسے ہم نے تعلیم وتربیت کا عنوان دیا ہے)۔ تاہم نشأۃ ثانیہ کی اصطلاح چونکہ اردو میں عام مروج ہے اور جس مفہوم میں مروج ہے وہ اپنی جگہ واضح بھی ہے اور مغربی مفاہیم سے متاثر بھی نہیں لہٰذا ہم نے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اسی طرح نشأۃ ثانیہ کے الفاظ زبان زد عام ہونے کی وجہ سے ہی ہم نے نشأۃِ جدیدہ یا نشأۃِ نو کی اصطلاح بھی استعمال نہیں کی۔

.....

ہمارا اسلوب نہ فلسفیانہ ہے اور نہ ادیبانہ، بلکہ سادہ ہے اور ہم اسے ہی افہام وتفہیم کے لیے موزوں سمجھتے ہیں۔ گو اس سے علمیت کا رعب نہیں پڑتا اور وہ مقصود بھی نہیں۔ اللہ کرے یہ تحریر مسلمانوں کو فہم حقائق میں مدد دے اور ان کے جذبہ عمل کو انگیخت کرے تاکہ وہ اپنی دنیا وآخرت کی بہتری کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

محمد امین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخنے چند

☆ پروفیسر عبدالجبار شاکر

اقوام عالم اور انسانی تہذیبوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں کبھی استقلال و استمرار نہیں رہا ہے۔ قوموں اور تہذیبوں کا یہی عروج و زوال فلسفۂ تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ وقائع عالم کے تجزیہ و تحلیل نے ان اسباب و محرکات کا بھی تعین کر دیا ہے کہ جن کے باعث اقوام کو کبھی نقشۂ عالم میں سرفرازی عطا ہوتی ہے تو گاہے وہ تنزل اور نکبت وادبار کی وادیوں میں جا گرتی ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال کی اس داستان سے خود مسلمان مؤرخین اور فلاسفہ کو بہت گہری دلچسپی رہی ہے، بالخصوص ابن خلدون (۷۳۲۔ ۸۰۸ھ) نے اپنی معرکہ آرا تصنیف ''کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر'' کی سات جلدوں کے ساتھ جو لاثانی اور لافانی مقدمہ تحریر کیا ہے، اس میں بھی قوموں کے عروج و زوال کی بحث کا ایک سائنٹی فک مطالعہ ملتا ہے۔ یہی بحث آگے چل کر ہمیں علامہ شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ۔ ۹۰۲ھ) کی ''الاعلان بالتوبیخ'' میں بھی ملتی ہے۔ اہل مغرب کے ہاں بھی قوموں اور تہذیبوں کے عروج و زوال پر سنجیدہ مطالعہ دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں شپینگلر، ٹائن بی، ول ڈیورانٹ اور بریفالٹ کے نام بہت نمایاں ہیں۔ اس موضوعاتی مطالعے میں مسلمان مؤرخین اور حکماء اور اہل مغرب میں ایک نمایاں فرق یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اس موضوع کے مطالعے میں سلسلۂ وحی کے آخری متن قرآن مجید میں قوموں کے عروج و زوال کے جو اسباب متعین کیے گئے ہیں، ان کی روشنی میں اپنے مطالعات کے نتائج مرتب کیے ہیں۔ قرآن مجید ان واقعات کو محض تاریخی واقعات کی ایک کھتونی بنا کر پیش نہیں کرتا بلکہ اس سے مسئول ملت کو تجدید و احیائے دین کے لیے نشأۃ ثانیہ کے اصول و قواعد بھی بتاتا ہے۔ یوں قرآن

☆ ڈائریکٹر بیت الحکمت، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجید میں اقوام وملل کے عروج وزوال کے سلسلے میں اقوام ماضیہ کے جن عبرت انگیز وقائع کو بیان کیا گیا ہے، وہ محض قصص نہیں بلکہ ان سے مقصود حال اور مستقبل کی ملت اسلامیہ کو اپنے لیے ایک جادۂ انصاف اختیار کرنے کی تعلیم وتلقین بھی ہے۔

پیش نظر کتاب ''مسلم نشأۃ ثانیہ۔ اساس اور لائحہ عمل'' ایک فکر انگیز تصنیف ہے، جس میں دور حاضر میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش کے حوالے سے وقائع عالم کا تجزیاتی اور تحلیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ جس سیاسی اور معاشی صورت حال سے دوچار ہے اور اس کے نتیجے میں اسلامی ممالک اور معاشرے جس اضطراب اور نفسیاتی مرعوبیت کا شکار ہیں، اس صورت حال سے نکلنے اور چھٹکارا پانے کی کیا راہ ہو سکتی ہے، فاضل مصنف نے ملت اسلامیہ کے اس سب سے بڑے اور نازک سوال کا مثبت اور قابل عمل جواب فراہم کیا ہے۔ عالم اسلام اور ملت اسلامیہ موجودہ ذلت اور پستی سے نکل کر عروج وترقی سے کیسے ہم کنار ہو سکتے ہیں؟ یہ کتاب اسی سوال کا منضبط، تحقیقی اور مثبت جواب فراہم کرتی ہے۔

اس فکر انگیز تحقیقی مطالعے کے مصنف ڈاکٹر محمد امین صاحب ہمارے علمی حلقوں کی ایک جانی پہچانی اور معروف شخصیت ہیں۔ انہیں عالم اسلام کی مختلف جامعات میں قدیم وجدید اور منقول اور معقول کے مطالعات کے مواقع حاصل رہے، جس کے باعث ان میں وہ ادراک، شعور اور بصیرت دکھائی دیتی ہے جو اس نوعیت کے موضوعات کے منہج تحقیق کے لیے ناگزیر ہے۔ انہوں نے بیسویں صدی عیسوی کے نویں عشرے میں ''عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون'' کے عنوان سے ایک ایسا تحقیقی مقالہ لکھا، جس میں ملت اسلامیہ کی تشکیلِ نو کا جدید اسلامی تناظر ملتا ہے۔ وہ عذاب دانشِ حاضر سے باخبر ہیں اور اس آگ کی تپش کو مثلِ خلیل محسوس کر چکے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ ان کی تحریروں میں عصر حاضر کی آگہی کے ساتھ ساتھ اجتہادی سطح پر ملت اسلامیہ کی بیماریوں کا تریاق بھی تجویز کیا گیا ہے۔ مجھے فاضل مصنف کی علمی سرگرمیوں اور ذہنی توانائیوں کا ایک مدت سے علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ گزشتہ دس سال سے مجھے ان کے ساتھ اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل نو کے اسالیب و مناہج اور ان کی روشنی میں نصابات کی تدوین نو کی تفصیلات تجویز کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ ان کے دل و دماغ کی زرخیزی تھی کہ انہوں نے الٰہیات کی تشکیل نو کا جو علمی سفر اپنے زمانۂ طالب علمی میں طے کیا، اب اس کی صورت یہ ہے کہ وہ محض اس موضوع کے تجزیہ و تحلیل میں گھر کر نہیں رہ گئے بلکہ اس کے لیے جادۂ نو اور اسلوبِ تازہ کو پیش کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کی نشاۃ نو کے لیے ناگزیر ہے کہ ہم علم و تحقیق کے میدان میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کی از سر نو جستجو کریں۔ اس ضمن میں وہ ملت اسلامیہ کے مختلف مسالک کو کسی ایک مشترکہ نصاب تعلیم پر اتفاق رائے پیدا کرنے پر زور دیتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی کوششیں یوں بار آور ہوئیں کہ وہ بالآخر تمام مسالک کے مدارس کے شیوخ الحدیث حضرات کو ایک نصاب پر متفق الرائے بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ راقم الحروف اس سفر میں ان کا رفیق کار رہا، اس لیے مجھے اس کا بخوبی ادراک ہے کہ بظاہر اس ناممکن العمل مسئلے کو حل کرنے کے لیے انہیں کس قدر سوز نفس اور جگر کاوی سے کام لینا پڑا اور اب ان کی ان علمی کوششوں اور عملی کاوشوں کا ایک ثمر 'ہمارا دینی نظام تعلیم' کی تالیف کی شکل میں موجود ہے، جسے میں بجا طور پر اتحاد بین المسلمین کے مقصود اعلیٰ کے لیے ایک ناگزیر اور مثبت قدم قرار دیتا ہوں۔

ملت اسلامیہ کے حساس اور ذی شعور حضرات اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی اور سیاسی شکست کے نتیجے میں اشتراکیت کو بطور ایک علمی، معاشی اور سیاسی تحریک کے جو صدمہ پہنچا اور دھچکا لگا ہے، اس کے نتیجے میں روسی مملکت عالمی اقتدار کے منظر نامے سے محو ہو گئی اور اب عالمی سٹیج پر تنہا امریکہ کو اپنا ابلیسی کردار ادا کرنے کے مواقع حاصل ہو گئے ہیں۔ پوری دنیا گزشتہ دو عشروں سے اس رقص ابلیس کی انگڑائیاں دیکھ رہی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے چابک سے اب پوری نسل انسانی کو بالعموم اور عالم اسلام کو بالخصوص چلانے اور ہانکنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اس یک محوری قوت کا موجودہ اور حالیہ لائحہ عمل ایک ایسے تجزیے پر مبنی ہے جو ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) امریکہ کے ایک پروفیسر سیموئل پی ہنٹنگٹن (Samuel P.Huntington) نے 'تہذیبوں کے تصادم' (Clash of Civilizations) کی اصطلاح میں پیش کیا ہے۔ یہ اصطلاح سب سے پہلے ۶/اگست ۱۹۹۴ء کو 'The Economist' میگزین کے ایک شمارے میں شائع ہوئی۔ اس میگزین میں پروفیسر موصوف کے چند مضامین A Survey of Islam کے عنوان سے سامنے آئے۔ پروفیسر موصوف کی اس فکر کا ملخص یہ ہے کہ سقوطِ روس کے بعد اقوام وملل کے درمیان آئندہ تصادم اقوام وممالک کے درمیان نہیں بلکہ تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان ہوگا۔ پروفیسر موصوف مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چین کی کنفیوشس کی تعلیمات پر مبنی تہذیب یا برصغیر کی ہندی تہذیب سے مغربی تہذیب کو کوئی خطرہ یا تشویش لاحق نہیں۔ اگر مغربی تہذیب کا تصادم مستقبل میں کسی ایک تہذیب سے ممکن ہوسکتا ہے تو وہ اسلامی تہذیب ہے جو تنہا اور واحد ہماری حریف ہے۔ وہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قرآن مجید کی چھے ہزار سے زائد آیات میں پبلک لا سے متعلق صرف اسّی آیات ہیں باقی قرآنی عبارات ساتویں صدی عیسوی کی شاعرانہ عربی کا نمونہ ہیں۔ ''تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی تشکیل نو'' کے عنوان سے پروفیسر موصوف نے جن مزید موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں اسلام میں شوریٰ کی حیثیت، عورت کا مقام، سود کا تصور اور انٹرنیشنل بینکنگ وغیرہ جیسے موضوعات شامل ہیں۔ پروفیسر موصوف کی کتاب کے انگریزی متن کو بغور پڑھا جائے تو یہ ایک ایسا زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے جو ملت اسلامیہ کو ان کے بنیادی عقائد اور تہذیبی اقدار سے منقطع کرتے ہوئے ان کے سینے میں اس کاری گری سے پیوست ہوا ہے کہ ایک مدت تک اسلامیان عالم کے صرف چند نفوس ہی اس طریق و ارادت کو سمجھ پائے مگر اب پوری ملت اسلامیہ اس زہر ہلاہل کے اثرات وعواقب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوچار ہے۔ دنیا کی یہ یک محوری طاقت اسی مذکورہ فکر کے نتیجے میں عالم اسلام کی مختلف قوتوں سے نبرد آزما ہے۔ عالم اسلام اس کے پنجۂ خونیں میں اسیر اور نخچیر بن کر رہ گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد امین صاحب کی پیش نظر تصنیف اسی پنجۂ خونیں سے رہائی کا آبرومندانہ اور وحی والہام پر مبنی حقیقی راستہ دکھاتی ہے۔

عالم اسلام ان دنوں جن استبدادی ہتھکنڈوں اور استعماری سازشوں کا شکار ہے اس کا اوّلیں خاکہ پروفیسر سیموئل پی ہنٹنگٹن ہی نے پیش کیا تھا۔ مگر ہم یہاں اس حقیقت سے مزید پردہ ہٹانا چاہتے ہیں کہ تہذیبوں کے تصادم کا یہ نظریہ ہنٹنگٹن ہی کے ایک معاصر اور مشہور یہودی مستشرق برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کا پیش کردہ ہے۔ امریکن فلاسوفیکل سوسائٹی اور امریکن اکادمی آف آرٹس اینڈ سائنسز کے اس رکن اور برٹش اکیڈمی کے فیلو برنارڈ لیوس نے اسی دور میں ایک تشویش ناک اور معاندانہ کتاب لکھی جو A Middle East Mosaic کے نام سے رینڈم ہاؤس نیویارک، امریکہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں جو بات گھمبیر علمی اصطلاحات میں کی گئی، ہنٹنگٹن نے اسے عام فہم زبان میں پیش کر دیا۔ گویا یہ برنارڈ لیوس کی کتاب کا سہل ممتنع ہے۔ اس نظریے کا ایک پیش کار آلوِن ٹافلر (Alvin Toffler) بھی ہے، جس نے تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو عالمی سطح پر متعارف کرانے میں مختلف مقامات پر بہت سے لیکچر بھی دیے۔ تہذیبوں کے تصادم کی اس لے کو ایک نئی سُر میں ۱۹۸۹ء میں ایک اور دانشور فرانسس فوکویاما نے اپنی کتاب 'خاتمۂ تاریخ' (The End of History یا) میں پیش کیا ہے۔ یہ سب دانشور موجودہ امریکی طرز معاشرت اور انداز معیشت کو مستقبل کی عالمی ریاست کا نقطۂ کمال تصور کرتے ہیں۔ مگر عالمی تہذیبوں کے تقابلی مطالعے کے سنجیدہ دانشور اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ جس ریتلی زمین پر قصر اشتراکیت تعمیر کیا گیا، اس سے زیادہ شور انگیز اور دلدلی زمین پر سرمایہ دارانہ معیشت اور تہذیب کا فلک بوس محل تعمیر ہوا ہے۔ مسئلہ صرف تقدیم و تاخیر کا ہے۔ اگر اشتراکیت کے غیر فطری تصور کو پیوند زمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے میں چھے عشرے صرف ہوئے ہیں تو اس سرمایہ دارانہ یک محوری نظام کو، جسے عالمی نظام ہونے کا زعم ہے، اس سے بھی کم عرصے میں ان شاء اللہ نمونۂ عبرت پیش کرنا ہے۔ بقول اقبال۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو، خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

ہم ڈاکٹر محمد امین صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے دائرہ معارف اسلامیہ کی تحقیقی اور علمی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ پیش نظر مقالے کی تسوید و تصنیف کے لیے وقت نکالا اور کمال ذمہ داری اور علمی متانت سے مسلم امہ کے لیے ایک ایسا آئینہ تاریخ مجلّا اور مصفا تیار کیا، جس میں صورتِ امروز کے ساتھ اندیشۂ فردا کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ اپنی کتاب کے چار ابواب میں انہوں نے امت مسلمہ کے موجودہ زوال کے اسباب و محرکات کے ساتھ ساتھ اس بیماری سے شفایابی کے لیے وہ نسخہ بھی تجویز کر دیا ہے جس کے صالح اجزاء میں جہاں حکمت قرآنی کے موتی جھلک رہے ہیں وہاں طریق مصطفویؐ کا روشن چراغ بھی تاریکیوں سے نکلنے کی راہ دکھا رہا ہے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ان تمام عوامل کا تعین کر دیا ہے، جن کے بغیر ہم کوئی راہ عمل اختیار نہیں کر سکتے۔ اس لحاظ سے پیشِ نظر کتاب امتِ مسلمہ کے موجودہ سیاسی اضطراب اور معاشی استحصال کا نہ صرف علاج تجویز کرتی ہے بلکہ اس حکمت عملی کو بھی واضح کرتی ہے جو اسلامی ریاستوں اور معاشروں کی تشکیل جدید کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناگزیر ہے۔

اس تعارف کے مسک الختام پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ عالم اسلام کو اپنی حکمت عملی کی تشکیل نو میں اصل جہاد انسان سازی اور علم و تحقیق کے اس راستے پر از سر نو گامزن ہونے کا ہے۔ تاریخ کے جس مرحلے پر ہمارے زوال کا آغاز ہوا، ہمیں اسی مقام سے ہی اپنے سفر نو کو جاری کرنا ہوگا۔ مادے اور کائنات کی تسخیر کو کام میں لاتے ہوئے انسانیت کے لیے فلاحی معاشرہ اور رفاہی ریاست کو تشکیل دینا، اسلام کی حکمت عملی کا منہج خاص ہے۔ مسلمانوں کو ابھی تک یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اپنے عقائد کی دولت کے ساتھ ان کے پاس ان کا خاندانی نظام ابھی تک قدرے محفوظ ہے، جس پر ثقافتی یلغار اور بھی تیز کر دی گئی ہے۔ ہمارے دینی مدارس اور جامعات جو اسلامی فکر کے حقیقی مورچے ہیں، ان پر شب خون جاری ہے۔ ہمیں ان جامعات میں عصری شعور کے ساتھ اعلیٰ تحقیقی اسلوب اختیار کرنا ہے۔ مستقبل قریب میں امید ہے کہ عالم اسلام کے مختلف مراکز میں ایسے خصوصی شہر (Expert Cities) آباد کیے جا سکیں گے، جہاں مختلف مہارتوں کے دانشور اور سائنس دان جمع ہو کر عالم اسلام کو فکری رہنمائی فراہم کر سکیں، جس کے بغیر ہمارا سفر رائیگاں ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ مصنف نے تجویز کیا ہے کہ امہ کے مفکر اور دانشور مل کر ایک ''مرکز مطالعۂ مسلم نشاۃ ثانیہ'' قائم کریں جس میں مسلم امہ کے زوال کے اسباب اور نشاۃ ثانیہ کے طریق کار پر غور و فکر کیا جا سکے۔ اسی طرح انہوں نے 'مرکز مطالعۂ مغرب' کے قیام کی تجویز دی ہے تا کہ مغرب کی مسلم دشمن حکمت عملی اور ریشہ دوانیوں کا توڑ سوچا جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مسلم نشاۃ ثانیہ کے خواہش مند افراد، اداروں اور حکومتوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مذکورہ اداروں کی فکر و تحقیق کو روبہ عمل لانے کے لیے ایک 'اسلامی یک جہتی محاذ' یا 'اسلامک سالیڈیریٹی فرنٹ' قائم کریں تا کہ مسلم نشأۃ ثانیہ کا تصور سوچ اور گفتگو سے آگے بڑھ کر عمل کا روپ دھار سکے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ ادارے قائم کر دیے جائیں تو مسلم نشأۃ ثانیہ کی منزل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف جانے والے سفر کا ایک عمدہ آغاز ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے عقیدے اور ہدایت میں غلبہ موجود ہے مگر یہ غلبہ دوسری اقوام کے لیے بھی سرمایۂ رحمت ہے۔ اس لیے گلوبلائزیشن کے اس مرحلے میں یہ مغربی تہذیب نہیں بلکہ اسلامی تہذیب ہے جو ایک طرف امنِ عالم کی سلامتی کی ضمانت فراہم کرتی ہے تو دوسری طرف تہذیب انسانی کو صالح ترقی و اقبال کے مدارج سے آشنا کر سکتی ہے۔ یہی اس کتاب کا وہ فراموش کردہ سبق اور ہدف ہے جسے شعوری طور پر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اپنے اس مقصد کے لحاظ سے یہ ایک کامیاب تصنیف ہے جس پر مصنف لائق تبریک ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی اس فکر کو تعمیر ملت کے جادۂ نو کا نقش کامل بنائے اور امت کے دانشوروں کو اس سبیل نجات و فلاح پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ کتاب کا اسلوب حکیمانہ اور طرز مجتہدانہ ہے، فکر و اجتہاد کا یہی چراغ بالآخر ہمیں اپنی منزل مقصود تک پہنچانے میں مددگار ہوگا۔

اس کتاب کو شائع کرنے کا اعزاز پاکستان کے معروف علمی اور تحقیقی ادارے 'بیت الحکمت' کو حاصل ہو رہا ہے۔ یوں یہ کتاب اس ادارے کے عزائم اور اہداف کا آئینہ بھی ہے۔ امت مسلمہ کے سنجیدہ افراد اور اداروں سے توقع ہے کہ وہ اس نوعیت کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ میرے نزدیک اس کتاب کا خلاصہ انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں کے علاوہ دنیا کی دوسری اہم زبانوں میں بھی شائع ہونا چاہیے۔ شاید یہ خلا ان تبصروں اور جائزوں سے پُر ہو سکے جو اس نوعیت کی تحقیقی کاوشوں کی اشاعت کے بعد کا مرحلۂ خاص ہوتا ہے۔

وہ جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

جناب احمد جاوید☆

۱۔ اس بات کا شعور بہت ضروری ہے کہ نشأۃ الثانیہ کی اصطلاح مسلمانوں کے لیے وہ معانی نہیں رکھتی جو یورپ کی تحریک نشأۃ الثانیہ کی بنیاد بنا تھا۔ مغرب میں نشأۃ الثانیہ کے تمام نتائج دین کے مخالف رخ پر نکلے اور اس تحریک میں ایک روا اسلام دشمنی کی بھی تھی۔ ایک تہذیبی تناظر میں یورپی نشأۃ الثانیہ میں اسلام دشمنی کے کسی عنصر کی موجودگی ہمارے لیے کوئی بڑا انتباہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ تحریک عیسائیت کے کسی مذہبی تصور کے دفاع اور اس کی تشکیل وتجدید کے لیے اٹھتی لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔ اس تحریک نے عیسائیت کے مذہبی جوہر کو منہا کر کے یونانی انداز تعقل کو نئے سرے سے اختیار کیا اور اس فلسفیانہ عقل پرستی کو مذہبی مابعد الطبیعی مباحث اور حقائق کی شناخت کا واحد مستند ذریعہ قرار دے دیا۔ اس کا جو نتیجہ نکلنا تھا وہ نکلا اور اس تحریک کو جس مقصد کا حصول درکار تھا وہ مقصد بھی حاصل ہو گیا یعنی دین اور دنیا کی جدائی۔ جدید مغرب اسی تحریک کے شجر کا پھل ہے۔ مسلم نشأۃ الثانیہ، ظاہر ہے کہ ان محرکات اور نتائج کو کسی ادنی درجے میں بھی قبول نہیں کر سکتی۔

۲۔ رہا یہ سوال کہ مسلم نشأۃ الثانیہ کے تصور کا حقیقی سیاق وسباق کیا ہے تو اس معاملے میں ہمیں بہت احتیاط اور تفکر کے ساتھ اپنے وسائل اور مقاصد متعین کرنے پڑیں گے۔ سردست یہ ایک سیاسی تصور بن گیا ہے اور اس میں بھی رومانویت کی آمیزش زیادہ ہے۔ نشأۃ الثانیہ کا مروجہ تصور، جس سے ہم بہت زیادہ مانوس ہو چکے ہیں، یہ ہے کہ ملت اسلامیہ اقوام عالم پر اپنی بالادستی، نظام زندگی کے ہر شعبے میں، نہ

☆ محقق صوفی، مربی، ادیب اور دانشور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف یہ کہ ثابت کر دے بلکہ ماضی میں جس طرح یہ حاصل تھی اسے پھر سے قائم کر کے دکھا دے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلم نشأۃ ثانیہ کا تصور رکھنے والے تمام اذہان اس کی مذکورہ بالا تعبیر تک محدود ہیں لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دیگر تصورات پوری طرح مکمل ہو کر نہ تو بیان ہوئے ہیں اور نہ وسیع پیمانے پر معروف ہو سکے ہیں تو ہمیں اپنا یہ خیال درست محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس تصور سے موافقت رکھنے والا ذہن بنیادی طور پر سیاسی ہے مثلاً احیاء خلافت کا تصور یعنی خلافت راشدہ کو اس کی سوچ کے مطابق دوبارہ روبعمل لانا۔ اس تصور کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اس میں خلافت راشدہ کی ساری حیثیت اور حقیقت سیاسی رنگ لیے ہوئے ہے۔

اسی طرح نشأۃ الثانیہ کا ایک دوسرا تصور یہ ہے کہ ہم سائنس، ٹیکنالوجی اور مختلف علوم وفنون میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے زوال کا شکار ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان شعبوں پر ترقی یافتہ اقوام کی طرح دسترس حاصل کریں اور خود کو ان اقوام کی صف میں لانے کی کوشش کریں۔ یہ تصور مذہبی حلقوں سے باہر پایا جاتا ہے اور لوگوں میں اس کی مقبولیت پہلے نظریے کے مقابلے میں زیادہ ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ہماری رائے میں نشأۃ الثانیہ کی یہ دونوں تعبیرات جزوی فائدے اور کلی نقصان پر منتج ہو سکتی ہیں۔

۳۔ یہ بات نشأۃ الثانیہ کی ترکیب سے ظاہر ہے کہ مسلمان امت تاریخ کے کسی مرحلے پر کمال یافتہ تھی اور اب حالت زوال سے نکل کر اسے وہی کمال دوبارہ مطلوب ہے یہاں تک پوری بات ٹھیک ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر پہلے ہی قدم پر یہ طے کرنا ہوگا کہ اس امت کو جو کمال حاصل تھا اس کے واقعی اسباب کیا تھے؟ ان اسباب کی بالکل کلینکل انداز میں تشخیص ہونی چاہیے۔

۴۔ ایک اور ضروری نکتہ یہ ہے کہ عروج زوال کے تاریخی عوامل کیا، ہمیں بعض مظاہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عروج کی باز آفرینی کا موقع دیں گے؟ مذہبی ذہن قوانین تاریخ سے مناسبت نہ رکھنے کی وجہ سے اکثر ناگزیر اور بدیہی رکاوٹوں کی طرف سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ اس روش کا ازالہ کیے بغیر نشأۃ الثانیہ محض ایک خواہش کی سطح سے اوپر نہیں اٹھ سکتی۔

۵۔ زندگی کے نئے اسالیب خصوصاً انسان کی جدید تہذیبی اور نفسیاتی ساخت کسی عقیدے یا نظریے کی لفظی اور قانونی تعمیم کو قبول نہیں کر سکتی۔ قبول نہ کر سکنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مستقل عقیدے یا نظریے کی طرف ذہنی میلان ہو بھی جائے تو بھی زندگی کے موجودہ اسالیب و اطوار اس عقیدے کو ذہن سے نکال کر اپنے اندر سرایت کر جانے کا راستہ نہیں دیں گے۔ اس صورت حال میں نشأۃ الثانیہ کے کسی بھی تصور کو عملی صورت دینے کی کوشش کرتے وقت اس عالمگیر مجبوری کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے یعنی اس فکر کے حاملین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مزاحمت یا عدم قبولیت کا پیشگی ازالہ کرنے کی کوئی واضح صورت نکالیں ورنہ دیگر تصورات کی طرح یہ تصور بھی اپنے اطلاق کے امکان کو مستقلاً گنوا بیٹھے گا۔

۶۔ مسلمانوں میں نشأۃ الثانیہ کا حقیقی مقصود یہ ہے کہ آدمی اپنی بنیادوں کی طرف واپس لوٹ جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ترقی و خوشحالی کا کوئی گزشتہ دور واپس آ جائے۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں میں نشأۃ الثانیہ کا ہر وہ تصور بے معنی ہے جس کا مقصود مسلم ماڈل کی نئی تشکیل کے علاوہ کوئی بات ہو یعنی ہماری اصل ضرورت حضرت عمرؓ ہیں نہ کہ ان کا دور حکومت۔

۷۔ خود مغربی نشأۃ الثانیہ کی تحریک آدمی کی تبدیلی کی تحریک تھی جو بڑی حد تک کامیاب ہو گئی۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ انسان میں تبدیلی لائے بغیر حالات کو نہیں بدلا جا سکتا۔ ہمارا سادہ لوح دماغ اس وہم میں مبتلا ہے کہ حالات کو انتظامی، سیاسی یا معاشی طور پر بدل کے یعنی خلافت راشدہ جیسا نظام حکومت لا کر آدمی خود بخود بدل جائے گا جب کہ بات اس کے برعکس ہے۔ آدمی بدلے گا تو حالت بدلیں گے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعی اسوۂ مبارکہ کو پیش نظر رکھ کر کہہ رہے ہیں اور اس کے علاوہ انسانوں میں تجدید واحیاء وغیرہ کی جتنی کامیاب تحریکیں چلی ہیں، ان کے طریق کار سے بھی اس کے علاوہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔

۸۔ جدید مسلم ذہن تاریخ کا کوئی واضح تصور نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ یا اس کی وجہ سے ہم حیات انسانی کے مکینیکل مظاہر (یعنی وہ چیزیں جو زندگی میں خود بخود در آتی ہیں) پر بھی کوئی موقف نہیں رکھتے۔ تہذیب، علم، دنیا، عروج وزوال، نفسیات وغیرہ کے بارے میں ہم اگر کچھ کچے پکے تصورات رکھتے بھی ہیں تو انہیں اپنی اساس ہستی اور اپنے مقصد حیات سے کسی بلند سطح پر ہم آہنگ نہیں کر پاتے یا اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اس کمی کے ہمیں کم از کم دو بڑے نقصانات اٹھانے پڑے۔ ایک تو یہ کہ ہمارا تصور دین سطحی اور یک رُخا ہو کر رہ گیا۔ دوسرے یہ کہ ہم کوئی ایسا تصور انسان قائم اور پیش کرنے کے قابل نہیں رہے جو انسان کو موضوع بنانے والے کسی بھی علم کے مقابلے میں رکھا جا سکے۔ مثال کے طور پر جدید فلسفۂ قانون پڑھ لیں تو ہمارا موجودہ فقہی ذہن اور اس کا تخلیق کردہ لٹریچر بچوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بشریات، نفسیات اور بیشتر سماجی علوم انسان کی واقعی حقیقت کی جن گہرائیوں تک عملاً پہنچ چکے ہیں وہ ہمارے لیے یکسر نامعلوم اور بالکل اجنبی ہیں۔ حالانکہ ان گہرائیوں کی دریافت ہمارا کام ہونا چاہیے تھا تاکہ ہم انسان تک دین کی رسائی کا بڑا دائرہ بنا سکتے۔ ایسے پسماندہ ذہن میں بننے والے تصورات فطری طور پر تصور کی حیثیت سے بھی ناقص ہوتے ہیں اور علمی جہت سے بھی ناممکن العمل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نشأۃ الثانیہ کا تخیل بھی ذرا سے غور کے بعد خواب کی طرح معلوم ہوتا ہے جس سے تھوڑی دیر کو سکون تو مل جاتا ہے لیکن اس کی طرف عملی پیش رفت خود اس خواب میں رہنے والے کے لیے ناممکن ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ ہماری رائے میں نشأۃ الثانیہ کا کوئی تصور اس وقت تک مسلمانوں کے لیے بامعنی نہیں ہے جب تک اس کے اندر مندرجہ ذیل امور کا ادراک نہ پایا جائے:

- عقیدے اور تاریخ کا تعلق
- انسان میں تبدیلی کی صلاحیت
- انسان کا وہ مرکز جو کسی بات کو قبول کر کے اسے تمام سطحوں پر محفوظ کر لیتا ہے اور حالات کی تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتا
- تہذیب کے اصول تشکیل اور ان کا دین سے تعلق
- بنی نوع انسان میں انفرادیت اور اجتماعیت کا نقطۂ اشتراک
- فضائل انسانی اور ان کی Manifestation کا تنوع
- انسانی زندگی اور قانون
- انسان کی مستقل اور عارضی ضروریات
- تقدیر اور تاریخ
- تقدیر اور انسانی اختیار کے حدود
- انسانی اختیار اور تاریخ کا قانون جبر و تغیر
- انسانوں کے اجتماعی نظام کی معنویت
- نظام زندگی: استقلال اور لچک
- نفس انسانی: استعداد اور محرکات
- دین کا مقصد اصلی

۱۰۔ مدرجہ بالا امور پر ایسا دینی موقف اختیار کرنا جو مبنی بر واقعیت ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ ان مباحث کی طرف علمی سفر سے آغاز کیا جائے اور اس کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اس علم کو ایک نظام تربیت بنایا جائے۔ اس کے بعد کہیں جا کر نشأۃ الثانیہ کا عمل خارج میں اظہار پذیر ہونا شروع ہوگا۔ لہٰذا پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم پوری طرح بدلا جائے اور تعلیم کے مقاصد کو دنیا سے منقطع کیے بغیر دین کے تابع رکھا جائے۔

۱۱۔ موجودہ دور چھوٹی بڑی تمام چیزوں کو ایک نظریاتی کل اور نامیاتی وحدت میں اس طرح ڈھالنا چاہتا ہے کہ ایک ہی تعریف (Definition) سب پر صادق آسکے۔ اقوام متحدہ کے زیادہ تر منصوبے مثلاً گلوبلائیزیشن وغیرہ دراصل اسی ہمہ گیر تقاضے کے مظاہر ہیں۔ اس کے علاوہ مغربی استعمار کی طرف سے دیگر اقوام کو اپنے تابع کرنے کی جو نہایت باضابطہ کوششیں کی جاری ہیں وہ محض اس لیے نہیں ہیں کہ ان کے چند سیاسی یا معاشی مفادات کا حصول ممکن ہو جائے بلکہ اس کے پیچھے ایک نظریہ کارفرما ہے۔ وہ نظریہ یہ ہے کہ انسان اور اس کے تمام متعلقات یعنی علم، تہذیب وغیرہ کو ایک ہی اصل پر مبنی اور ایک ہی مقصود سے وابستہ ہونا چاہیے۔ اس میں پہلی ضرورت یہ ہے کہ جو ترقی یافتہ اقوام اس اصل اور مقصود کا ادراک رکھتی ہیں یا انہیں وضع کر چکی ہیں وہ پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ قوموں کو اپنے برابر لانے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے دائرے میں رکھنا چاہتی ہیں اور اس کے لیے ان کی ہر نظریاتی اور تہذیبی تحدید کو توڑنے کے درپے ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر میں قوموں کی سطح پر نظریاتی اور تمدنی انفرادیت کا اظہار اور اس پر اصرار بنی نوع انسان کی ہم اصلی اور ہم مقصدی کے اس تصور کو عمل میں نہیں لانے دے گا جو ان طاقتور اقوام کے پیش نظر ہے۔ عالم اسلام میں اس خطرے کا احساس اور ادراک بالکل مفقود تو نہیں ہے لیکن جس سطح پر ہے وہ قطعی غیر موثر ہے اور زندگی کی کسی نظریاتی تشکیل میں کوئی بامعنی کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ہمارا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے نظریۂ زندگی اور زندگی میں مطابقت کا ہر پہلو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان نظریے یا عقیدے اور زندگی کی پوری عدم مطابقت کو زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اسے ان دو غیر متعلق امور میں سے ایک کو لازماً چھوڑنا پڑتا ہے۔ ابھی وہ صورت حال تو نہیں آئی کہ ہم ترک و قبول کے عمل میں ایک حتمی مقام پر پہنچ گئے ہوں تاہم ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا رخ جس طرف ہو چکا ہے اس کے پیش نظر یہ بات بہت بعید از قیاس نہیں ہے کہ ہم محض زندہ رہنے پر قانع ہو جائیں اور زندگی کے بارے میں تصورات کو فراموش کر دیں۔ موجودہ حالات میں ایسا ہو جانا تقریباً یقینی دکھائی دیتا ہے اور تاریخ و انسان کے مطالعے کا کوئی طریقہ ہمارے اس خوف کو زائل نہیں کرتا کہ مستقبل میں ہم دنیا کو اپنا علانیہ مقصود بنا کر دین کو ایک غیر ضروری رکاوٹ قرار دے کر اسے عین اس طرح نظر انداز کر بیٹھیں جس طرح جدید مغرب نے عیسائیت کو کر رکھا ہے۔ اس رویے میں دین کی اتنی بھی وقعت نہیں پائی جاتی کہ اس کا انکار کرنے کا تکلف پالا جائے بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ اسے فرد کا ذاتی مسئلہ قرار دے کر زندگی کے مرکزی دھارے سے الگ کر دیا جائے۔ فی زمانہ جدید مسلم ذہن اسی روش پر چلنے پر راضی نظر آتا ہے کہ دین ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے اور اسے کاروبار زندگی میں مخل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ مشکل یہ ہے کہ ہماری مذہبی فکر اس بات کا ایک تحکمانہ قانونی اور سیاسی جواب دے کر مطمئن ہو جاتی ہے اور یہ نہیں دیکھتی کہ جس ذہن میں ایسا خیال آ سکتا ہے وہ بھلا فتوے یا خطاب کو قبول کرے گا؟ احیائے امت کی کسی بھی کوشش میں ابتدائی طور پر ہی اس روز افزوں ذہنیت کا مکمل تجزیہ کر کے اسے ایک گمراہی کی بجائے ایک مرض کے طور پر دیکھنا ہوگا اور اس کے ازالے کا طریق کار بھی مناظرے کی جگہ معالجے پر مبنی رکھنا ہوگا۔ یہاں معالجے کا مطلب وعظ و نصیحت نہیں ہے بلکہ کسی خرابی کے بنیادی اسباب کی تشخیص کے بعد ان اسباب کا ایسا ازالہ کرنا ہے کہ ان کی دوبارہ پیدائش کا احتمال نہ رہے اور ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشش انسانوں کے اندر سے ختم ہو جائے۔ انسان کا خاصہ ہے کہ اس کی عمومی زندگی کے تقریباً تمام اہداف حق و باطل اور صحیح و غلط کے معیارات پر اتنے استوار نہیں ہوتے جتنے کہ پسند و ناپسند پر ہوتے ہیں۔ زندگی انسان کی جس استعداد یا سطح سے فوری اور فطری مناسبت رکھتی ہے وہ ذہن نہیں ہے بلکہ طبیعت ہے۔ یہ قانون مسلمانوں کے لیے بدل نہیں جاتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مسلمات کی قبیل میں رکھ کر اس کی اپنے نظریات کے مطابق تراش خراش کی جائے یعنی مسلم نشأۃ الثانیہ اگر ایک سلسلۂ عمل ہے تو اس سلسلے کی ابتدائی کڑیوں میں سے ایک کڑی یہ ہے کہ زندگی اور طبیعت کا جبری تلازم پورے انسان اور پوری زندگی پر حاوی نہ آ جائے یعنی مسلمان اپنے منہاج حیات میں طبیعت تک محدود ہو کر نہ رہ جائے لیکن مشکل یہ ہے کہ طبیعت کو نظر انداز کر کے آدمی کے اندر ذہنی یا اخلاقی مقاصد سے مستقلاً وابستہ رہنے کی قوت باقی نہیں رہتی چونکہ طبیعت منہا ہو جائے تو بڑی سے بڑی چیز بھی اپنی کشش کھو بیٹھتی ہے اور محض اس کی بڑائی کا ادراک انسان کو اس کے ساتھ جوڑے نہیں رکھ سکتا۔ ہماری اولیں ذمہ داری یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنے عقیدے کے عملی اور اطلاقی مظاہر کو انسانی نفس اور طبیعت کے لیے ہی قابل قبول بنا دیں تاکہ حق کے ساتھ ہماری وابستگی کی قوت میں ضعف نہ پیدا ہو جائے۔

اس انتہائی بنیادی ضرورت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل امور کو خوب غور و فکر کے ساتھ پیش نظر رکھا جائے:

- دین کی دنیاوی افادیت بھی ثابت کی جائے، علمی سطح پر بھی اور عملی سطح پر بھی۔
- قرآن و سنت سے بلا تاویل مستنبط ہونے والے تصور انسان کو انسان فہمی کے مروجہ معیارات پر حقیقی بنا کر دکھایا جائے اور انسانیت کے اس ٹائپ کو معاشرے میں مدار فضیلت بنایا جائے۔
- وہ علوم جو کائنات اور انسان کی حقیقت سے بحث کرتے ہیں انہیں دین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت شدہ غایات اور مقاصد کے اس طرح تابع رکھا جائے کہ ان علوم کے اپنے اپنے معیارات پر کوئی ضرب نہ لگے۔ مثال کے طور پر نفسیات وغیرہ میں ان تحقیقات کی کوئی حیثیت نہیں جو اس علم کے مسلمہ معیار سے کمتر ہیں۔ ہمارے دور میں اسلامائیزیشن آف نالج کی کوششیں اسی لیے دین کی سبکی کا سبب بنی ہیں کہ انہوں نے تمام علوم پر اناڑیوں کی طرح دست اندازی کی ہے۔ انسان کی دنیاوی فلاح کے لیے قائم کیا جانے والا ہر نظام واضح طور پر دینی اساس پر مبنی ہونا چاہیے اور وہ اساس محض قانون کے دائرے تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔

- مسلم نشأۃ الثانیہ کا تصور جن اغراض سے پھوٹتا ہے ان میں ایک کڑی غرض مسلمانوں کے مفوضہ کائناتی کردار کی باز آفرینی ہے یعنی ہم ساری دنیا کے لیے داعی الی الحق بنیں۔ اس دعوت کی داخلی بناوٹ علمی سے زیادہ عملی اور نظریاتی سے زیادہ معاشرتی ہونی چاہیے۔ دین کو معاشرت میں منتقل کیے بغیر نشأۃ الثانیہ کا ہر تصور مہمل ہے۔

۱۰۔ احیائے امت کی کسی بھی تحریک کا انحصار اسی آزمودہ منہج پر ہونا چاہیے جس پر اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس منہج کے دو پہلو ہیں، علمی اور عملی۔ علمی منہج جس کی بنیاد عقیدہ ہے، اس کے ضروری اجزا یہ ہیں:

- تقویم امت کے حقیقی اصول کی معرفت
- اس سوال کا جواب کہ امت کیا ہے اور مسلمانوں کی مختلف تہذیبی اور قومی وحدتیں امت کی وحدت میں ضم ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں۔
- اسلام اور مسلمانوں کے موجودہ حالت کی درست تشخیص اور ان کے محرکات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اسلام اور اہل اسلام کو در پیش مخالفتوں ، مزاحمتوں اور مجبوریوں کی شناخت اوران کا تجزیہ۔اس تجزیے کے نتائج کوعروج وزوال کے تاریخی اور نقص وکمال کے اخلاقی قوانین کے اندر رہتے ہوئے مطلوبہ نتائج کے حصول کی ذہنی اور عملی کوششوں کی بنیاد بنانا۔

عملی منہج جس کی بنیاد اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے اس کے بنیادی عناصر یہ ہیں:

- زندگی کے موجود مقاصد اور دین کے مطلوبہ مقاصد کے درمیان پیدا ہو جانے والے فاصلے کو ختم کرنا
- دین کی کلچرلائیزیشن
- موجودہ معاشرتی اور دین کے نظام فضائل میں ہم آہنگی پیدا کرنا
- غربت اور نا انصافی کا ازالہ اور بے تحاشا امارت و غیر محدود ملکیت کا خاتمہ
- عورتوں میں مظلومیت اور بے حیائی دونوں کا علاج

۱۱۔ یہ تمام مناہج جس علمی قانون اور اخلاقی اصول پر مبنی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ مسلم نشأۃ الثانیہ کے عمل میں فرد اور اجتماع دونوں کی یکساں ذمہ داریاں ہیں جن میں بعض مشترک ہیں اور بعض منفرد۔ علمی ذمہ داریوں کا اکثر حصہ افراد سے تعلق رکھتا ہے، قانونی فرائض بیشتر اجتماعی نوعیت کے ہیں اور اخلاقی ذمہ داریاں دونوں میں مشترک ہیں یعنی نشأۃ الثانیہ کی تیاری جس درست علم، محکم ارادے اور خالص نیت پر موقوف ہے انہیں حاصل کرنے کے عمل میں خود کو ڈالے بغیر ہم اپنے مطلوبہ نتائج کی طرف پہلا قدم بھی نہیں اٹھا سکیں گے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمہ نشأۃ الثانیہ صدر اول کے حالات کی بازیابی کا نام نہیں ہے بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس انسان کے حصول کا نام ہے جسے صدر اول نے ایک مستقل نمونے کے طور پر عملاً تشکیل دیا تھا۔ گویا جب ہم نشأۃ الثانیہ کی آرزو کرتے ہیں تو اس کا واحد مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے موجود ہونے کی تمام بنیادوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر کے انہیں زندگی کے تمام شعبوں میں حالات کی یکسر تبدیلی کے باوجود فنکشنل بنانا چاہتے ہیں۔ نشأۃ الثانیہ کا یہ محرک اتنا جامع اور مانع ہے کہ اس میں کسی چیز کی کمی کی جا سکتی ہے نہ اضافہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدائے رستاخیز

''ہراس کا موسم عارضی ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کو ہمارے سوا کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ میں نے ہمیشہ کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو، شک سے ہاتھ اٹھالو اور بدعملی کو ترک کر دو۔ یہ تین دھار کا انوکھا خنجر لوہے کی اس دو دھاری تلوار سے زیادہ کاری ہے جس کے گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں''۔

''آج زلزلوں سے ڈرتے ہو، کبھی تم خود اک زلزلہ تھے۔ آج اندھیرے سے کانپتے ہو کیا یاد نہیں کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔ وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرا دیے، بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا، صرصر اٹھی تو اس کا رخ پھیر دیا۔ میرے پاس تمہارے لیے کوئی نیا نسخہ نہیں ہے، وہی پرانا نسخہ ہے جو برسوں پہلے کا ہے۔ وہ نسخہ جس کو کائنات انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا اور وہ نسخہ ہے قرآن کا یہ اعلان کہ ..... '' لاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین'' اپنے حواس پر قابو رکھو، اپنے گرد و پیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمہیں خرید کر لادوں۔ یہ تو دل کی دکان ہی میں سے اعمال صالح کی نقدی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔''

(اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جامع مسجد دھلی میں
مولانا ابوالکلام آزاد کا مسلمانوں سے خطاب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

فصل اول انسانوں کے بارے میں اللہ کی اسکیم

فصل دوم افراد کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

فصل سوم قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی ملت کو قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

انسانوں کے بارے میں اللہ کی اسکیم

قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت کو ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم انسانوں کے بارے میں اللہ کی اسکیم کو نہ سمجھ لیں۔

قرآن حکیم سے انسانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جو اسکیم ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے:

- اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کا خالق و مالک اور رب ہے۔ (۱)
- انسان کی حیثیت اللہ کے مقابلے میں عبد (بندہ و غلام) کی ہے اور اسے یہی زیبا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مالک و آقا کی خوش نودی چاہے اور اس کی عبادت و اطاعت کرے۔ (۲)
- اس زمین اور کائنات کی ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عبد ہے۔ (۳)
- زمین اور کائنات کی ہر چیز طبعاً (Per Force) اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کر رہی ہے صرف انسان اور جن دو مخلوقات ایسی ہیں جنہیں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اللہ کی اطاعت کریں۔ (۴)
- انسان کو زمین اور کائنات میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ہر چیز اس کی دسترس میں رکھی گئی ہے۔ (۵)

۱۔ الحجرات ۴۹:۱۳، ص ۳۸:۷۱

۲۔ البقرہ ۲:۲۰۷، الذاریات ۵۱:۵۶، الفتح ۴۸:۲۹

۳۔ حم السجدہ ۳۲:۴، الرعد ۱۳:۱۶، البقرہ ۲:۱۱۶

۴۔ آل عمران ۳:۸۳، الرحمٰن ۵۵:۳۳

۵۔ الحج ۲۲:۶۵، لقمان ۳۱:۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان عبد ہونے کے باوجود خلیفۃ اللہ انہی معنوں میں ہے کہ اسے مذکورہ بالا دونوں طرح کے اختیارات حاصل ہیں: ایک تو یہ کہ وہ اپنی زندگی گزارنے میں خود مختار ہے، چاہے تو اپنی مرضی سے گزارے اور عبد ہونے کا انکار کر دے اور چاہے تو اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے۔ دوسرے یہ کہ وہ چاہے تو کائنات میں تصرف کرے اور چاہے تو نہ کرے یا چاہے تو اپنی مرضی سے تصرف کرے اور اللہ کی الوہیت سے صرف نظر کر لے یا چاہے تو یہ تصرف اللہ کی مرضی کے مطابق کرے۔ (۱)

- اللہ نے انسان کے عبد ہونے کی حقیقت کا احساس اس کی فطرت میں رکھا ہے یعنی انسان اگر اپنی مرضی سے اللہ کی عبادت و اطاعت کا رویہ اختیار نہیں کرتا تو گویا اپنی فطرت سے لڑتا ہے اور اس کا یہ رویہ کائنات کی ہر شے کے رویے سے متصادم اور اس سے عدم آہنگ ہوتا ہے۔ (۲)
- انسان اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے مرتا ہے بلکہ یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور اس کا نظام یہ ہے کہ انسان کمزور پیدا ہوتا ہے، پھر وہ بتدریج قوت پکڑتا ہے، پھر خود بخود اس کے قویٰ میں انحطاط آنا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ مر جاتا ہے۔ (۳)
- اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بھی بتایا ہے کہ دنیا کی یہ مختصر زندگی اس کے لیے ایک امتحان گاہ ہے اور اس کا امتحان اس امر میں ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا رویہ اختیار کرتا ہے یا نہیں۔ اس کو صحیح فیصلے تک پہنچنے میں مدد دینے کے لیے اللہ تعالیٰ انسانوں ہی میں سے بعض کو اپنے نمائندے کے طور پر مقرر کرتا

۱۔ الکہف ۱۸:۲۹، الدھر ۷۶:۳
۲۔ الاعراف ۷:۱۷۲
۳۔ آل عمران ۳:۱۵۶، غافر ۴۰:۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور انہیں تفصیلی رہنمائی مہیا فرماتا ہے تاکہ وہ انسانوں کو اچھی طرح سمجھا سکیں .....تاکہ انسان درست فیصلہ کر سکیں۔(۱)

- اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ دنیا کی اس عارضی زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی، وہاں انسان کو دنیوی زندگی میں اختیار کردہ رویے اور اعمال کا حساب دینا ہوگا۔(۲)
- اور یہ بھی کہ انسان اگر یہ دنیوی زندگی اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے گزارے گا تو اُخروی زندگی میں اسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی اور اسے ہر قسم کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے نوازا جائے گا(۳) اور اگر انسان یہ دنیوی زندگی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گزارے گا، اور اپنی مرضی سے یا اللہ کے سوا کسی اور کی مرضی کے مطابق گزارے گا، تو اسے اخروی زندگی میں اللہ کی ناراضی کا سامنا کرنا ہوگا اور وہ بدترین سزا کا مستحق ہوگا۔(۴)

انسانوں کے بارے میں اللہ کی اسکیم کے ان بنیادی نکات کی وضاحت کے بعد آیئے اب غور کرتے ہیں کہ انسانوں کے عروج وزوال کے بارے میں اس کی سنت کیا ہے؟ یہاں ہمیں فرد اور معاشرے میں فرق کرنا ہوگا کیونکہ دونوں کے بارے میں اللہ کی سنت الگ الگ ہے۔

۱۔ الملک ۶۷:۲، النساء ۴:۶۴، الکہف ۱۸: ۱۱۰

۲۔ الانبیاء ۲۱:۱۰۶، القارعہ ۱۰۱:۱۔۱۱

۳۔ المائدہ ۵:۱۱۹، طٰہٰ ۲۰: ۷۵، ۷۶

۴۔ الحج ۲۲:۱۹، ۲۲، المؤمن ۴۰:۷۰۔۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

افراد کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

- اللہ کے سامنے انسان کی ذمہ داری اور آزمائش اس کی انفرادی حیثیت سے ہے اور آخرت میں ہر انسان کو اپنے ذاتی اعمال کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی نہ کہ دوسروں کے بارے میں۔ گویا یہ ذمہ داری انفرادی ہے اجتماعی نہیں اور فرد مسئول ہوگا نہ کہ قوم اور معاشرہ۔ (۱)
- فرد کی صلاحیتوں کا عروج وانحطاط اکتسابی نہیں طبعی ہے یعنی کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ جوان نہ ہو یا پھر بوڑھا نہ ہو اور اسے موت نہ آئے بلکہ یہ سب کچھ قانون قدرت کے تحت طبعی طور پر اور خود بخود ہوتا رہتا ہے۔ (۲)
- اس عروج وانحطاط کا انسان کے اچھا یا برے ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر انسان اپنے رب کی اطاعت کی زندگی گزارے اور نیک و پرہیزگار ہو تو پھر بھی وہ جوان ہوگا' بوڑھا ہوگا اور بالآخر مر جائے گا اور اگر انسان اللہ کے احکام کا انکار کر دے یا ان کے مطابق زندگی نہ گزارے اور برا اور بدقماش ہو تو پھر بھی اس پر عروج وانحطاط اور زندگی وموت کے یہی ادوار گزریں گے کہ وہ جوان ہوگا' بوڑھا ہوگا اور پھر مر جائے گا۔
- دنیا میں اللہ تعالیٰ اسباب زندگی سب انسانوں کو فراہم کرتا ہے خواہ کوئی اس کے ساتھ اطاعت کا رویہ اختیار کرے یا بغاوت کا۔ یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ اگر آدمی مسلمان اور نیک ہو تو اسے خوب اسباب زندگی ملیں گے اور اگر کوئی کافر و بدکار ہو تو اس پر اسباب زندگی کے دروازے بند ہو جائیں گے۔

۱۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۱۵، فاطر ۳۵: ۱۸

۲۔ الرحمٰن ۵۵: ۲۶، المائدہ ۵: ۱۱۰، النحل ۱۶: ۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ اس کا تعلق معاشرے سے ضرور ہے۔ ایک فرد اگر اللہ کی اطاعت کے رستے پر چل رہا ہو اور معاشرہ بھی اسی راہ پر گامزن ہو تو فرد کو معاشرے کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہو جائے گی اور دنیا میں بھی وہ ترقی و عروج اور اطمینان قلب کی دولت سے سرفراز ہوگا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی اسے کامیابی ملے گی۔ لیکن اگر فرد اللہ کی اطاعت کا دم بھرتا ہو اور معاشرہ اللہ سے نافرمانی کی راہ پر چل رہا ہو تو ظاہر ہے یہ فرد دنیا میں ترقی و عروج نہیں پا سکتا بلکہ اسے معاشرے کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اغلب یہ ہے کہ دکھ اور تکلیف کی زندگی بسر کرنا پڑے گی، گو اسے یہ اطمینان قلب حاصل ہوگا کہ وہ مقدور بھر اللہ کی طاعت کر رہا ہے۔ (۱) اور آخرت کی کامیابی تو انشاء اللہ اس کے لیے ہوگی ہی۔ (۲)

یہی صورت اس وقت ہوگی جب فرد نفاق کی زندگی بسر کر رہا ہو یعنی وہ دعویٰ تو اللہ کی اطاعت کا کرے لیکن عمل اس پر نہ کرے تو اس صورت میں بھی اگر معاشرہ اسلام پر چل رہا ہو تو وہ فرد دنیا میں ترقی نہیں کر سکے گا کیونکہ معاشرہ اس کی مزاحمت کرے گا اور اللہ کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے وہ اطمینان قلب سے بھی محروم رہے گا اور آخرت میں بھی ناکام ہوگا۔ اور اگر معاشرہ بھی نفاق کی اسی روش پر چل رہا ہو تو فرد کو معاشرے کی حمایت حاصل ہو جائے گی اور وہ دنیا میں تو ترقی کر لے گا لیکن اطمینان قلب کی دولت سے محروم رہے گا اور آخرت میں اللہ کی خوشنودی بھی اس کے حصے میں نہیں آئے گی (۳)۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اسلام کے نزدیک کامیاب انسان وہ ہے جو آخرت میں کامیاب ہو خواہ دنیا میں اسے اسباب زندگی وافر نہ بھی ملیں اور یہاں وہ ترقی و عروج نہ

۱۔ الرعد ۱۳:۲۸

۲۔ آل عمران ۳:۱۸۵، المائدہ ۵:۱۱۹

۳۔ طٰہٰ ۲۰:۱۲۴، آل عمران ۳:۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی پا سکے بلکہ خواہ اسے یہاں دکھ اور تکلیفیں ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑیں۔ (۱) اسی طرح اسلام کے نزدیک ناکام انسان وہ ہے جو آخرت میں ناکام ہو خواہ دنیا میں بظاہر وہ ترقی و عروج پر ہو' اسے اسباب دنیا وافر ملیں اور وہ دنیا کی نعمتوں سے خوب بہرہ ور ہو۔ (۲) اس اسلامی اصول کی وجہ نہایت معقول اور منطقی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے نزدیک یہ دنیا عمل کی جگہ ہے نتیجے کی نہیں۔ لہٰذا عمل کی جگہ پر کامیابی یہ ہے کہ آدمی اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرے اور ناکامی یہ ہے کہ آدمی اللہ کے احکام کے مطابق عمل نہ کرے۔ رہے اسباب دنیا تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا وہ تو کافر اور مسلم سب کے لیے اللہ نے فراہم کیے ہیں کیونکہ اس کے بغیر دنیا کی زندگی کا امتحان گاہ ہونا بے معنی ہو جاتا۔

- ایک فرد اگر اللہ کی اطاعت کے رستے پر چلے اور معاشرے کی مزاحمت کی وجہ سے وہ دنیا میں ترقی نہ کر سکے اور اسباب دنیا اسے وافر مہیا نہ ہو سکیں یا معاشرے کی طرف سے اسے دکھ اور تکلیفیں ملیں تو اس بنا پر ناکامی کے باوجود وہ ایک دولت سے ضرور بہرہ ور ہوتا ہے اور وہ ہے اطمینان قلب اور ذہنی سکون کی دولت۔ یہ اطمینان قلب اس شعور اور یقین کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بساط بھر اللہ کی اطاعت کی زندگی گزار رہا ہے اور یہ کہ آخرت میں ان شاء اللہ اسے ضرور اجر و خوشنودی سے نوازا جائے گا۔
- دنیا میں ترقی اور اسباب دنیا کی وافر فراہمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے طے کردہ کچھ معروضی اصول ہیں۔ اللہ کی اطاعت کرنے والا فرد (بشرطیکہ معاشرہ اس کا ہم خیال اور پشت پناہ ہو) جب اسلامی احکام پر عمل کرتا ہے تو ترقی کے ان معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں ترقی کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح ایک کافر جو بنیادی طور پر اللہ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا' وہ بھی اگر ترقی کے ان معروضی اصولوں پر عمل کرے تو وہ دنیا میں ترقی کر سکتا ہے، بشرطیکہ معاشرہ اس کی مزاحمت نہ کرے۔

۱۔ الرعد ۱۳:۲۴، الانعام ۶:۳۴، النحل ۶:۹۶

۲۔ الکہف ۱۸:۲۸، ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- قرآن وسنت پر تدبر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک فرد کے لیے دنیا میں ترقی وعروج کے اہم معروضی اصول بشرطیکہ معاشرہ اس کی مزاحمت نہ کرے، یہ ہیں:
  - کسی نظریۂ حیات سے محکم وابستگی
  - تعلیم وتربیت
  - محنت
  - تنظیم ومنصوبہ بندی
  - مستقل مزاجی

دنیا میں فرد کی ترقی وعروج کے بارے میں ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ ایک جدول کی صورت میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترقی وعروج کے لیے اللہ کی سنت

برائے افراد

اعمال	کیفیت	حتمی نتائج	
		دنیا میں	آخرت میں
اسلامی اصولوں پر عمل	اگر سوسائٹی ساتھ دے	ترقی وعروج	کامیابی
اسلامی اصولوں پر عمل	اگر سوسائٹی ساتھ نہ دے	ضعف لیکن اطمینان قلب	کامیابی
اسلام کا دعویٰ بلا عمل	اگر سوسائٹی ساتھ دے	ترقی لیکن عدم اطمینان قلب	ناکامی
اسلام کا دعویٰ بلا عمل	اگر سوسائٹی ساتھ نہ دے	ضعف مع عدم اطمینان قلب	ناکامی
غیر مسلم لیکن ترقی کے معروضی اصولوں پر عمل	غیر مسلم سوسائٹی	ترقی لیکن عدم اطمینان قلب	ناکامی
مسلم اگر غیر مسلم کی تقلید کرے	مسلم سوسائٹی	ضعف مع عدم اطمینان قلب	ناکامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

افراد کے عروج وترقی کے بارے میں اللہ کی سنت بیان کرنے کے بعد اب ہم قوموں اور تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت بیان کریں گے:

- افراد کی طرح اقوام کی زندگی، موت اور ضعف وعروج بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی اپنی مشیت سے اس بارے میں جب چاہے اور جو چاہے فیصلے کرتا ہے۔ (۱)
- تاہم افراد کی طرح اقوام کی زندگی اور موت طبعی نہیں بلکہ اکتسابی ہوتی ہے یعنی جس طرح فرد بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے ادوار سے گزر کر لازماً فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور ان مراحل میں سے کسی مرحلے پر رک جانا یا اس سے واپس آ جانا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا، اقوام کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ایک قوم زوال کے بعد دوبارہ عروج کی طرف بھی آ سکتی ہے اور وہ اپنی بقا واستحکام کے زمانے کو طویل تر بھی بنا سکتی ہے۔ (۲)

قوموں/تہذیبوں کا عروج

- قرآن حکیم کے مطابق قوموں کی ترقی وعروج کے کچھ معروضی اصول ہوتے ہیں (ان کا ذکر آگے آ رہا ہے) جن کا اصل الاصول نظریۂ حیات سے وابستگی ہے۔ اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات صحیح (یعنی اسلامی) ہو اور وہ عملاً اس نظریۂ حیات پر عمل پیرا ہو تو

۱۔ الاعراف ۷:۳۴، الحجر ۱۵:۴، ۵، الاسراء ۱۷:۵۸

۲۔ الانفال ۸:۵۳، بنی اسرائیل ۱۷:۴۔۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ حتماً ترقی وعروج سے ہمکنار ہوگی کیونکہ اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے ان معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔

کسی قوم کا نظریۂ حیات غلط ہو لیکن وہ اس سے محکم طور پر وابستہ ہو کر ترقی وعروج کے معروضی اصولوں پر عمل کر رہی ہو تو وہ بھی حتماً ترقی وعروج سے ہمکنار ہوگی۔

قوموں کے عروج وترقی کے معروضی اصول

ہر قوم کی قوت کا بنیادی منبع اس کی کسی نہ کسی نظریۂ حیات سے محکم وابستگی ہوتا ہے۔ اس وابستگی کی بنیاد پر وہ تین قسم کے وسائل کو ترقی دے کر عروج سے ہمکنار ہو سکتی ہے:

۱۔ انسانی وسائل (Human Resources)

۲۔ نموئی یا ترقیاتی وسائل (Developmental Resources)

۳۔ مادی وسائل (Material Resources)

اب ہم ان وسائل کی کچھ وضاحت کرتے ہیں:

انسانی وسائل

جنہیں کسی حد تک اخلاقی وسائل بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم پانچ ہیں:

۱۔ محنت: نظریۂ حیات پر پختہ یقین قوم کو قوت عمل مہیا کرتا ہے اور اس کے افراد کو محنت کا درس دیتا ہے۔

۲۔ اتحاد: نظریۂ حیات سے وابستہ افراد متحد ہو جاتے ہیں اور فکر ونظر اور علم وعمل کا اتحاد قوم کے لیے ترقی وعروج کے دروازے کھولتا ہے۔

۳۔ تنظیم ومنصوبہ بندی: نظریۂ حیات سے وابستگی افراد قوم کو منظم ہونے میں مدد دیتی ہے اور وہ ہر کام منصوبہ بندی سے کر کے بہترین نتائج حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

۴۔ پابندیٔ قانون: اس نظریۂ حیات کے تحت زندگی گزارنے کے جو قواعد وضوابط بنائے جاتے ہیں، افراد قوم ان پر بخوشی پوری قوت سے عمل کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ایثار وقربانی: نظریۂ حیات سے وابستگی افراد قوم میں ایثار کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ایثار کا مطلب ہے ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر قربان کر دینا۔نیز یہ وابستگی انسان کو قربانی دینے پر آمادہ کرتی ہے اور افراد قوم اپنے ذاتی مفاد کو تج کر نظریے کی بالادستی کے لیے ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

نموئی وسائل

یہ وہ وسائل ہیں جو بیک وقت انسانی وسائل کو بھی ترقی دیتے ہیں اور مادی وسائل کو بھی۔زیادہ اہم نموئی وسائل چار ہیں:

۱۔تعلیم وتربیت: تعلیم سے مراد یہ ہے کہ فرد کو اس نظریۂ حیات اور اس کے تقاضوں کی اچھی معرفت حاصل ہو جائے جس پر وہ ایمان رکھتا ہے اور تربیت سے مراد یہ ہے کہ افراد قوم کی صلاحیتوں کی نموء اس نظریے کے مطابق ہو تا کہ اس کے تقاضوں پر عمل فرد کے لیے آسان اور مرغوب ہو جائے۔

۲۔تحقیق: تحقیق سے مراد یہ ہے کہ افراد قوم اپنی زندگی گزارتے ہوئے خصوصاً انسانی، نموئی اور مادی وسائل کی ترقی کے وقت روایتی اور تقلیدی ذہن سے کام نہ کریں بلکہ ان کی اپروچ تخلیقی وتحقیقی ہو تا کہ وہ اس سے بہترین نتائج حاصل کر سکیں اور کمال (Excellence) کا حصول ان کا طرۂ امتیاز بن جائے۔

۳۔سیاسی استحکام: جب تک معاشرہ منظم نہ ہو اور اس کی قیادت کا نظام کار محکم نہ ہو کسی قوم کے ترقی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بغیر نہ انسانی وسائل کو ترقی دی جا سکتی ہے اور نہ مادی وسائل کے حصول کا خواب دیکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ابلاغ: اس سے مراد یہ ہے کہ قوم کو اپنا نظریۂ حیات اپنے افراد اور دوسری اقوام تک پہنچانے کا ہنر بخوبی آتا ہو کیونکہ جو قوم اس خوبی سے محروم ہو وہ نہ تو اپنے افراد کو اس نظریہ پر مطمئن رکھ سکتی ہے اور نہ دوسروں کو اس کی افادیت اور عظمت کا قائل کر سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مادی وسائل

یعنی وہ وسائل جو تسخیر کائنات کا براہ راست سبب بنتے ہیں۔ان میں سے زیادہ اہم تین ہیں:

۱۔سائنس وٹیکنالوجی: اس سے مراد یہ ہے کہ تعلیم اور تحقیق کا رخ تسخیر کائنات کی طرف موڑ دیا جائے تا کہ نت نئی ایجادات کی جاسکیں اور تسخیر کائنات کا موثر اور فعال نظام وجود میں آجائے۔

۲۔معاشی صلاحیت: معاشی صلاحیت کی افزائش کا بنیادی ذریعہ انسانی اور نموئی وسائل ہیں۔اسی طرح سائنس وٹیکنالوجی بھی اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔معاشی وسائل کو ترقی دیئے بغیر دنیوی ترقی کا خواب دیکھنا ممکن ہی نہیں۔اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ معاشی ترقی ہی نموئی وسائل کی افزائش کا سبب بھی بنتی ہے۔

۳۔حربی قوت: قوموں کی طاقت کا ایک بڑا ذریعہ ان کی حربی صلاحیت ہوتی ہے۔ اگرچہ انسانی اور نموئی وسائل کا کردار بھی اہم ہے لیکن حربی قوت کے بغیر کوئی قوم نہ تو اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے اور نہ اس کے بغیر اپنے نظریۂ حیات کی حفاظت اور دوسروں تک اس کے موثر ابلاغ کا سوچ سکتی ہے۔

دنیا میں قوموں اور تہذیبوں کی ترقی وعروج کے بارے میں اللہ کی سنت کی جو وضاحت ہم نے اوپر کی ہے اسے ایک جدول کی صورت میں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں قوموں / تہذیبوں کے عروج و ترقی کے معروضی اصول

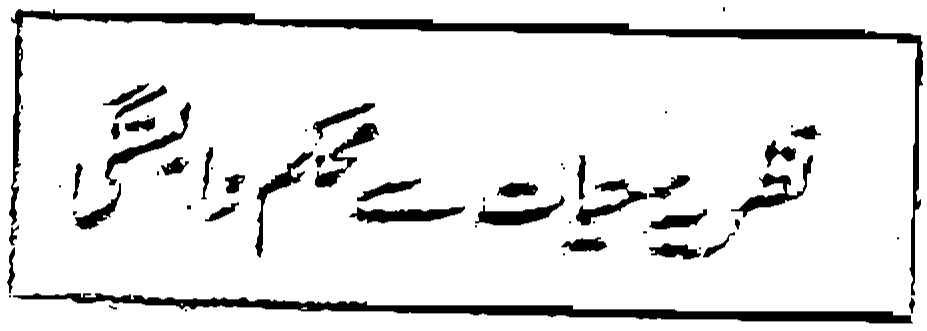

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں / تہذیبوں کا زوال

قوموں کے عروج کی طرح ان کے زوال کے بھی معروضی اسباب یا امراض ہوتے ہیں اور جو قوم بھی ان امراض میں مبتلا ہو جائے وہ حتماً زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ یہ اسباب زوال مندرجہ ذیل ہیں:

- کسی قوم کے اصول حیات اگر صحیح ہوں اور وہ اللہ کی اطاعت کا دم بھرتی ہو لیکن عملاً اطاعت نہ کرتی ہو تو وہ حتماً زوال سے دوچار ہو گی کیونکہ اس صورت میں وہ زوال کے معروضی امراض میں بھی لازماً گرفتار ہو جائے گی۔
- کسی قوم کے اصول حیات اگر صحیح ہوں لیکن وہ ان پر عمل پیرا نہ ہو اور دنیا میں ترقی کے لیے وہ اس قوم / تہذیب کی تقلید کرے جس کے اصول حیات غلط ہوں تو اس کا حتمی نتیجہ بھی زوال ہو گا کیونکہ اس سورت میں بھی وہ قوم عروج و ترقی کے معروضی اصولوں پر عمل پیرا نہ ہو سکے گی۔
- اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات غلط ہو تو خواہ وہ زوال کے معروضی امراض میں مبتلا نہ ہو لیکن نظریۂ حیات کی خرابی کی وجہ سے فساد فی الارض میں مبتلا ہو کر رہتی ہے اور اس کا زوال بھی حتمی اور یقینی ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا اصولوں سے ظاہر ہے کہ قوموں کے زوال کے معروضی اسباب / امراض دو طرح کے ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان اسباب و امراض کو ہم سہولت بیان کی خاطر دو گروپوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

اسباب زوال کا پہلا گروپ

صحیح نظریۂ حیات سے عدم وابستگی

اس مرض میں مبتلا ہونے سے قوم ان وسائل سے محروم ہو جاتی ہے جو ترقی و عروج کا سبب بنتے ہیں اور صحیح نظریۂ حیات سے عدم وابستگی اور ان خصائل حمیدہ سے محرومی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود بخود ان امراض کو جنم دیتی ہے جو زوال کا سبب بنتے ہیں۔ زوال کے یہ معروضی اصول عروج کے معروضی اصولوں کے بالکل الٹ ہیں، لہٰذا ہم ان کا ذکر اسی ترتیب سے کریں گے جس کے مطابق ہم نے عروج کے معروضی اصولوں کا ذکر کیا تھا:

زوال کے معروضی اسباب تین طرح کے ہیں:

۱۔ انسانی وسائل سے متعلق اسباب

۲۔ نموئی وسائل سے متعلق اسباب

۳۔ مادی وسائل سے متعلق اسباب

انسانی وسائل سے متعلق اسباب

یہ اسباب پانچ ہیں:

۱۔ کاہلی اور کام چوری: جب کوئی قوم اس صحیح نظریۂ حیات سے اپنی وابستگی کھو دے جس پر وہ ایمان رکھتی ہے تو اس کی قوت عمل شل ہو جاتی ہے، اس کے افراد سست و کاہل ہو جاتے ہیں اور کام چوری ان کا وطیرہ بن جاتی ہے۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح انہیں کام نہ کرنا پڑے لیکن وسائل حیات انہیں بفراغت ملتے رہیں۔ یہ خواہش بہت سی انسانی، اخلاقی، معاشرتی اور مالی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔

۲۔ بے اتفاقی: جس طرح نظریۂ حیات سے وابستگی انسانوں کے اندر اتحاد پیدا کرتی ہے اسی طرح نظریۂ حیات سے عدم وابستگی ان کے اندر انتشار اور تشتت کا موجب بنتی ہے۔ نظریے سے وابستگی ان کو ایک ملت اور ایک قوم بناتی ہے اور جب یہ وابستگی کمزور پڑ جاتی ہے تو ہر فرد اور گروہ من مانی کرنے لگتا ہے اور اپنے نظریے کو چھوڑ کر دوسرے نظریات اور مفادات سے وابستہ ہونے لگتا ہے چنانچہ نسل، زبان، رنگ، وطن، مسلک وغیرہ کی بنیاد پر گروہ بندیاں اور فرقے بازیاں عام ہو جاتی ہیں اور ملی و قومی یکجہتی اور اتحاد ختم ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔فقدان تنظیم ومنصوبہ بندی: نظریۂ حیات سے عدم وابستگی انسان کے اندر نظم وضبط کی صفت کو کمزور کر دیتی ہے اور اول تو کاہلی اور کام چوری کی عادت اسے کچھ کرنے ہی نہیں دیتی اور اگر وہ کچھ کرے بھی تو اس انداز میں کرتا ہے جیسے مارے پیٹے، سر سے بلا ٹالی جائے یعنی عدم دلچسپی کے ساتھ اور بغیر کسی تنظیم اور منصوبہ بندی کے اور جو کام بھی اس انداز میں کیا جائے' ظاہر ہے اس کا کبھی مثبت اور اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

۴۔قانون پر عمل نہ کرنا: جب افراد قوم کی نظریۂ حیات سے وابستگی کمزور پڑ جائے اور اس کے مقتضیات پر عمل کا جذبہ توانا نہ رہے تو اس نظریۂ حیات پر مبنی جو قوانین اور تفصیلی قواعد وضوابط انسانی زندگی کی تنظیم کے لیے وضع کیے جاتے ہیں ان پر عمل اس قوم کے افراد کے لیے بہت دوبھر ہو جاتا ہے چنانچہ وہ ہر طرح سے قانون کی پابندی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ چیز مزید خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔

۵۔خود غرضی وبزدلی: جو قوم اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ نہ رہے اس کے افراد میں خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر فرد اپنا ذاتی مفاد پیش نظر رکھتا ہے اور اجتماعی مفاد کی خاطر قربانی دینے سے کتراتا ہے۔اس طرح یہ قوم بزدل ہو جاتی ہے اور اس کے اندر سے شجاعت اور تہور ختم ہو جاتا ہے۔چونکہ اپنے نصب العین کی خاطر قربانی دینے کا جذبہ اس کے اندر ماند پڑ جاتا ہے لہٰذا وہ یہ چاہتی ہے کہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ چوکھا آئے حالانکہ جب تک ملی اور قومی مقاصد کے لیے ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا نہ ہو ملت اور قوم کیسے ترقی کر سکتے اور عروج پا سکتے ہیں؟

نمونی وسائل

ا۔تعلیم وتربیت سے اغماض: جو قوم اپنے نظریۂ حیات سے وابستگی کھو دیتی ہے' اسے اس نظریے کی معرفت' اسے خود سمجھنے' دوسروں کو سمجھانے' اس کی تفصیلات جاننے' اور اس کی حکمتوں پر غور کرنے سے دلچسپی نہیں رہتی بلکہ وہ اپنی جہالت میں مگن ہو جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسے اس چیز سے بھی دلچسپی نہیں رہتی کہ دوران تعلیم (یا اس کے بعد) افراد کی فکری وعملی تربیت اس طرح کی جائے اور ان کی شخصیت اس طرح پروان چڑھائی جائے کہ اس نظریے کے مطابق ہو سکے اور کتاب اللہ کے لیے عمل دمرتب ہو جائے اور [illegible]

۲۔ تحقیق سے صرف نظر: اصول حیات سے عدم وابستگی افراد قوم کو انتشار اور توہمات کی دلدل میں پھنسا دیتی ہے۔ وہ غور وفکر کی صلاحیت سے عاری ہو جاتے ہیں۔ اپنے آباء کی اندھی تقلید انہیں خوشگوار لگتی ہے اور تخلیق واجتہاد سے ان کو موانست نہیں رہتی۔ وہ ہر سنی سنائی بات پر ایمان لے آتے ہیں اور تحقیق کے خوگر نہیں رہتے۔

۳۔ سیاسی عدم استحکام: اصول حیات پر جب قوم کا یقین پختہ نہ رہے تو وہ منظم گروہ کی بجائے ایک انبوہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور کوئی مستحکم ہیئت اختیار کرنا اس کے لیے ممکن نہیں رہتا۔ ظاہر ہے ہر قسم کی ترقی کی بنیاد سیاسی استحکام ہے اور سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ افراد قوم کو تنظیم کا احساس ہو، انہیں اجتماعی اداروں کو منظم کرنے اور چلانے کا سلیقہ آتا ہو، وہ قیادت فراہم کر سکیں اور کسی قائد کے پیچھے چلنا اور اس کی اطاعت کرنا انہیں آ جائے لیکن نظریۂ حیات سے عدم وابستگی ان خصائل کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتی، نتیجتاً سیاسی عدم استحکام پیدا ہو جاتا ہے جو زوال کا سبب بنتا ہے۔

کمزور ابلاغ: جو قوم اپنے نظریۂ حیات کو بھلائے بیٹھی ہو اسے یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ اسے اس نظریے کا ابلاغ اپنی صفوں کے اندر بھی کرنا ہے تاکہ وہ قلوب واذہان میں راسخ ہو جائے اور اسے دوسروں تک بھی پہنچانا ہے تاکہ وہ ان کے دل ودماغ کو بھی مسخر کر سکے بلکہ اپنے نظریۂ حیات سے وابستگی کھو دینے والی قوم تو دوسری قوموں کی قوت ابلاغ کی نخچیر ہو جاتی ہے اور وہ دشمنوں کی ثقافت اور فنون لطیفہ کی اسیر ہو کر اپنی خودی کھو دیتی ہے لہٰذا اس کا زوال پذیر ہونا قطعی ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مادی وسائل سے متعلق اسبابِ زوال

۱۔ سائنس وٹیکنالوجی میں تخلف: سائنس وٹیکنالوجی کی بنیاد تعلیم وتحقیق اور اس کا ہدف تسخیر کائنات ہوتا ہے تاکہ نت نئی ایجادات وانکشافات سے قوم کی معاشی حالت مضبوط ہو جائے اور اسے حربی برتری مل جائے لیکن جو قوم اپنے نصب العین سے غافل ہو جائے وہ تعلیم وتحقیق میں بھی پیچھے رہ جاتی ہے اور جہاں تعلیم ہو اور نہ تحقیق وہاں سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جب سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی نہ ہو گی تو قوم معاشی اور حربی قوت میں بھی پیچھے رہ جائے گی۔ وہ مخالفوں سے دب کر رہنے اور ان کی سیادت وقیادت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گی اور زوال اسی کو کہتے ہیں۔

۲۔ معاشی کمزوری: معاشی کمزوری نتیجہ ہوتی ہے انسانی اور نموئی وسائل کی کمزوری کا اور جب کوئی قوم اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ نہ رہے تو افراد قوم محنت سے جی چرانے لگتے ہیں، منصوبہ بندی سے عاری ہو جاتے ہیں، تعلیم وتحقیق میں پیچھے رہ جاتے ہیں، کرپشن کا شکار ہو جاتے ہیں اور جس قوم کے افراد میں یہ بیماریاں پیدا ہو جائیں وہ معاشی لحاظ سے کیسے پھل پھول سکتی ہے؟ وہ تو اتنے معاشی وسائل بھی پیدا نہیں کر سکتی کہ خود کفیل ہو سکے لہٰذا وہ قرضوں کی زنجیروں میں جکڑی جاتی ہے اور معاشی لحاظ سے پسماندہ اور مفلس وقلاش رہتی ہے۔

۳۔ حربی کمزوری: حربی قوت نتیجہ ہوتی ہے سیاسی اور معاشی استحکام کا اور تعلیم وتحقیق کا اور جب کوئی قوم سیاسی لحاظ سے عدم استحکام کا شکار ہو تو وہ ایسی قیادت سے محروم ہو جاتی ہے جو اس کی ترقی وسربلندی کا سوچ سکے۔ جب قوم کی معاشی حالت مضبوط نہ ہو تو حربی آلات بنانے کے لیے کثیر اخراجات کہاں سے آئیں گے؟ اور اگر یہ دونوں چیزیں ہوں بھی تو جب تک تعلیم وتحقیق کا بھرپور انتظام نہ ہو محض پیسوں سے کچھ نہیں ہو سکتا اور جو قوم حربی لحاظ سے کمزور ہو وہ تو اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتی اور اپنا وجود بھی برقرار نہیں رکھ سکتی چہ جائیکہ وہ ترقی وعروج اور غلبے کے خواب دیکھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مختصر بحث سے واضح ہو گیا کہ جو قوم اپنے نظریۂ حیات سے محکم وابستگی نہ رکھے وہ بتدریج انسانی، نموئی اور مادی وسائل سے تہی دست ہو جاتی ہے اور بالآخر زوال کے گڑھے میں جا گرتی ہے۔

اسباب زوال کا دوسرا گروپ

غلط نظریۂ حیات کی وجہ سے فساد فی الارض میں مبتلا ہونا

کسی قوم کے زوال کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ فساد فی الارض میں مبتلا ہو جائے۔ فساد فی الارض میں عام طور پر وہ قومیں مبتلا ہوتی ہیں جو ترقی و عروج کے معروضی اصولوں پر عمل کرتی ہیں اور اس کے نتیجے میں غالب و مقتدر ہو جاتی ہیں لیکن ان کے اصول حیات چونکہ غلط ہوتے ہیں اس لیے ان کی قوت تخریبی راہوں پر چل نکلتی ہے اور وہ فساد فی الارض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اب چونکہ اللہ کی مشیت یہ ہے کہ اس نے اس دنیا کو ایک متعین وقت تک باقی رکھنا ہے اور اس طرح باقی رکھنا ہے کہ وہ سارے لوگوں کے لیے مقام و مسکن رہے لہٰذا اس کا کوڑا حرکت میں آتا ہے تاکہ زمین کو فساد پھیلانے والوں سے پاک کر دیا جائے۔ یوں اپنے زمانے کی جابر اور طاقتور قومیں مٹا دی جاتی ہیں۔ زمین میں فساد فی الارض کے مظاہر مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قتل ناحق: فساد فی الارض کی سب سے واضح شکل قتل ناحق ہے۔ جو قوم بغیر کسی جواز کے محض اپنے دنیاوی غلبے اور مفادات کے لیے یا مخالف قوم کو کچلنے اور کمزور کرنے کے لیے اس پر چڑھ دوڑے اور اس کے افراد کو ناحق قتل کرے وہ فساد فی الارض کا ارتکاب کرتی ہے۔

۲۔ ظلم و ستم: فساد فی الارض کی ایک اور صورت ظلم و ستم کی ہے۔ جو قوم اپنے مخالفین یا زیر دستوں پر ظلم و ستم ڈھائے وہ ضرور اپنے برے انجام کو پہنچ کر رہتی ہے چنانچہ علم سیاست کا مشہور مقولہ ہے کہ ایک نااہل حکومت تو باقی رہ سکتی ہے ظالم حکومت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خود مختار پیدا کیا ہے لہٰذا آزادی اس کی فطرت میں ہے۔ جب کوئی قوم اپنے مخالفین کو فکری، تہذیبی، معاشی اور سیاسی آزادی سے محروم کر دے اور ان پر ظلم و جبر کرے تو مجبور و مقہور لوگ زیادہ دیر تک اسے برداشت نہیں کرتے اور بالآخر جابر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے اقتدار کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ استحصال: مخالف قوموں یا زیر دستوں کا استحصال بھی ظلم و ستم اور فساد فی الارض کی ایک شکل ہے۔ کسی کے وسائل حیات پر زبردستی قبضہ کر لینا' جبراً اس سے چھین لینا یا اسے دباؤ میں رکھ کر کم قیمت پر خرید لینا وغیرہ استحصال کی مختلف صورتیں ہیں۔

۴۔ نفع بخشی کا خاتمہ: زمین میں قرار وہی چیز پکڑتی ہے جو لوگوں کے لیے مفید، تعمیری اور نفع بخش ہو۔ اس کے برعکس جو چیز نقصان دہ اور مضر ہو اسے سب لوگ ناپسند کرتے اور ترک کر دیتے ہیں۔ جو قوم ایسے اعمال میں مصروف ہو جائے جو انسانوں کے لیے مضر ہوں وہ فساد فی الارض کے جرم کی مرتکب ہوتی اور جلد یا بدیر مکافات عمل کا شکار ہو جاتی ہے مثلاً تباہ کن ایٹمی اور کیمیائی اسلحے کی تیاری اور فحاشی پھیلانے کے پروگراموں میں نفع بخشی کا کوئی پہلو نہیں۔

۵۔ انسانی رشتوں کی پامالی: احترام و اکرام انسانیت زمین پر انسانی بقاء کی لازمی شرط ہے۔ اگر والدین بچوں کی پیدائش اور تربیت میں دلچسپی لینا چھوڑ دیں اور اولاد والدین کی عزت و احترام کو بھول جائے نیز جس قوم میں چھوٹے بڑوں کی عزت نہ کریں اور بڑے چھوٹوں سے شفقت کا برتاؤ نہ کریں اس قوم کا جلد یا بدیر مٹ جانا لازمی ہے کیونکہ انسانی رشتوں کے احترام کے بغیر انسانیت کیسے باقی رہ سکتی ہے؟

۶۔ جنسی انارکی: اللہ تعالیٰ نے زمین میں نسل انسانی کی بقاء کے لیے افزائش نسل کا جو پروگرام رکھا ہے اس کی مخالفت فساد فی الارض کو جنم دیتی ہے۔ مذہب اور معاشرے کی اجازت سے عورت کا ایک مرد سے جنسی تعلق نسل کے تحفظ اور اولاد کی پرورش و تربیت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیادی ستون ہے۔اس کے برعکس عورت اور مرد کو جنسی تعلق کی کھلی چھوٹ دے دینا اور عورت کو جنسِ بازار بنا دینا فساد فی الارض کی بدترین صورت ہے۔

۷۔ اصلاحی قوتوں کی ناکامی: ہر انسانی معاشرہ اپنے اندر اصلاح کا ایک نظام رکھتا ہے۔جب تک یہ اصلاحی قوتیں موثر اور فعال رہتی ہیں معاشرہ اپنی کمزوریوں کا تجزیہ کرنے اور اصلاح کرنے کے قابل رہتا ہے جو اس کی بقاء کا سبب بنتا ہے لیکن جب اصلاحی قوتیں کمزور ہو جائیں اور قوم خود تنقیدی اور خود احتسابی کے عمل سے غافل ہو جائے تو اس کا مٹنا ٹھہر جاتا ہے۔

مذکورہ بالا ساری صورتیں فساد فی الارض کی ہیں اور جو قوم فساد فی الارض کی مرتکب ہوتی ہے وہ جلد یا بدیر جینے کا استحقاق کھو دیتی ہے اور زوال پذیر ہو کر مٹ جاتی ہے۔ہم نے 'جلد یا بدیر' اس لیے کہا کہ زوال کی رفتار کا انحصار اس کے بگاڑ کی نوعیت اور شدت پر ہوتا ہے۔اگر بگاڑ شدید ہو، اصلاحی قوتیں ناکام ہو جائیں اور نفع بخشی کی صلاحیت کلیۃً ختم ہو جائے تو ایسی قوم رتہذیب پر زوال بڑی سرعت سے آتا ہے اور اگر بگاڑ کے ساتھ نفع بخشی کی صلاحیت ختم نہ ہو اور اصلاح کا عمل بھی جاری ہو تو اس قوم کو مہلت عمل ملتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس پر بگاڑ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور مشیت اسے مٹانے کا فیصلہ کر لیتی ہے۔قوموں کے زوال کے اس عمل کو ایک جدول کی صورت میں آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں قوموں/تہذیبوں کا زوال

ضعف و پسماندگی

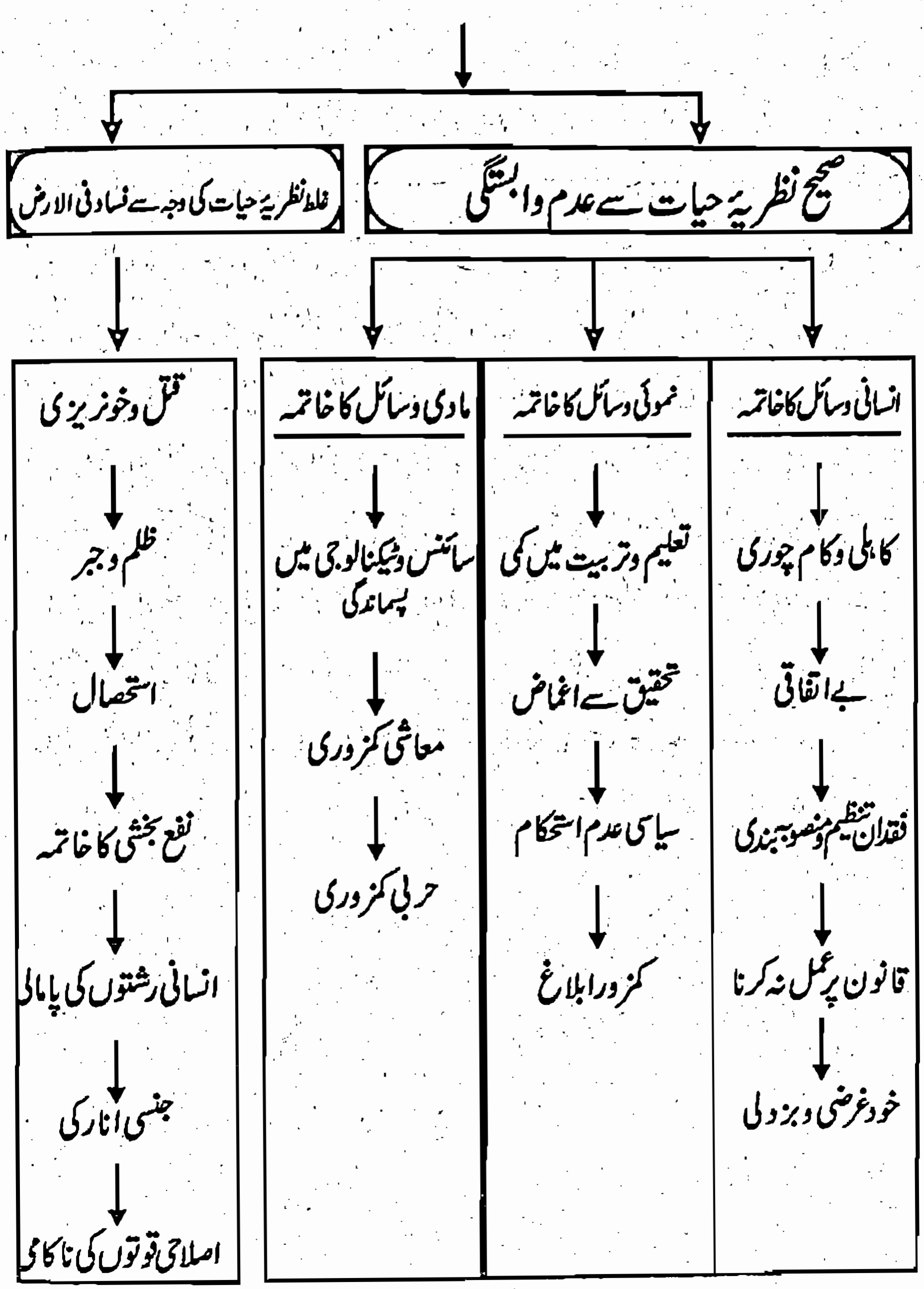

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں کا عروج وزوال

قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں ہم نے سطور بالا میں جو تفصیل بیان کی ہے اسے مندرجہ ذیل جدول کی صورت میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے:

قوموں/تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت

اعمال	دنیا میں حتمی نتیجہ
صحیح نظریۂ حیات پر عمل (اور اس کے نتیجے میں عروج کے معروضی اصول پر خود بخود عمل)	ترقی وعروج
غلط نظریۂ حیات سے وابستگی اور عروج کے معروضی اصولوں پر عمل	ترقی وعروج
صحیح نظریۂ حیات کا دعویٰ بلا عمل	زوال
صحیح نظریۂ حیات کا دعویٰ لیکن غلط نظریۂ حیات پر عمل	زوال
غلط نظریۂ حیات کے نتیجے میں فساد فی الارض میں مبتلا ہونا۔	زوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ".

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

مسلمانوں کا عروج، زوال اور نشأۃ ثانیہ کے امکانات

فصل اول مسلمانوں کے عروج کے اسباب

فصل دوم مسلمانوں کے زوال کے اسباب

فصل سوم مسلم نشأۃ ثانیہ کے امکانات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

مسلمانوں کا عروج، زوال اور نشأۃ ثانیہ کے امکانات

پچھلے باب میں ہم نے قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ قوموں کے عروج وترقی کے کچھ فطری اور معروضی اصول ہوتے ہیں۔ جو قوم بھی ان پر عمل کرے گی وہ دنیا میں قوت حاصل کرلے گی، ترقی کرے گی اور بام عروج پر پہنچ جائے گی۔ اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات صالح (اطاعت رب پر مبنی) ہوگا تو وہ قوم اس وقت تک قوی وغالب رہے گی جب تک وہ اپنے نظریۂ حیات پر ثابت قدمی سے عمل کرتی رہے گی کیونکہ اس صالح نظریہ حیات پر عمل کرنے سے عروج کے فطری اور معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جائے گا اور وہ زوال پذیر اس وقت ہوگی جب اپنے نظریۂ حیات سے دست بردار ہو جائے یا اس نظریۂ حیات سے زبانی وابستگی کا دعویٰ تو کرے لیکن اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرے۔ تاہم اس کا نظریۂ حیات چونکہ صحیح ہوتا ہے، اس لیے جب بھی وہ اس کی طرف مراجعت کرے گی اور اس سے حقیقی وابستگی اختیار کرلے گی، وہ دوبارہ ترقی وعروج سے ہمکنار ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات صالح نہ ہو لیکن وہ عروج وترقی کے مذکورہ معروضی وفطری اصولوں پر عمل کرے گی تو وہ دنیا میں عروج وترقی سے ہمکنار ہوگی لیکن نظریۂ حیات کے غیر صالح ہونے کی بناء پر جلد ہی فساد فی الارض میں مبتلا ہو جائے گی اور اپنی بقاء اور استحکام کی بنیادوں سے محروم ہو کر فنا ہو جائے گی اور دوبارہ حیات نو کی طرف نہ لوٹ سکے گی کیونکہ اس کی بنیاد ہی غیر صالح نظریۂ حیات پر تھی۔

اب پیشتر اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ دنیا میں عروج وزوال کے ان فطری ومعروضی اصولوں کا انطباق امت مسلمہ پر کس طرح ہوتا ہے، ہمیں ایک بہت بنیادی اور انتہائی اہم بات کہنا ہے اور وہ یہ کہ اسلام محض دنیوی ترقی کے لیے نہیں آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مسلم امت کو دنیا میں حتمی طور پر ترقی وعروج کی ضمانت دیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور علی الاعلان کہتا ہے کہ 'وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ' (آل عمران ۳:۱۳۹) یعنی تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم (سچ مچ) مومن بن جاؤ۔ یعنی صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ اسلام پر عمل کرو لیکن اس کے باوجود اسلام کا بنیادی ترین اصول یہ ہے کہ وہ محض دنیوی ترقی و عروج کے لیے نہیں آیا بلکہ دراصل وہ اخروی ترقی و عروج کے لیے آیا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی ترقی کے لیے آیا ہے لیکن اگر ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ سارا قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور یہ کہ آخرت کے لیے دنیا کی قربانی دی جا سکتی ہے لیکن دنیا کے لیے آخرت کی قربانی نہیں دی جا سکتی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں آخرت کو دنیا پر حتمی ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ اسلام اصلاً آخرت کی کامیابی کے لیے آیا ہے لیکن اگر ہم اس کی تعلیمات پر عمل کریں تو دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ دنیا میں ترقی کا حتمی وعدہ مسلم امت سے ہے نہ کہ ہر مسلم فرد سے۔ یعنی مسلمان دنیا میں ضرور ترقی و عروج حاصل کریں گے بشرطیکہ مسلمانوں کی اکثریت اسلام کے رستے پر عملاً چلے اور وہ بحیثیت مجموعی اسلامی اصولوں پر کاربند ہوں۔ اگر مسلمان بحیثیت مجموعی اسلام پر عمل نہ کریں (محض دعویٰ ایمان کریں) اور حقیقی معنوں میں تھوڑے سے مسلمان ہی اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تو بے عمل مسلمانوں کی یہ اکثریت آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے محروم رہے گی اور دنیا میں بھی نکبت و رسوائی اس کا مقدر بنے گی اور جو تھوڑے بہت مسلمان حقیقتاً اسلامی اصولوں پر عمل کریں گے یقیناً انہیں بھی دنیا میں تکلیفوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، گو وہ آخرت میں ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔

تو خلاصہ یہ کہ اگر مسلمان بحیثیت مجموعی اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں حتماً کامیابی و ترقی کی بشارت دیتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلام محض مسلمانوں کی دنیوی ترقی کا خواہاں نہیں بلکہ اس کے نزدیک اصل کامیابی تو آخرت ہی کی کامیابی ہے اور جو وہاں کامیاب ہوگا وہی درحقیقت کامیاب ہے خواہ وہ بحیثیت فرد (معاشرے کی اکثریت کے اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے) دنیا میں ناکام ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

مسلمانوں کے عروج کے اسباب

۶۱۱ء کے ایک روشن دن جب فرشتے نے حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پہلی وحی نازل کی تو اس وقت آپؐ اسلام کے واحد علمبردار تھے۔ گھر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ (حضرت خدیجہؓ) سے ذکر کیا تو وہ اسلام لے آئیں، قریبی دوست (ابوبکرؓ) نے سنا تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور چچازاد بھائی (علیؓ) کو، جو ان کے ساتھ رہتا تھا، پتہ چلا تو اس نے بھی ساتھ دیا۔ اس طرح یہ قافلہ ایک سے دو، دو سے تین اور تین سے چار افراد پر مشتمل ہو گیا۔ پھر یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی رہی لیکن برسوں ضعف اور کس مپرسی کی کیفیت رہی۔ شعب ابی طالب میں بھوکے رہنا پڑا، طائف میں پتھر کھانے پڑے اور واپسی پر یہ کیفیت تھی کہ آنحضرتؐ کو شہر میں داخلے کا یارا نہ تھا، جان بچانے کے لیے کچھ لوگ ملک چھوڑ کے حبشہ چلے گئے حتیٰ کہ پیغمبرؐ کو بھی اپنا شہر چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ لینا پڑی اور وہاں بھی یہ عالم تھا کہ ہفتوں پیغمبر کے گھر چولہا نہ جلتا تھا اور جب دشمن نے حملہ کر دیا تو دفاع کے لیے تین سو تیرہ سے زیادہ آدمی میسر نہ آئے اور اس میں بھی اسباب کا یہ عالم تھا کہ دو سے تیسرا گھوڑا میسر نہ تھا لیکن جب پیغمبرؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو مدینے کی سلطنت جزیرہ نما عرب کے بڑے حصے تک پھیل چکی تھی۔ اور پھر اسی نسل نے یہ دیکھا کہ کسریٰ کا تاج ایک بدو سراقہ بن مالکؓ نے پہنا اور مدینے کی مسجد مال غنیمت سے بھر گئی اور پھر وہ دن بھی جلد ہی آ گئے جب زکوٰۃ دینے کے لیے مساکین ڈھونڈنا پڑتے تھے اور حد نظر تک زمین کو مجاہدین کے گھوڑوں نے روند ڈالا اور ہمارے شاعر کو کہنا پڑا کہ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ معلوم دنیا کے ایک بڑے حصے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور سطوت ان کے گھر کی لونڈی بن گئی۔ یہ کوئی افسانہ نہیں تاریخ نے ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی تمکنت اور عظمت کا بچشم سر مشاہدہ کیا ہے اور اس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کو یہ عروج کیونکر ملا؟ اس کی کئی توجیہیں کی جاسکتی ہیں اور کئی رنگ سے اس مضمون کو باندھا جاسکتا ہے لیکن ہم یہی کہیں گے کہ جب مسلمان دل و جان سے اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ ہو گئے اور انہوں نے قولاً و عملاً اس کو اپنا لیا تو اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں، آخرت تو انشاء اللہ ان کے لیے ہی ہے، دنیا میں بھی ان کو عزت و سربلندی ملی کیونکہ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ان فطری اور معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے جن پر عمل کسی بھی قوم کو ترقی و عروج سے ہمکنار کر سکتا ہے [اور جن کا ذکر پچھلی فصل میں آ چکا ہے]۔ ممکن ہے کوئی صاحب کہیں کہ اس دعوے کی دلیل کیا ہے؟ لہٰذا ہم ان معروضی اصولوں کا ایک ایک کر کے ذکر کریں گے اور ان کی تائید میں قرآن و سنت اور تعامل صحابہ سے شواہد پیش کریں گے اور آیئے ابتداء کرتے ہیں نظریۂ حیات سے حقیقی وابستگی سے جو دنیا میں ترقی کی بنیاد بلکہ اس کا اصل الاصول ہے۔

نظریۂ حیات سے وابستگی

کسی بھی قوم کی ترقی کی بنیاد اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ کسی نظریۂ حیات پر پختہ یقین اور اس سے محکم وابستگی رکھتی ہو۔ اس بات کو ہلکا نہ سمجھا جائے کیونکہ اسی سے نہ صرف فرد کی تکوین ہوتی ہے اور قوم اور ملت وجود میں آتی ہے بلکہ فرد ہو یا قوم اس کے اعمال و کردار اور اس کی کامیابی و ناکامی کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ ذہن میں رکھیے کہ انسانی شخصیت اور سیرت کی بنیاد ان تصورات پر قائم ہوتی ہے جو ذہن میں پوری قوت کے ساتھ راسخ ہو جائیں اور اتنا غلبہ حاصل کر لیں کہ انسان کی ساری عملی قوتیں انہی کے زیر اثر رہ کر کام کرنے لگیں۔ گویا انسانی سیرت کا منظم اور منضبط ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ کچھ خیالات پر پختہ یقین کے نتیجے میں اس کی ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستقل اور متعین سیرت بن جائے۔ کسی مستقل سیرت کے بغیر انسان کی عملی زندگی پراگندہ، متلون اور ناقابل وثوق رہتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس طرح کے یہ تصورات ہوں گے اسی طرح کی سیرت بنے گی اور ان تصورات پر یقین جتنا کمزور یا پختہ ہوگا اتنی ہی کمزور یا مضبوط سیرت بنے گی۔

یہ تو تھا فرد کی سیرت کا معاملہ، یہی صورت حال قوم اور ملت پر بھی منطبق ہوتی ہے یعنی جس طرح فرد کے اعمال کو پراگندگی سے نکال کر ضبط اور نظم کے دائرے میں لانے کے لیے کسی نظریۂ حیات سے وابستگی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اشخاص کے مجموعے (یعنی قوم اور ملت) کو انتشار اور تفرقہ کی حالت سے نکل کر منظم اور متحد جمعیت بننے کے لیے بھی یہی چیز درکار ہوتی ہے کہ سب افراد امت ایک ہی نظریۂ حیات سے وابستہ ہوں اور ایک ہی جیسے تصورات پر پختہ یقین رکھتے ہوں۔ اس وابستگی کے نتیجے میں قومی سیرت بنتی ہے اور اس سیرت کے زیر اثر افراد کے اعمال زندگی میں ہم آہنگی اور یک رنگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی بات اس مجموعہ اشخاص کو ایک خاص قوم یا ملت بناتی ہے۔

اب جس قوم یا ملت کے اصول حیات عمدہ اور تعمیری ہوں تو وہ قوم جب تک ان سے وابستہ رہتی ہے کامیاب و کامران رہتی ہے اور اگر اس کے اصول حیات ناقص اور غیر تعمیری ہوں تو خواہ وہ ان سے وابستہ ہی کیوں نہ رہے، وہ بہت جلد فساد فی الارض میں مبتلا ہو کر نابود ہو جاتی ہے۔

نظریۂ حیات سے وابستگی اور اس کے اثرات کے بارے میں مذکورہ اصول قرآن وسنت سے مستنبط شدہ ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ قرآن وسنت ان حقائق کو اپنی مخصوص اصطلاحات میں بیان کرتے ہیں جب کہ ہم نے انہیں عمومی اصولوں کی شکل دے دی ہے۔ اسلامی اصطلاح میں زندگی گزارنے کے اصولوں (یعنی نظریۂ حیات یا اصول حیات) کو عقیدہ کہتے ہیں اور ان اصولوں کو تسلیم کرنے کو ایمان لانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ کوئی شخص جب تک ایمان نہ لائے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان نہیں ہوسکتا بلکہ لغت اور اصطلاح میں مسلمان کہتے ہی اس شخص کو ہیں جو اسلام قبول کر لے اور اسلامی اصولوں پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ ہر پیغمبر اپنے مخاطبین سے پہلا تقاضا یہی کرتا ہے کہ وہ ایمان لائیں:

'وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ج وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ...' [الحدید ۵۷:۸]

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسولؐ تمہیں بلا رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔

'فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ...' [التغابن ۶۴:۸]

اے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس نور (کتاب) پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔

یہ مضمون قرآن حکیم میں کثرت سے آیا ہے مثلاً دیکھیے البقرہ ۲:۴۱، آل عمران ۳: ۱۷۹، النساء ۴:۴۷، ۱۷۰، المائدہ ۵:۱۱۱، الاعراف ۷:۱۵۸ اور الحدید ۵۷:۷ وغیرہ۔

پھر قرآن کہتا ہے کہ ایمان ہی وہ مضبوط بنیاد مہیا کرتا ہے اور وہ الحبل المتین اور العروۃ الوثقیٰ ہے جس کے سہارے آدمی صحیح زندگی بسر کر سکتا ہے اور ایمان ہی وہ نور ہے جس کی روشنی میں آدمی راہ راست پر چل سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [البقرہ ۲:۲۵۶-۲۵۷]

پس جو طاغوت کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک مضبوط رسی تھام لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اللہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے مددگار شیطان ہیں۔ وہ ان کو نور سے تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، وہ دوزخی ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

پھر قرآن کہتا ہے کہ کہ ایمان اور عمل صالح کا لازمی نتیجہ اللہ کی نصرت اور دنیاوی خوشحالی ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (الاعراف ۷:۹۶)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے جھٹلایا لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں ان کو پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

یہی بات سورہ ھود ۱۱:۳، ۵۲ میں بھی وضاحت سے کہی گئی ہے۔

اس کے بعد قرآن کہتا ہے کہ آدمی ایمان لائے بغیر جو اعمال بجا لائے وہ بے وزن اور نا قابل قبول ہیں اور ان کا نتیجہ بہر حال خسران اور ناکامی ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِىْ وَرُسُلِىْ هُزُوًا ۝ [الکھف ۱۸: ۱۰۳، ۱۰۶]

ان سے کہو کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال کے لحاظ سے کون لوگ سب سے زیادہ نامراد ہیں؟ وہ جن کی کوششیں دنیوی زندگی میں بے کار صرف ہو گئیں اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات کا انکار کیا اور یہ تسلیم نہ کیا کہ انہیں اس کے پاس حاضر ہونا ہے۔ اس وجہ سے ان کے اعمال اکارت گئے۔ قیامت کے دن ہم ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اعمال کو کوئی وزن نہ دیں گے اور وہ دوزخ میں جائیں گے۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مضحکہ اڑایا۔

اور بحیثیت ملت بھی ان کے بارے میں یہی فرمایا کہ ان کے درمیان اخوت کی بنیاد ایمان ہی ہے۔

'اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ .....' [الحجرات ۴۹: ۱۰]

اور دنیا میں ان کی عزت اور سربلندی بھی ایمان ہی کی بدولت ہے۔

'وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ' [آل عمران ۳: ۱۳۹]

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں بھی بنیادی اہمیت ایمان ہی کو حاصل ہے (یعنی اس بات کو کہ مسلمان کچھ بنیادی تصورات کو مانیں اور ان پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزاریں)۔ یہی ایمان ان میں انفرادی سطح پر تعمیر سیرت کی بنیاد ہے اور یہی ان کے درمیان اجتماعی سطح پر اخوت کی اساس ہے اور اسی پر دنیا و آخرت میں ان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ اور یہی ہمارا مقدمہ ہے جو ہم ثابت کرنا چاہ رہے تھے کہ کوئی بھی قوم صرف اسی وقت قوم بنتی ہے اور اسی وقت دنیا میں عروج حاصل کر سکتی ہے جب وہ کچھ اصولوں کو مانے اور ان کے مطابق زندگی گزارے۔

اب ہم ایک ایک کر کے ان وسائل کا ذکر کریں گے جو دنیا میں ترقی کی اساس ہیں اور قرآنی شواہد سے بتائیں گے کہ اگر اسلامی احکام پر عمل کیا جائے تو ان فطری اور معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔

انسانی وسائل

۱۔ محنت

کوئی قوم جب تک قوت عمل نہ رکھتی ہو، ترقی نہیں کر سکتی اور یہ قوت عمل نتیجہ ہوتی ہے اس کے تصور حیات سے اس کی وابستگی کا۔ اگر کسی قوم کا تصور زندگی یہ ہو کہ دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بری چیز ہے اور اس میں دلچسپی لینا برا ہے تو رہبانیت اور مذمت دنیا کا یہ وطیرہ اسے زندگی میں جدوجہد پر کیسے ابھار سکتا ہے؟ اسی طرح اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات اسے عمل پر ابھارتا ہو لیکن وہ اس نظریۂ حیات پر عمل ہی نہ کرے تو وہ دنیا میں ترقی کیسے کر سکتی ہے؟ آیئے اب دیکھیں کہ اسلام کس طرح ہمیں عمل اور محنت پر ابھارتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ دنیا انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اسی کے لیے تسخیر کی گئی ہے:

'اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِى فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ' (الحج ۲۲:۶۵)

'کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے۔ وہی اپنے حکم سے آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔ بے شک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا اور مہربان ہے'

لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ دنیا کو استعمال کرے اور اس سے اپنا حصہ وصول کرے:

'وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا' [القصص ۲۸:۷۷]

'اور اس دنیا میں سے اپنے حصے کو نہ بھولو'

اس کے ساتھ ہی قرآن نے مسلمانوں کو عمل پر اکسایا لیکن ساتھ ہی خبردار بھی کر دیا کہ جو کچھ کرو گے اس کے نتائج کے ذمہ دار تمہی ہو گے:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. [التوبہ ۹:۱۰۵]

'اور اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہیں کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان دیکھیں گے اور تم جلد اس خدا کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو ظاہر اور غیب کا علم رکھتا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا، جو تم کرتے رہے تھے'

اور عمل صالح کو ایمان کا لازمی نتیجہ اور جزو لاینفک قرار دیا۔

'اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا' [الکھف ۱۸:۳۰]

'بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ایسے نیکو کاروں کے اجر کو ہم ضائع نہیں کریں گے'

ان تعلیمات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن ہمیں دنیا برتنے اور اس میں آگے بڑھنے کا حکم دیتا ہے اور اس کے لیے محنت و عمل پر ابھارتا ہے (یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ جب اسلام ہمیں دنیا سے محبت نہ کرنے کا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا سے محبت نہ کرو نہ یہ کہ دنیا کو برتو ہی نہیں)۔ مذکورہ بالا قرآنی تعلیمات کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی اس طرح تربیت کی کہ ایک دفعہ آپؐ نے چند لوگوں سے بیعت لی تو انہیں اپنے کام خود کرنے اور لوگوں سے سوال نہ کرنے کی تلقین کی۔ ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر سواری پر جاتے ہوئے ہاتھ سے (جانور کو ہنکانے والی) چھڑی بھی گر جاتی تو سواری کھڑی کر کے اترتے اور خود اٹھاتے، کسی کو تکلیف نہ دیتے[1] اور وہ واقعہ تو بہت مشہور ہے ہی جس میں ایک صحابی نے آپؐ سے مالی امداد کا سوال کیا تو آپؐ نے برا منایا اور کہا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا غریب آدمی ہوں میرے گھر میں کیا رکھا ہے سوائے ایک چادر اور پانی پینے کے پیالے کے۔ آپؐ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ وہ لے آیا تو آپؐ نے

۱۔ سنن لابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں نیلام کر دیا اور جو پیسے ملے اسے دیتے ہوئے کہا کہ کچھ سے گھر کی ضرورت پوری کرو اور باقی سے کلہاڑا اور رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرو۔ اس نے یہ محنت کا کام شروع کر دیا اور بآسانی گھر کا خرچ چلانے لگا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا مانگنے سے یہ بہتر نہیں کہ تم اس طرح محنت کر کے کماؤ اور کھاؤ۔ (۱)

۲۔ اتحاد

کوئی قوم اور معاشرہ جب تک ہر سطح پر، ملی سطح پر، قومی سطح پر، خاندان کی سطح پر، سیاسی طور پر، معاشی طور پر غرض ہر لحاظ سے پوری طرح متحد اور یکجان نہ ہو وہ نہ تو طاقتور ہو سکتا ہے اور نہ قوموں کی برادری میں اس کی کوئی عزت اور وقار ہو سکتا ہے۔ اتحاد کی برکات کا مظاہرہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بھی عموماً کرتے رہتے ہیں اور بچپن سے وہ کہانی پڑھتے آئے ہیں کہ ایک بوڑھا باپ بیٹوں کو سمجھانے کے لیے چھڑیوں کا ایک گٹھا لایا اور کہا کہ انہیں توڑو، کوئی بیٹا بھی انہیں نہ توڑ سکا اور جب اس نے کہا کہ ایک ایک چھڑی کر کے توڑو تو ہر ایک نے آسانی سے انہیں توڑ لیا۔ اتحاد کی انہی برکات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد رہنے کا حکم دیا اور فرمایا:

'وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا' [العمران ۳:۱۰۳]

اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور باہمی اختلاف سے الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

'مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ'

[الشوریٰ ۴۲:۱۳]

'اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور اے نبیؐ اسی دین کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور اسی پر چلنے

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فی المسألۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا حکم ہم نے ابراہیمؑ کو، موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ اس دین پر قائم رہو اور اس میں اختلاف نہ پیدا کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۔ 'مومنوں کے باہمی تعلق کی مثال جسم انسانی کی سی ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو بخار اور بے آرامی ہوتی ہے'(۱)

۔ 'مسلمانوں کی مثال ایک عمارت کی سی ہے جس کی اینٹیں باہم دگر پیوست ہو کر ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی اور عمارت بناتی ہیں'(۲)

اسلام کی انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ مسلمان کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے ان کے ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ ایک جنگ میں ایک شخص ایک زخمی کو پانی پلانے لگا تو قریب سے آواز آئی 'پانی'۔ اس نے اشارہ کیا کہ میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ وہ وہاں پہنچ کر زخمی کو پانی پلانے لگا تو ایک تیسرا زخمی پکار اٹھا 'پانی' اس زخمی نے کہا کہ پہلے میرے دوسرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ وہ وہاں پہنچا تو اس کی روح اعلیٰ علیین میں پہنچ چکی تھی۔ وہ پانی پلانے والا واپس پہلے زخمی کے پاس پہنچا تو وہ بھی واصل بحق ہو چکا تھا۔ وہ دوسرے زخمی کی طرف لوٹا تو وہ بھی اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔ اتحاد و ایثار کی یہ مثالیں تاریخ میں یکتا ہیں اور جب مسلمانوں میں اتحاد کی یہ سپرٹ پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ یہ تمہاری دانش و منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں بلکہ تم پر ہماری مہربانی اور ہماری بھیجی ہوئی تعلیمات کا نتیجہ ہے:

'وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم۔
۲۔ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تراحم المومنین وتعاطفہم وتعاضدھم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَهْتَدُوْنَ' [العمران ۳:۱۰۳]

'اور اللہ کا یہ انعام نہ بھولو جو اس نے تم پر کیا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اس سے پہلے تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے مگر اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ'

انہی تعلیمات نے مسلمانوں کو رنگ، نسل، زبان، خاندان، علاقے کے اختلاف کے باوجود ایک متحد امت بنا دیا یہاں تک کہ قریش کا نامور سردار اور عربوں کا عظیم قائد (عمرؓ ابن خطاب) افریقہ کے ایک حبشی غلام کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہہ کہ پکارتا تھا اور عباسی خلیفہ مستعصم غصے سے لبیک کہتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا جب اسے پتہ چلا کہ ایک مسلمان بچی نے سندھ کے پانیوں سے اسے مدد کے لیے پکارا ہے اور اس نے ایک لشکر جرار اس بچی کی فریاد رسی کے لیے بھیجا جس نے راجہ داہر کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جس نے مسلمانوں کے لیے فتح ہند کے دروازے کھول دیئے۔

۳۔ تنظیم

کوئی قوم اس وقت ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ منظم نہ ہو کیونکہ قوت تنظیم ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس جماعت میں تنظیم نہ ہو اس میں قوت عمل پیدا ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ایک مضبوط ریاست کا نظم و نسق بھی اگر ڈھیلا پڑ جائے اور اس کی انتظامی مشینری فعال نہ رہے تو اسے بگڑنے اور تباہ ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اسلام کے سارے اصول اور ادارے مسلمانوں کو منظم کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا اخلاق و معاشرت سے۔ نماز ہی کو لیجیے، مسلمانوں پر باجماعت نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی جس میں محلے کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر ہر ہفتے جمعہ فرض کیا گیا جس میں ساری آبادی جمع ہوتی ہے اور سال میں دو بار عید فرض کی گئی جس میں ارد گرد کی ساری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آبادیاں جمع ہوتی ہیں، پھر حج فرض کیا گیا جس میں ہر سال ساری امت اور سارے مسلم ممالک کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان ساری سطحوں پر منظم اجتماعات سے باہمی اخوت میں اضافہ ہوتا ہے اور مسائل کی تنقیح اور حل کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ پھر نماز میں صف بندی کا حکم دیا گیا اور صفوں کو سیدھا رکھنے کی سختی سے تاکید کی گئی پھر صفوں میں بھی ترتیب رکھی گئی کہ پہلے بڑے کھڑے ہوں پھر بچے اور آخر میں عورتیں۔ پھر یہ حکم دیا کہ ارکانِ نماز میں سختی سے امام کی پیروی کرو۔ نہ اس سے پہلے رکوع وسجود کرو اور نہ اس کے رکوع وسجود کے بعد اس کی پیروی میں تاخیر کرو (۱) معاشرت میں دیکھیے تو معاشرے کی بنیادی اکائی کے طور پر خاندان کو منظم کیا گیا اور وہاں ہر فرد کا دائرۂ کار متعین کیا گیا اور میاں بیوی اور والدین واولاد سب کے حقوق وفرائض صراحت سے طے کر دیے گئے۔ سیاسی حوالے سے دیکھیے تو اسلام نے ریاست وحکومت کے قیام کو مسلم معاشرے کے لیے فرض قرار دیا اور ایک حکومت اور ایک حکمران کا تصور دیا اور یہاں تک فرمایا کہ ایک آئینی حکمران کے ہوتے کوئی دوسرا دعوی حکمرانی کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ (۲) اسلام نے تنظیم کا یہاں تک حکم دیا کہ اگر دو آدمی سفر پر نکلیں تو ایک کو ضرور امیر بنالیں۔ (۳)

اسلام کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ وہ عرب جو اپنی خودسری میں ضرب المثل تھے اور جزیرہ نما عرب میں کسی حکومت کا وجود تک نہ تھا، مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اتنے منظم ہو گئے کہ کوئی دوسری قوم اتنی منظم نہ تھی۔ اس تنظیم کا یہ اثر تھا کہ آپؐ نے مدینہ پہنچتے ہی اپنی حکومت وہاں قائم کر لی اس کے باوجود کہ مسلمان اس وقت اکثریت میں نہ تھے۔ بعد کی ساری فتوحات اور کامیابیاں بھی اسی تنظیم کی بدولت تھیں۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم سبق الامام برکوع اور بسجود ونحوھما
۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب اذا بویع لخلیفتین
۳۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب سفر الاثنین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ منصوبہ بندی

یہ کائنات جس میں ہم رہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی بے نظیر منصوبہ بندی کا ایک شاہکار ہے۔ جس طرح تدریج کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر ان میں ہر وہ چیز پیدا کی جس کی انسان کو ضرورت پڑنے والی تھی، اس کی منصوبہ بندی کے بارے میں اگر انسان غور کرے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی توجہ دلائی ہے، چنانچہ فرمایا:

'اَلَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِی خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ . فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ' ۔

[الملك ٦٧:٣، ٤]

'اس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے تم خدائے رحمان کی اس تخلیق میں کوئی نقص نہیں دیکھو گے۔ پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو کہیں تمہیں کوئی نقص دکھائی دیتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ دوڑا کر دیکھو، تمہاری نظر تھک ہار کر ناکام واپس لوٹ آئے گی'

پھر آفاق سے انفس کی طرف آیئے تو بھی انسان اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے بشرطیکہ وہ چشم بصیرت استعمال کرے۔ دیکھیے عورت و مرد کے اعضاء کا توالد و تناسل کے لیے موزوں بنانا، پھر نطفے کو رحم میں پہنچانا، وہاں کئی مرحلوں میں اس کی پرورش کرنا، پھر انسان کی پیدائش، طفولت کی کمزوریاں، جوانی کا زور، پھر بڑھاپے کے عوارض پھر فنا لیکن نسل کا تسلسل جاری رہنا، یہ کیسی عظیم منصوبہ بندی ہے!

پھر انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ نے پیغمبروں کو ماڈل بنایا اور ان کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا۔ اگر آپ اس منہج کی تفصیلات پر غور کریں کہ اللہ نے ان کو ماڈل کس طرح بنایا تو اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی پر دنگ رہ جائیں گے۔ [تفصیل کا موقع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہم صرف اشارے پر اکتفا کریں گے]۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیے کہ انہیں ایک بت تراش کے گھر پیدا کیا، ان کے ہاتھوں سے بتوں کو تڑوایا، انہیں آگ میں ڈالا گیا، آپ کی مساعی کو دیکھیے کہ ہجرت کی اور ساری معلوم دنیا میں اپنی اولاد کو پھیلا دیا۔ عرب کے صحرا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آباد کیا، فلسطین میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اور مشرق میں بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو۔ اس منصوبہ بندی کے اثرات دنیا میں آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال لیجیے کہ کس طرح ان کو طفولت میں قتل ہونے سے بچایا، بدترین دشمن کے گھر میں ان کی پرورش کی، سگی ماں کے دودھ کا انتظام کیا، پھر جب بڑے ہو گئے تو حسن تربیت کے لیے اس گندے ماحول سے نکال کر ایک پیغمبر کے پاس پہنچا دیا، واپسی پر پیغمبری سے سرفراز کیا اور بنی اسرائیل کو فرعونی مظالم سے نتائج دلوائی۔ اور ہاں! حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھی کم حیرتناک نہیں، کنویں میں ڈالا جانا، عزیز مصر کے گھر میں پرورش، جیل کی سختی، عورتوں کے فتنے سے بچنا، پھر خود عزیز مصر بن جانا اور کمال منصوبہ بندی سے لوگوں کو قحط سے بچانا وغیرہ۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ لیجیے۔ آپ ﷺ کو بنی اسماعیل میں پیدا کیا اور وہ بھی صحرا کے بدوؤں میں جہاں کرداری اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ کو مشقت میں پروان چڑھا کر کندن بنایا (باپ، ماں پھر دادا کا فوت ہو جانا اور پرورش کرنے والے چچا کا غریب ہونا وغیرہ)۔ پھر ایک مالدار خاتون سے شادی، تجارت کا تجربہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی اوصاف کا اثبات کہ بعثت سے پہلے صدیق و امین کہلائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں آنحضرتؐ کی منصوبہ بندی پر غور کیجیے: پسے ہوئے طبقے (غلاموں وغیرہ) کو منظم کرنا، مکہ میں مظالم بڑھنے پر صحابہ کو ہجرت حبشہ کا حکم دینا، مکہ میں دعوت کی زرخیزی کم دیکھ کر طائف میں پاؤں جمانے کی کوشش کرنا، مدینہ کی صورت میں متبادل مرکز قائم کرنا۔ ہجرت کی منصوبہ بندی دیکھیے: کافروں کو بل دینے کے لیے غار میں چھپ جانا، مدینہ جانے کے لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راستہ اختیار کرنا تا کہ کوئی پکڑ نہ سکے، مدینہ میں مؤاخات کا نظام قائم کرنا اور یہودیوں کو ساتھ ملا لینا، کفار مکہ کی اقتصادی شہ رگ پر ہاتھ ڈالنا، مدینہ کے معاشرے اور ریاست کے سارے شعبوں کو منظم کرنا پھر بالآخر بغیر کشت وخون کے مکہ کو فتح کر لینا، پھر ساری دنیا کے حکمرانوں کو دعوت اسلام دینا، مسلمانوں کو متحد کرنا..... غرض ایک ایک بات پر غور کرتے جایئے تو عقل کام نہیں کرتی کہ کس حیرت انگیز منصوبہ بندی سے آپ نے یہ سارے کام کیے۔

پھر آپ کے تتبع میں کس طرح حضرت ابوبکرؓ نے معاملات کو سنبھالا، سیاسی قیادت کا مسئلہ بغیر کشت وخون حل کیا، بغاوتوں کو دبایا، امن وامان قائم کیا، انتقال سے پہلے حضرت عمرؓ جیسے دلیر اور عاقل آدمی کو نامزد کر کے اس کی بیعت کروائی۔ پھر حضرت عمرؓ کے کارناموں پر نظر ڈالیے: فتوحات کی کثرت، مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام، سوشل سیکیورٹی کے نظام کا قیام، باقاعدہ فوج بنائی، چھاؤنیاں قائم کیں، فوجی اور سول بیوروکریسی کا ڈھانچہ قائم کیا۔ عدالتی نظام کھڑا کیا، جیلیں بنائیں۔ غرض آپ جتنا بھی غور کرتے جائیں گے، عقل دنگ رہ جائے گی کہ ایک بدو عرب میں اتنی عقل، اتنی فراست اور اتنی منصوبہ بندی کہاں سے آگئی؟

تو خلاصہ یہ کہ اللہ یہ کائنات محیر العقول منصوبہ بندی سے چلا رہا ہے۔ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو منصوبہ بندی سکھائی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو منصوبہ بندی سکھائی۔

۵۔ پابندیٔ قانون

کوئی قوم اور جماعت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ برضاء ورغبت ان قوانین اور قواعد وضوابط کی پابندی نہ کرے جو حکومت نے قوم کے اختیار کردہ نظریۂ حیات کے نفاذ کے لیے وضع کیے ہوں۔ یاد رہے کہ تعزیر اور سزا کے ڈر سے قانون کی پابندی کرنا اطاعت کا آخری اور ناپسندیدہ ترین درجہ ہے۔ اطاعت کا حسن اور نتیجہ خیزی اس امر میں مضمر ہے کہ افراد معاشرہ قانون پر خوشی ورضامندی سے عمل کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے اپنے ماننے والوں میں اللہ کی محبت اور اس کی خشیت کی بنیاد پر یہی سیرت پروان چڑھائی اور مسلمانوں کے اندر یہ شعور پیدا کیا کہ اگر تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرو گے تو وہ تم سے خوش ہوگا اور ابدی نعمتوں سے نوازے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو اس کی ناراضی اور عذاب شدید مول لینا پڑے گا۔ اس تعلیم سے مسلمانوں کے ضمیر اتنے بیدار ہو گئے کہ دنیوی نقصان سے قطع نظر ان کے لیے اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی ممکن ہی نہ رہی اور اسی تربیت کے نتیجے میں عہد نبوی اور دور صحابہ میں مسلمانوں نے خوشی و رغبت سے پابندیٔ قانون کی ایسی حیرتناک مثالیں پیش کیں کہ اس کی نظیر انسانی تاریخ سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کی ایک مثال حضرت ماعزؓ کا واقعہ ہے کہ جن سے جرم زنا سرزد ہو گیا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس آئے اور صراحت سے کہا کہ ان سے یہ جرم سرزد ہو گیا ہے اور وہ اس کا اقرار اس لیے کر رہے ہیں کہ دنیا ہی میں اس کی سزا کاٹ لیں اور آخرت میں اللہ کی سزا سے بچ جائیں چنانچہ انہیں سنگسار کر دیا گیا[1] اور اس سے زیادہ حیرتناک واقعہ غامدیہ کا ہے کہ جس سے یہی جرم سرزد ہوا اور جب حضور ﷺ نے اسے ٹالنے کی کوشش کی تو اس نے کہا ماعز کی طرح مجھے ٹالیے نہیں میں تو پاک ہونا چاہتی ہوں۔ اسے کہا گیا کہ وضع حمل کے بعد آنا۔ وہ بچے کی پیدائش کے بعد آئی تو اسے کہا گیا کہ بچے کی پرورش کرو پھر آنا، پھر وہ اس حالت میں حضورؐ کے پاس آئی کہ اس کا بچہ روٹی کا ٹکڑا کھا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اب تو آپؐ کے پاس کوئی عذر مجھے پاک نہ کرنے کا نہیں رہا۔ چنانچہ آپؐ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پھر جب اسے سنگسار کیا گیا تو خون کے چند چھینٹے حضرت خالدؓ بن ولید کے کپڑوں پر پڑے تو انہوں نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے اس خاتون کے بارے میں نازیبا الفاظ منہ سے نکالے۔ حضورؐ نے جب وہ الفاظ سنے تو ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ کی قسم! اس نے

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی توبہ کی ہے کہ سارے مدینہ کے لیے کافی ہو۔ (۱)

اور اسی طرح کا حیرتناک واقعہ حضرت ابو محجن ثقفیؓ کا ہے جو شاعر تھے اور مدح شراب کے جرم میں قید تھے۔ قادسیہ کی جنگ جاری تھی۔ حضرت محجنؓ نے سالار کی اہلیہ کی منت کی کہ انہیں جہاد میں حصہ لینے کے لیے آزاد کرے اور وعدہ کیا کہ اگر وہ زندہ رہے تو واپس آ کر خود ہتھکڑی پہن لیں گے۔ ان کی منت سماجت سے متاثر ہو کر سپہ سالار کی اہلیہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت ابو محجنؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور بیسیوں کافروں کو تہہ تیغ کیا اور شام کے وقت واپس آ کر جیل کے کمرے میں بیٹھ گئے اور ہتھکڑی پہن لی۔ ان کو لڑتے ہوئے پہچان لیا گیا اور سپہ سالار کی تفتیش پر واضح ہو گیا کہ وہی لڑنے کے لیے گئے تھے۔ سپہ سالار (حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) نے خوش ہو کر ان کی سزا معاف کر دی اور انہوں نے بھی وعدہ کیا کہ آئندہ اپنے شعروں میں شراب خانہ خراب کی مدح نہ کریں گے۔ (۲) اس واقعہ میں عظمت و عبرت کے کئی پہلو ہیں، ہم نے اس حوالے سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابو محجنؓ جیل سے رہا ہونے کے بعد اپنی مرضی سے واپس آئے اور آ کر خود ہتھکڑیاں پہن لیں۔ کیا رضا کارانہ پابندی قانون کی اس سے بڑی مثال بھی ممکن ہے؟

۶۔ ایثار و قربانی

کسی جماعت کے افراد میں جب تک اپنے ذاتی مفاد کو جماعتی مفاد پر قربان کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو وہ ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ ایک آدمی کا ذاتی مفاد خواہ وہ بظاہر بڑا ہی کیوں نہ ہو، اجتماعی مفاد کے مقابلے میں حقیر ہوتا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایک لازمی صفت یہ بتائی کہ وہ ہمیشہ ایثار پیشہ ہوتے ہیں، خواہ وہ خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں:

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی المراۃ التی امر النبیؐ رجمھا من جھینہ

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۸۵، مکتبہ المعارف بیروت ۱۹۶۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [الحشر ۵۹:۹]

"اور وہ انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں اور جنہوں نے اپنے آپ کو لالچ سے محفوظ رکھا وہی فلاح پائیں گے۔"

اس کا بہترین نمونہ انصار نے اس وقت پیش کیا جب مہاجرین کی ایک خاصی تعداد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تو ظاہر ہے اتنے آدمیوں کے لیے خوراک اور رہائش کا فوری انتظام کرنا ممکن نہ تھا۔ اس کا آپ نے یہ حل سوچا کہ مہاجرین و انصار میں مواخات کرا دی یعنی ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی قرار دے کر اسے اس کا کفیل بنا دیا کہ اس کی رہائش اور روزگار اب اس کی ذمہ داری ہے۔ اس موقع پر ایثار کے ایسے ایسے عظیم الشان واقعات پیش آئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اکثر انصار نے اپنے مال و اسباب کا نصف اپنے مہاجر بھائی کو پیش کر دیا اور ایک صاحب نے تو یہاں تک کیا کہ مہاجر بھائی سے کہا، میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جو تمہیں پسند ہو، اس کو طلاق دے دیتا ہوں، تم اس سے نکاح کر لو۔ یہاں تک کہ وراثت کے قوانین نازل ہونے سے پہلے اس طرح کی مواخات میں وراثت بھی منتقل ہوتی تھی۔

قرآن نے مسلمانوں میں یہ سپرٹ پیدا کی کہ وہ دوسروں کی ضرورتوں کا خیال رکھیں چنانچہ مومنوں کی یہ صفت گنوائی کہ وہ

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا [الدھر ۷۶:۸]

"یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

چنانچہ ان کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک صحابی کو اس کے کسی دوست نے بکرے کی سری بھیجی۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ فلاں اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے اس کو بھجوا دی۔ اس نے بھی یہی سوچ کر آگے کسی اور بھائی کو بھجوا دی۔ اس طرح سات گھروں کے چکر لگا کر وہ سری پھر اسی آدمی کے پاس پہنچ گئی۔ (۱)

اور اس میں مسلم و غیر مسلم کی تمیز بھی نہ تھی چنانچہ بدر میں جو مشرکین مکہ گرفتار کیے گئے اور کفالت کے لیے مختلف مسلمان گھروں میں بانٹ دیے گئے، ان میں سے بعض نے گواہی دی کہ مسلمان ہمیں کھانے کو سالن روٹی دیتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ (۲)

کسی اعلیٰ سے اعلیٰ نظریۂ حیات کا محض جان لینا اور مان لینا کافی نہیں ہوتا جب تک آدمی اس پر پختہ یقین نہ رکھے اور ثابت قدمی سے اس پر ڈٹا نہ رہے اور اس پر عمل اور اس کے نفاذ کے لیے ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی دینے پر تیار نہ ہو چنانچہ قرآن کہتا ہے:

[فصلت ۴۱:۳۰]

'إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ'

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے تو یقیناً ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اندیشہ نہ کرو اور غم نہ کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

یہاں استقامت سے مراد ہے ثابت قدم رہنا، ہر حال میں اس پر ڈٹے رہنا،

۱۔ مولانا جلیل احسن ندوی، زادِ راہ، ص ۳۴۲، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۷ء

۲۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۴۷۵، عیسیٰ بابی الحلبی القاہرۃ ۱۳۸۴ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا۔

'وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ' [البقرہ ۲:۱۵۵]

'اور ہم تمہیں بعض آزمائشوں میں ضرور مبتلا کریں گے جیسے دشمن کا خطرہ، فاقے کا ڈر، مال کا نقصان، جان کی ہلاکت اور قحط کی مصیبت اور پھر خوشخبری ہے ان کے لیے جو ثابت قدم رہیں'۔

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کو اپنی بعض کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے زک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ تمہارے سامنے تو ایک بڑا مقصد ہے (یعنی اللہ کی رضا جوئی) جبکہ کافر جن کے سامنے کوئی بڑا مقصد حیات نہیں وہ بھی تو شکستیں کھانے کے باوجود تم سے برابر مقابلہ کیے جا رہے ہیں:

'وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا'

[النساء ۴:۱۰۴]

'اور دشمن کا پیچھا کرنے سے ہمت نہ ہارو۔ اگر تم دکھ اٹھاتے ہو تو تمہارا دشمن بھی تمہاری طرح دکھ اٹھاتا ہے لیکن اللہ سے اجر و ثواب کی جو امیدیں تم رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے'

اور عملاً دیکھیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے دین پر قائم رہنے کے لیے کتنی مصیبتیں اٹھائیں اور تکلیفیں سہیں۔ ان کو گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ تپتے صحرا میں لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیے جاتے، مارا پیٹا جاتا۔ معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ لوگ جانیں بچانے کے لیے شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر جب مدینے میں ان کو ذرا سہارا ملا تو وہاں بھی ان کو نیست و نابود کرنے کے لیے ان پر مسلح حملے کیے گئے۔ غرض کون سی قربانی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ دینا پڑی یہاں تک کہ سختیوں سے گھبرا کر اور جدوجہد کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلتے دیکھ کر بعض لوگ مضطرب ہو گئے اور پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اس وقت آنحضرتؐ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، روایت میں آتا ہے کہ یہ سن کر آپؐ کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو گیا، آپؐ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا "تم سے پہلے وہ لوگ ہو گزرے ہیں جنہیں زندہ حالت میں آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا یا لوہے کی کنگھی سے زندہ حالت میں ان کا گوشت ہڈیوں سے جدا کر دیا گیا لیکن وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ خدا کی قسم! وہ وقت آنے والا ہے جب ایک شخص اکیلا صنعاء سے چل کر حضر موت تک پہنچے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا مگر تم جلدی کرتے ہو[1] (مطلب یہ کہ اپنے ایمان پر قائم رہو، اللہ کی مدد ضرور آئے گی) اور جب اللہ تک یہ فریاد پہنچی تو حکم صادر ہوا:

"اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ، مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ"

[البقرہ ۲:۲۱۴]

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آرام اور مزے سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں گزرے جن سے پہلے لوگوں کو سابقہ پیش آیا تھا وہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہوئے، انہیں جسمانی اذیتیں دی گئیں اور خوف و ہراس نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وقت کا رسول اور اس کے اہل ایمان ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (کہو) اللہ کی مدد (بہت) قریب ہے۔"

اور پھر غزوۂ بدر میں، جو حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا، حضرت مقدادؓ اور حضرت سعد

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن معاذؓ کے یہ الفاظ تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہ کہیں 'جاؤ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو' بلکہ ہم تو عرض کرتے ہیں کہ ہماری جانیں حاضر ہیں چاہے صحرا میں لڑائیے چاہے سمندر میں، آپ ہمیں پیچھے نہیں پائیں گے۔ (۱)

غرض یہ کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ محض ایمان نہیں لائے تھے بلکہ جس نظریے پر وہ ایمان لائے تھے اس پر عمل کے لیے اور اسے نافذ کرنے کے لیے انہوں نے ہر قربانی دی، اس کے لیے جانیں لڑا دیں تب جا کر غلبہ عطا ہوا تھا اور ہماری یہ حالت ہے کہ محض نام کے مسلمان ہیں اور دینی احکام پر عمل کرنے کے لیے ذرا سی بھی مشقت برداشت کرنے اور قربانی دینے کے لیے تیار نہیں تو پھر اللہ کی طرف سے نصرت اور غلبہ کیسے آئے؟

نمونی وسائل

۱۔ تعلیم و تربیت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس میں تعلیم عام نہ ہو۔ تعلیم سے مراد ہے شیوع علم اور اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے۔ دینی اور دنیوی۔ بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ و تحقیق پر مبنی ہو یا عقل و فکر پر۔

حسن اتفاق دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر جس شخص کا انتخاب کیا وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا (اور اللہ بہتر جانتا تھا کہ اس نے کس کو منتخب کرنا ہے [الانعام ۶:۱۲۴]) لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے اس پیغمبر پر پہلی وحی بھیجی تو اسے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔

۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۳ ص ۲۶۲، مکتبہ المعارف بیروت ۱۹۶۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ'

(العلق ۹۶: ۳-۵)

'پڑھو اور یقین رکھو کہ تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ وہی ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا'

یعنی پیغام ہدایت بھیجنے والا بھی معلم اور العلیم اور جو پیغام بھیجا گیا وہ یہ کہ 'پڑھو' اور پھر ڈیوٹی یہ لگائی کہ 'دوسروں کو پڑھاؤ'۔

'کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ'

[البقرة ۲: ۱۵۱]

'اور ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا ہے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے'

چنانچہ اس پیغمبر کی ساری عمر تعلیم میں ہی گزر گئی اور تحدیث نعمت اور اظہار حقیقت کے طور پر فرمایا کہ میں تو ہوں ہی معلم (انما بعثت معلما)[1] اور آخری عمر میں جب حج کے موقع پر سارے مسلمان اکٹھے تھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے؟ تو سب نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور عرض کیا 'اے اللہ! گواہ رہنا'[2] یہ تھے پیغمبر اسلام، معلم انسانیت۔

اور اسلام میں علم کی یہ اہمیت کیوں ہے؟ اس لیے کہ صحیح علم کے بغیر آدمی خدا کو پہچان سکتا ہے اور نہ اس کائنات میں اپنی حیثیت کو۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء علی طلب العلم

۲۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ' [العمران ۳:۷]

'اور جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم (متشابہ آیات پر بھی) ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سبھی طرح کی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہوں'

'اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ'

[فاطر ۳۵:۲۸]

بے شک اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوں'

اسی لیے قرآن نے فرمایا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے (الزمر ۳۹:۹) بلکہ اہل علم کا درجہ تو بہت بلند ہے (یوسف ۱۲:۷۶)

اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں: 'طلب العلم فریضه علی کل مسلم '(۱) لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس حکم میں صرف دینی علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے بلکہ بنیادی علم یعنی لکھنا پڑھنا جاننا بھی اس سے مراد ہے جس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور مدینے میں بھی ایسے لوگ کم تھے اور آنحضرتؐ کو اس کمی کو پورا کرنے کا اتنا خیال تھا کہ بدر میں جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے عالم نے اس موقع پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ (۲)

اس میں سائنسی تعلیم بھی شامل ہے چنانچہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۲ ص ۱۴، القاہرہ، ۱۳۷۹ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'قُلْ سِيْرُوا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَا الْخَلْقَ'

[العنکبوت ۲۹:۲۰]

'اے نبیؐ ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا'

اور مسلمانوں کو مظاہر فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے:

'اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ' [البقرہ ۲:۱۶۴]

بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس کے ذریعے مردہ زمین کا زندہ ہو جانا، روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہونا، یہ ان لوگوں کے لیے اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'۔

اور مسلمانوں کو کائنات کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لیے ہی تو بنایا ہے:

'اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'

[لقمان ۳۱:۲۰]

'کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا' [البقرہ ۲:۲۹]

[۶:۰۶ ت یہ جمیعا]

'اور اسی (اللہ) نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے'

اس میں دوسری زبانیں سیکھنا بھی شامل ہے، چنانچہ آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ عبرانی سیکھو تو انہوں نے تھوڑے سے عرصے میں عبرانی زبان سیکھ لی (۱)

اس میں دینی تعلیم کے علاوہ دوسرے امور میں غیر ملکوں سے استفادہ بھی شامل ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ

'کَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا'

'یعنی علم و حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں بھی ملے وہ دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے'

اس مثال سے نظری تعلیم کے علاوہ عملی فنون بھی شامل ہیں چنانچہ آپؐ نے مدینہ میں نیزہ بازی کی تربیت کا انتظام کیا اور مختلف کھیلوں کی حوصلہ افزائی فرمائی (۲)

اس مثال سے تربیت و تزکیہ بھی شامل ہے یعنی تعلیم کا مقصود محض علم دینا نہیں بلکہ اس علم کے مطابق شخصیت کی عملی تعمیر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض گنوائے وہاں تعلیم کے ساتھ تزکیے کا ذکر ضرور کیا ہے دیکھئے بطور مثال

'لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ' [العمران ۳:۱۶۴]

۱۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب روایۃ حدیث اہل الکتاب

۲۔ سنن ترمذی، کتاب العلم، باب (ماجاء) فی فضل الفقہ علی العبادۃ

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے شک اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ انہی میں سے ان کے درمیان ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس کی بعثت سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

قرآن و سنت کی ان تعلیمات اور ان پر عمل ہی کا یہ اعجاز تھا کہ بہت جلد مسلمانوں میں شرح خواندگی سو فیصد ہو گئی، جگہ جگہ مدارس کھل گئے بلکہ ہر مسجد ایک مدرسہ بن گئی اور آنے والی صدیوں میں مسلمانوں نے نظری اور سائنسی علوم میں محیر العقول ترقی کی۔

۲۔ تحقیق

تحقیق کی بنیاد تین امور ہیں: ایک حریت فکر، دوسرے غور و فکر اور تیسرے مشاہدہ و تجربہ۔ اب آیئے دیکھیں کہ کس طرح قرآن و سنت ان تینوں رویوں کی آبیاری کرتے ہیں:

حریت فکر

حریت فکر سے مراد یہ ہے کہ آدمی چیزوں کو روایتی طور پر محض اس لیے تسلیم نہ کر لے کہ یہ پہلے سے اسی طرح سے چلی آ رہی ہیں بلکہ انہیں ٹھونک بجا کے اور ثبوت و دلیل (Reason and Rationality) کے ساتھ مانے۔ چنانچہ قرآن کفار کے اس رویے کی مذمت کرتا ہے کہ وہ میرٹ پر پرکھے بغیر اسلام کی تعلیم کو محض اس لیے رد کر دیتے ہیں کہ یہ ان کے آبا و اجداد کی تعلیم کے خلاف ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

[البقرہ ۲: ۱۷۰]

اور جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو ہدایت نازل کی ہے اس پر چلو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا ہے۔ تو کیا اس صورت میں بھی وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے جب کہ وہ عقل سے کام لیتے تھے اور نہ سیدھی راہ جانتے تھے'

اور قرآن حکیم کا یہ مستقل اسلوب ہے کہ وہ جب بھی کوئی دعویٰ کرتا ہے تو ساتھ دلیل دیتا ہے اور جب بھی کوئی حکم دیتا ہے تو ساتھ ہی اس کی حکمت بیان کرتا ہے۔ اس اسلوب سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے۔ ہم صرف نمونے کی خاطر ایک دو مثالیں دینے پر اکتفا کرتے ہیں:

توحید اسلام کا مرکزی تصور ہے۔ قرآن نے بار بار اس کا ذکر کیا ہے اور جہاں بھی اس کا ذکر کیا ہے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔ صرف ایک موقعہ دیکھیے:

'اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا، ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ. اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ' [النمل ۲۷: ۶۰، ۶۱]

'بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر اس نے خوشنما باغات اگائے جبکہ تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم ان کو اگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی ہے؟ بلکہ ایسا سمجھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو رہنے کے قابل بنایا، اس میں دریا جاری کیے اور پہاڑ کھڑے کیے اور سمندروں میں میٹھے اور کھاری پانی کو باہم مختلط ہونے سے بچایا۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ بھی ہے جو یہ کچھ کر سکتا مگر اکثر لوگ سمجھ کر نہیں دیتے'۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز کا حکم دیا تو فرمایا:

'اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ'

[العنکبوت ۲۹:۴۵]

'بے شک نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے روکتی ہے'۔

روزے کا حکم دیا تو فرمایا:

'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ' [البقرہ ۲:۱۸۳]

'اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ'

حج کا حکم دیا تو فرمایا:

'لِیَشْھَدُوا مَنَافِعَ لَھُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ' [الحج ۲۲:۲۸]

'تاکہ وہ مقامات حج پر (تجارت سے) فائدے حاصل کریں اور اللہ نے جو مویشی انہیں دے رکھے ہیں ان خاص دنوں میں ان کی قربانی کریں اور ان کا گوشت خود بھی کھائیں اور مسکینوں محتاجوں کو بھی کھلائیں'۔

غور و فکر

یہ بھی قرآن کا مستقل اسلوب ہے کہ وہ مسلمانوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ بطور نمونہ صرف دو مثالیں دیکھیے:

ایک جگہ مومنوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.....' [العمران ۳:۱۹۱]

'جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں'

دوسری جگہ غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

'اَوَ لَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی.....' [الروم ۳۰:۸]

'کیا یہ اپنے وجود کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتے؟ (اگر کرتے تو سمجھ جاتے کہ ان کی طرح) اللہ نے زمین و آسمان اور اس سب کچھ کو جو ان کے درمیان ہے، ایک مدت تک کے لیے اور ایک خاص مقصد سے پیدا کیا ہے'

تجربہ و مشاہدہ

جیسا کہ سطور بالا میں آپ نے دیکھا کہ قرآن لوگوں کو لکیر کا فقیر اور سنے سنائے اندھے مقلد مسلمان نہیں بناتا بلکہ ان کو دلائل دیتا ہے، احکام کی حکمتیں بتاتا ہے، غور و فکر پر اکساتا ہے، اسی طرح وہ ان کو تجربہ و مشاہدہ کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

'وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ. وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ' [الذاریات ۵۱:۲۰-۲۱]

'اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے اور خود تمہارے اپنے اندر بھی، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'

'قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ' [العنکبوت ۲۹:۲۰]

'اے نبیؐ ان سے کہو زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'قُلْ سِيْرُوا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ'

[الانعام ٦:١١]

'اے نبیؐ ان سے کہو کہ زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ حق کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟'۔

اس طرح اسلام آزادانہ سوچ، غور وفکر اور تجربہ ومشاہدہ کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں تحقیق پر ابھارتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان علم وتحقیق میں دنیا سے بہت آگے نکل گئے اور ان کے قائم کردہ معیار علم وتحقیق کا کوئی قوم صدیوں تک مقابلہ نہ کر سکی اور ایسا صرف سائنس وٹیکنالوجی ہی میں نہیں ہوا بلکہ دینی وسماجی علوم میں بھی مسلمانوں کا یہی رویہ تھا یہاں تک کہ علامہ اقبال حضورؐ کے ابن صیاد کے مشاہدے کو نفسیات کی پہلی تجربی تحقیق قرار دیتے ہیں۔ (۱)

۳۔ سیاسی استحکام

جیسا کہ ہم اس سے پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ اسلام نام ہے اللہ کے احکام کو سر بسر تسلیم کرنے کا اور ان احکام کی نوعیت یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں پر مشتمل ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزاری جائے تا کہ آخرت میں، جو دار الجزاء ہے، اللہ ہمیں اپنی خوشنودی اور اپنی نعمتوں سے نوازے۔ اب دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے اللہ نے جو احکام دیے ہیں وہ انفرادی نوعیت کے بھی ہیں اور اجتماعی نوعیت کے بھی۔ ان اجتماعی نوعیت کے احکام پر اس وقت تک عمل نہیں ہو سکتا جب تک حکومتی اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو جو دنیا کی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارنا چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے لیے قیام ریاست وحکومت کو واجب قرار دیا ہے اور قرآن بتاتا ہے

1- Allama Muhammad Iqbal, The Reconstuction of Religious Thought in Islam, p-13, Iqbal Academy, Lahore, 1989

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ انبیاء اس کے لیے ہمیشہ دعا گو اور کوشاں رہے ہیں چنانچہ دیکھیے کہ حضرت لوط علیہ السلام پر اسلامی احکام پر عمل کے حوالے سے جب مشکل وقت آ پڑا تو انہوں نے کہا: کاش مجھے اقتدار کی پشتیبانی حاصل ہوتی (ھود ۱۱:۸۰) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعثت کے بعد فرعون کو ہدایت کی طرف بلاتے ہوئے پہلا مطالبہ ہی یہ کیا کہ بنی اسرائیل کے اقتدار اعلیٰ کو بحال کرو (الاعراف ۷:۱۰۴، ۱۰۵) اور مکہ میں جب حق و باطل کی کشمکش تیز ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی کہ:

'وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلِ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا' [بنی اسرائیل ۱۷:۸۰]

'کہو اے اللہ میں جہاں بھی جاؤں عزت سے جاؤں اور جہاں سے بھی نکلوں عزت سے نکلوں اور مجھے اپنی جناب سے فاتحانہ غلبہ نصیب فرما'

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکومت عطا فرمائی اور اسے استحکام بخشا۔ پھر مسلمانوں نے اس تقاضے کو اس طرح پورا کیا کہ اس اسلامی حکومت کو وسعت دی اور آج بھی الحمد للہ مسلمان کرۂ ارض کے ایک وسیع حصے پر قابض ہیں۔

یہ بھی ایک منطقی بات ہے کہ اگر اقتدار تو ہو لیکن سیاسی استحکام نہ ہو تو اقتدار کا ہونا بے معنی ہے۔ اس لیے اسلام نے نہ صرف ریاست و حکومت کو واجب قرار دیا بلکہ سیاسی استحکام کے لیے بھی متعدد احکام دیے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

- شوریٰ کو فرض قرار دیا (الشوریٰ ۴۲:۳۸ و آل عمران ۳:۱۵۹) کیونکہ اس سے عوام میں شراکت اقتدار کا احساس پیدا ہوتا ہے اور حکام و عوام میں ہم آہنگی بڑھتی ہے۔
- حکمرانوں کو عدل و انصاف اور مساوات کا حکم دیا (النحل ۱۶:۹۰' النساء ۴:۵۸، ۱۳۵ وغیرہ) کیونکہ انصاف ہوگا تو عوام خوش ہوں گے اور قانون کی نظر میں عملاً سب برابر ہوں گے تو عوام خود کو حکام سے قریب سمجھیں گے چنانچہ آپ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ مسلمانوں کے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے عوام خوش ہوں اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے عوام تنگ اور ناراض ہوں۔ (۱)

- سیاسی مناصب میں میرٹ پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا (النساء۴:۵۸) اور اقتدار نااہلوں کے ہاتھ میں چلے جانے کو قرب قیامت کی نشانی قرار دیا۔ (۲)
- جائز اور قانونی طور پر قائم شدہ مسلم حکومت کے خلاف مسلح مزاحمت کو بغاوت قرار دیا اور اس کی سزا موت مقرر کی۔ (۳)
- مسلمانوں کو ہر حال میں اطاعت حکام کا حکم دیا (النساء۴:۵۹) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم حکمران کی اطاعت کرو خواہ وہ نکٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ (۴)
- اور حکمرانوں کو ہر صورت میں ظلم و جور سے منع کیا اور فرمایا کہ عادل حکمران جنت کے اعلیٰ ترین درجوں میں ہوگا اور عوام پر ظلم کرنے والے اور ان کے حقوق ادا نہ کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہوگا (۵)۔

ان ہدایات سے مقصود یہ تھا کہ مسلم حکومت مستحکم رہے اور اس میں انتشار پیدا نہ ہو۔ ان تعلیمات کا نتیجہ یہ تھا کہ خلفائے راشدین مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں دشمن اور منافقین ان کی نرم طبیعت سے فائدہ اٹھا کر دلیر ہو گئے اور مسلم حکومت اگلے کچھ عرصہ تک غیر مستحکم رہی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے جلد ہی مستحکم کر دیا۔ اس استحکام کے نتیجے میں مسلم سلطنت ہمیشہ وسعت پذیر رہی (سوائے ایک آدھ استثناء کے) اور آج ان گئے گزرے حالات میں

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، خیار الائمہ وشرارھم
۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسلام ماھو وبیان خصالہ
۳۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول
۴۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ
۵۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب فضیلۃ الامیر العادل وعقوبۃ الجائر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی وہ وسعت پذیر ہے۔

۴۔ میڈیا

میڈیا کا کردار یہ ہے کہ اپنی بات احسن اور موثر انداز میں دوسروں تک پہنچائی جائے تاکہ ان پر آپ کا نقطۂ نظر خوب واضح ہو جائے اور وہ اس کے قائل ہو جائیں یا اگر آپ کے مخالف آپ کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کریں تو اس کا اس طرح توڑ کیا جائے کہ آپ کو کم سے کم نقصان پہنچے۔ یہ چیزیں ہمیں قرآن وسنت نے خوب سکھائی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھیے، فرماتے ہیں:

'قَالَ رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِی لَیْلًا وَّنَهَارًا، فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِ یْ اِلَّا فِرَارًا. وَاِنِّی كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا اَصَابِعَهُمْ فِی اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوْا اسْتِكْبَارًا. ثُمَّ اِنِّی دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ثُمَّ اِنِّی اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا. فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا' [نوح ۷۱:۵-۱۰]

'اور حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میں اپنی قوم کو رات اور دن بلاتا رہا مگر میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انہیں بلایا کہ تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیے، ضد کی اور بڑا غرور کیا، پھر میں نے انہیں برملا پکارا، انہیں کھلی تبلیغ کی اور انہیں چپکے سے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے'

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال لیجیے انہیں جب اللہ نے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے کہا کہ میری زبان میں تو لکنت ہے، اپنی بات عمدگی سے نہ کہہ سکوں گا چنانچہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا نائب بنا دیا گیا۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ فرعون کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس جاؤ لیکن اپنی بات نرمی اور دھیمے انداز میں کہنا:

'اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى' [طه ۲۰:۴۳-۴۴]

'(اے موسیٰ! تم اور تمہارا بھائی) دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شائد وہ نصیحت قبول کرے یا اپنے برے انجام سے ڈر جائے'

اسی طرح اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی کہ:

'اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ' [النحل ۱۶:۱۲۵]

'اے نبی ﷺ! آپ اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت سے بلائیں، عمدہ طریقے سے انہیں نصیحت کریں اور اچھے طریقے سے ان سے بحث کریں'

یہ بھی فرمایا کہ ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہو مبادا کہ وہ تمہارے اللہ کو برا بھلا کہیں:

'وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.....' [الانعام ۶:۱۰۸]

'اے مسلمانو! جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں تم ان کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ بھی حد سے گزر کر جہالت کی بناء پر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے'

خود آنحضرت ﷺ بہترین مقرر تھے۔ آپ ﷺ کی آواز بلند اور پاٹ دار تھی۔ تیز نہ بولتے تھے تاکہ مخاطب اچھی طرح سمجھ جائیں۔ حسب ضرورت ہاتھوں سے اشارے بھی کرتے تھے۔ آواز میں زیر و بم بھی تھا۔

کفار کے جھوٹے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لیے آپ ﷺ حضرت حسانؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن ثابتؓ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب حسان حق کی مدافعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے اس کی اعانت کرتے ہیں۔ (۱)

حضرت عائشہؓ کے خلاف منافقین نے جھوٹ گھڑ کر کردار کشی کا طومار باندھا تو خود خدا نے ان کی برأت نازل کی اور مفسدین کو سزا دی گئی۔

اس زمانے میں پروپیگنڈے کا ذریعہ شاعری تھی تو آپؐ نے بھی اس کا اہتمام کیا۔ لوگوں کے جمع ہونے کے مراکز (حج اور سوق عکاظ وغیرہ) پر آپؐ تشریف لے جاتے تھے تاکہ زیادہ لوگوں تک بات پہنچ سکے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سارے مسلمانوں کو جمع کر کے آپؐ نے موثر خطبہ دیا۔ اس کے لیے مکبروں کا انتظام کیا گیا جو آپ کے الفاظ کو آگے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ پھر آپ کا سب سے بڑا ہتھیار قرآن حکیم تھا کہ دشمن بھی سنتے تو پگھل جاتے۔ آپؐ نے جو اساتذہ تیار کیے تھے ان کو بیرونی علاقوں میں بھیجا کہ دعوت لوگوں تک پہنچائیں۔ دور دراز کے حکمرانوں کو خطوط لکھے اور ضرورت محسوس کی تو ان کو ثقہ بنانے کے لیے مہر بنوائی۔ سفیر ان لوگوں کو بنا کر بھیجا جو عمدہ شخصیت رکھتے تھے جیسے حضرت دحیہ کلبیؓ کو۔ اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ عبرانی سیکھو تاکہ دشمنوں کے پروپیگنڈے کا توڑ کیا جا سکے۔ غرض حضورؐ کی ابلاغی حکمت عملی انتہائی شاندار تھی، آپؐ نے اپنے زمانے کے سارے ابلاغی وسائل سے کام لیا اور اس سے بہترین نتائج حاصل کیے اور آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہ نے بھی اس روایت کو آگے بڑھایا۔

مادی وسائل

۱۔ سائنس و ٹیکنالوجی

سطور بالا میں ہم دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کر چکے ہیں [لیکن سائنس و ٹیکنالوجی کی اہمیت کے پیش نظر انہیں یہاں دہراتے ہیں] کہ اسلام:

۱۔ سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی انشاد الشعر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- دنیا کی بہتری چاہتا اور مسلمانوں کو تسخیر کائنات پر ابھارتا ہے۔

'اَلَمْ تَرَوا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الاَرْضِ'.....

[لقمان ۳۱:۲۰]

'کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے'

'هُوَ الَّذِى خَلَقَ لَكُمْ مَا فِى الاَرْضِ جَمِيْعًا' (البقرہ ۲:۲۹)

'اس (اللہ) نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے'

- تعلیم و تعلم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے:

فرمان نبوی ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (۱) نیز آپ ہمیشہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما' (۲)

- تحقیق پر اکساتا اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے:

'وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِى ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ' [الجاثیہ ۴۵:۱۳]

'اور اسی نے تمہارے لیے زمین و آسمان کی سب چیزوں کو مسخر کیا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'

- تجربہ و مشاہدہ کی حمایت کرتا ہے:

'قُلْ سِيْرُوا فِى الاَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ'

[العنکبوت ۲۹:۲۰]

'اے نبیؐ ان سے کہو تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔'

- امور کو ان کی بہترین شکل میں انجام دینے کی تلقین کرتا ہے یعنی Excellence

---

۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الدعاء، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا حکم دیتا ہے چنانچہ حدیث جبریل میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے پہلے آپؐ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ (یعنی عقیدہ) پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ یعنی اعمال اور اس کے بعد پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ یعنی ان اعمال کو بہترین طریقے سے انجام دینے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے وہ طریقہ بتا دیا یعنی اللہ کی حضوری کا تصور (۱) ایک دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا کہ 'ان اللہ کتب الاحسان علی کل شی' (۲) یعنی اللہ نے تم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہر کام بہترین طریقے سے کرو اور یہاں مہمات امور کی بھی قید نہیں کہ نماز، روزہ اور جہاد جیسے امور بہترین طریقے سے انجام دو بلکہ فرمایا کہ چھوٹا سے چھوٹا کام ہو تو بھی بہترین طریقے سے کرو چنانچہ فرمایا:

'اگر جانور ذبح کرنا ہو تو بھی اچھی طرح کرو اور چھری پہلے اچھی طرح تیز کر لو' (۳)

اب آپ فرمایئے کہ مسلمانوں کو سائنس و ٹیکنالوجی پر ابھارنے کے لیے ان چیزوں (یعنی تسخیر کائنات کا جذبہ، علم و تحقیق، غور و فکر، تجربہ و مشاہدہ، ایکسی لینس وغیرہ) کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے؟ ہر صاحب عقل اس کا جواب نفی میں دے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرے میں مبعوث کیے گئے تھے وہ صحرائی خطہ ہونے کی وجہ سے متمدن آبادیوں سے دور تھا لہٰذا سائنسی میدان میں تقدم کے لیے مسلمانوں کو کچھ عرصہ ضرور لگا لیکن جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ جلد ہی سائنس و ٹیکنالوجی میں بھی باقی دنیا سے آگے نکل گئے۔

۲۔ معاشی صلاحیت

جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا کہ اسلامی احکام انسان کی دنیوی بہتری کے لیے نازل کیے گئے ہیں (ایسی دنیوی بہتری جس کا نتیجہ اخروی بہتری ہو) تو اس کا لازمی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبیؐ عن الایمان والاسلام والاحسان
۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الامر باحسان الذبح والقتل
۳۔ صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الامر باحسان الذبح والقتل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقاضا یہ تھا کہ وہ احکام انسان کے سارے مسائل سے بحث کریں اور ان کا حل بتائیں چنانچہ اسلامی احکام سارے انسانی مسائل سے بحث کرتے اور ان کے دوٹوک حل بتاتے ہیں۔ انسان کے بڑے مسائل میں سے ایک اس کا معاشی مسئلہ بھی ہے۔ چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کے معاشی استحکام اور معاشی ترقی کے لیے واضح اور متعین ہدایات دی ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

دولت کی چند ہاتھوں میں ترکیز سے منع کیا اور اس کی تقسیم کا اس طرح معقول انتظام فرمایا کہ اس کا رخ دولت مندوں سے ضرورت مندوں کی طرف ہو گیا:

'وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ .....' [الحشر ۵۹:۷]

'اور جو مال اللہ اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں سے بطور فے دلوا دے تو اس میں حق ہے اللہ کا، اس کے رسول کا، رسول کے مومن رشتہ داروں کا، یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا تا کہ وہ مال صرف تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے'۔

- ناجائز ذرائع سے دولت کمانے سے منع کر دیا:

'يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ.....'

[النساء ۴:۲۹]

'اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ البتہ باہم رضامندی سے تجارت کے ذریعے جو مال حاصل کرو وہ کھا سکتے ہو'

- خرچ کرنے میں اعتدال کا حکم دیا، بخل سے بھی منع کر دیا اور اسراف سے بھی۔

'وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ'

[آلعمران ۳:۱۸۰]

'جن لوگوں کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے مگر وہ مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں اچھا ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جس مال و دولت میں وہ بخل کر رہے ہیں اس کا قیامت کے دن انہیں طوق پہنایا جائے گا'

'وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ'

[الاعراف ۷:۳۱]

'اور کھاؤ پیو مگر فضول خرچی نہ کرو کیونکہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'

- زکوٰۃ کی صورت میں غریبوں اور مسکینوں کی مدد قانونی طور پر فرض کر دی اور اسے عبادت کا درجے دے دیا:

'وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ' [البقرہ ۲:۱۱۰]

'اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور تم اپنے لیے جو بھلائی بھی آگے بھجواؤ گے اس کا اجر اللہ کے ہاں ضرور پاؤ گے۔'

- زکوٰۃ کے علاوہ بھی مالی طور پر پسے ہوئے طبقے کی مدد کرنا اغنیاء کا اخلاقی فرض قرار دیا:

'وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ' [الذاریات ۵۱:۱۹]

'اور ان (امیروں) کے مال میں حق ہے سوالیوں کا اور محروموں کا'

- سود یعنی محنت کے بغیر سرمائے کو نفع اندوزی کے لیے استعمال کرنے سے روک دیا اور اس کی قباحتوں کے پیش نظر اسے اللہ اور رسول ا سے جنگ قرار دیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ . فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ'

[البقرہ ۲:۲۷۸،۲۷۹]

'اے ایمان والو! اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور تمہارا جو سود لوگوں کے ذمے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے'

- محنت و مشقت کا حکم دیا اور فرمایا کہ بہترین رزق وہ ہے جو آدمی اپنی محنت سے کمائے [1] اور محنت و مشقت سے اپنے بچوں کو رزق حلال مہیا کرنے والے کو مجاہد قرار دیا اور کاہلی اور بے عملی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

'جو بے محنت کیے مانگ کر کھاتا ہے قیامت کے دن اللہ کے حضور اس ذلت سے حاضر ہوگا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا [2]

حلال و حرام کے تعین کے بعد اسلام نے جائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت و ملکیت کو مقدس قرار دیا اور چوری ڈکیتی کے ذریعے انسان کو اس سے محروم کرنے پر کڑی سزائیں تجویز کیں اور اس کی حفاظت کی خاطر جان دینے کو شہادت قرار دیا: چنانچہ فرمایا:

- چوری

'وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ .....' [المائدہ ۵:۳۸]

'اور چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو، یہی ان کے کیے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا بھی'

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من سأل الناس تکثرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈکیتی

'اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ' [المائدہ ۵:۳۳]

'اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کے مرتکب ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں ملک سے باہر نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے'

شہادت

'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے' (۱)

یہ معاشی تعلیمات انقلابی نوعیت کی تھیں اور ناممکن تھا کہ ان کا مثبت نتیجہ نہ نکلتا۔ چنانچہ جب صحابہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تو اس وقت مالی طور پر قلاش تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سب کو فقر و فاقہ کا سامنا تھا لیکن آنحضرتؐ کی وفات تک دس سال ہی میں حالات بہت سدھر گئے اور حضرت عمرؓ کے زمانے تک پہنچتے دولت کی ریل پیل ہو گئی اور سوشل سیکیوریٹی کا فعال نظام قائم کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں ایک وقت وہ آیا کہ بعض بستیوں میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔

۳۔ حربی قوت

جنگ کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر دو چیزوں کو آلات حرب پر ترجیح دیتا ہے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون مالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اللہ کی نصرت کی توقع اور دوسرے انسان، اوران دونوں کی اہمیت کو کافر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پہلی بات کو فوج کے مورال کی اساس ہونے کی بناء پر اور دوسری کو اس لیے کہ اسلحہ کے مقابلے میں لڑنے والا آدمی بہرحال اہم تر ہوتا ہے کیونکہ اگر فرد میں لڑنے کا جذبہ نہ ہو تو انتہائی مہلک اور قیمتی اسلحہ بھی اس کے لیے بیکار ہے۔ اس لیے اسلام لڑنے والے آدمی کے سامنے اللہ کی رضا جوئی اور اعلاء کلمۃ اللہ کا اتنا بڑا مقصد رکھ دیتا ہے کہ وہ اس کی خاطر جان دینے کو سعادت سمجھتا ہے اور زندہ رہنے پر مرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی دو عناصر مسلمانوں کی جنگی قوت کا اصل سبب ہیں اور دشمنوں کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام اسلحے اور آلات حرب کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ اسلام کی تو مستقل پالیسی ہی یہ ہے کہ تمام دنیوی معاملات میں پہلے اسباب فراہم کرنے کی مقدور بھر کوشش کرو پھر اللہ کی نصرت کی امید رکھو۔ چنانچہ ایک آدمی نے آپؐ سے توکل کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو اور پھر اللہ پر توکل کرو (کہ وہ گم نہیں ہو جائے گا)[1] اسی طرح پہلے آپؐ نے بدر کے میدان میں ساری زندگی کی جمع پونجی لاکر حاضر کر دی پھر (جذب کے عالم میں) کہا کہ اے اللہ! یہ لوگ اگر آج مٹ گئے تو تیرا نام کون لے گا؟[2] یہ دعا گھر بیٹھے نہیں مانگ لی حالانکہ آپؐ اللہ کے محبوب پیغمبر تھے اور اللہ کی رحمت کے مستحق تھے۔ چنانچہ جنگ کے حوالے سے بھی قرآن کہتا ہے کہ تمہارے پاس اتنا اسلحہ ضرور ہونا چاہیے جس سے کافروں پر تمہارا رعب بیٹھ جائے:

'وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ.....' [الانفال ۸:۶۰]

۱۔ سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدیث اعقلھا وتوکل

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'اور اے مسلمانو! جس قدر تم سے ہو سکے فوجی قوت اور گھوڑے تیار رکھو جس سے اللہ کے دشمنوں پر، تمہارے دشمنوں پر اور ان لوگوں پر تمہاری ہیبت رہے جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے'۔

اس ہدایت اور سپرٹ کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے مسلمان اسلحے میں بھی ہمیشہ اپنے دشمنوں سے آگے رہے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مدینہ میں شام کے وقت کھلے میدان میں تیر اندازی اور نیزہ بازی کی مشق کی جاتی تھی [1] اور روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب آپؐ نے طائف کا محاصرہ کیا تو اس وقت منجنیق استعمال کی [2] جو اس زمانے کے اسلحہ جنگ میں جدید ترین ہتھیار تھا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحری بیڑا بنا لیا گیا جس نے سمندروں میں مسلمانوں کی بالادستی کو مستحکم کر دیا۔

مندرجہ بالا گزارشات سے ظاہر ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات ان فطری اور معروضی اصولوں کی زبردست مؤید ہیں جو دنیا میں ترقی وعروج کا سبب ہیں لہٰذا مسلمانوں نے جب صدر اسلام میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیا تو ان معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو گیا، اسباب دنیا مہیا ہو گئے اور مسلمان دنیا میں ترقی وعروج سے ہمکنار ہوئے۔

مسلمانوں کے عروج کے اصولوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آیئے اب یہ دیکھیں کہ جب مسلمان ایک صالح نظریۂ حیات رکھتے تھے اور دنیا میں ترقی وعروج کے فطری اور معروضی اصولوں پر عمل پیرا تھے تو پھر وہ زوال پذیر کیوں ہوئے؟

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب التحریض علی الرمی

۲۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، ج ۲ ص ۲۰۰، القاہرۃ، ۱۳۶۷ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

جیسا کہ ہم نے پہلے باب میں ذکر کیا تھا' قوموں رتہذیبوں کے زوال کے دو بڑے اسباب ہوتے ہیں۔ اگر کسی قوم رملت کا نظریۂ حیات صحیح ہو تو اس کے زوال کا بنیادی سبب اس نظریۂ حیات سے وابستگی کھو دینا ہوتا ہے اور اگر کسی قوم رتہذیب کا نظریۂ حیات غیر صالح اصولوں پر مبنی ہو تو ترقی وعروج کے معروضی اصولوں پر عمل کر کے وہ وقتی طور پر تو عروج حاصل کر سکتی ہے لیکن غلط اصول حیات کی وجہ سے وہ جلد ہی فساد فی الارض کا شکار ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ مسلم ملت کے زوال کی وجہ پہلی ہے یعنی اس کے عروج کی وجہ اس کے صالح نظریۂ حیات سے اس کی محکم وابستگی تھی جس کی بناء پر ترقی وعروج کے فطری ومعروضی اصولوں پر بھی عمل ہو گیا اور اسے قوت وغلبہ مل گیا۔ پھر جب مختلف عوامل کی بناء پر اپنے نظریۂ حیات سے اس کی وابستگی کمزور پڑ گئی تو ترقی وعروج کے معروضی اصولوں پر عمل بھی چھوٹ گیا اور نتیجتاً اسے زوال وادبار نے آ لیا (اگرچہ اس زوال میں کہیں کہیں فساد فی الارض کی جھلک بھی ملتی ہے مثلاً حکام کا استبداد اور عوام کے حقوق کی پامالی وغیرہ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے پیچھے بھی دراصل نظریے کی خرابی نہیں بلکہ نظریے پر عمل درآمد نہ کرنا ہے)۔

اگرچہ بہت سے علماء وفضلاء نے اسباب زوال امت پر لکھا ہے اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں بعض جزئی باتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اصولی بات وہی ہے جو ہم نے اوپر کہی ہے، البتہ اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ جس ترتیب سے ہم نے پہلی فصل میں اسباب زوال گنوائے ہیں اسی ترتیب سے ہم یہاں ان کا ذکر کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ جب مسلمان بحیثیت مجموعی اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ نہ رہے تو وہ ان وسائل سے بھی محروم ہو گئے جو دنیا میں ترقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعروج کا سبب ہیں چنانچہ وہ بتدریج زوال کا شکار ہو گئے۔

سطور ذیل سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ مسلمان بلاسبب ہی زوال کا شکار نہیں ہو گئے بلکہ وہ عملاً ان تمام امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں جو ہر اس قوم کو زوال کے گڑھے میں گرا دیتے ہیں جو ان کا شکار ہو جائے۔

صحیح نظریۂ حیات سے عدم وابستگی

یہ زوال کا بنیادی سبب ہے اور زوال امراض میں اس کی حیثیت ام الامراض کی ہے کیوں کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اگر تم اپنے نظریۂ حیات (دین اسلام) پر عمل چھوڑ دو گے تو دنیا وآخرت میں ناکام رہو گے یعنی زبانی اقرار کافی نہیں سچ مچ کے باعمل مسلمان بن کر دکھاؤ۔ (۱) آدمی کا جو بھی نظریۂ حیات ہو اس کے ساتھ اس کی گہری وابستگی ہو، وہ اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہو۔ اس کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ انسان کے قول وفعل میں تضاد کا ہونا درحقیقت اپنے نظریۂ حیات پر اس کے ایمان کی نفی ہے۔ اسی لیے منافق کافر سے بدتر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ 'اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا' [النساء ۴:۱۴۵] (بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے)۔ نفاق کفر سے اس لیے بدتر ہوتا ہے کہ یہ دھوکہ ہے اپنے آپ کے ساتھ، خدا کے ساتھ اور خلق خدا کے ساتھ اور دھوکے کی ہنڈیا چوراہے کے بیچ پھوٹ کر رہتی ہے۔ جو لوگ کسی نظریۂ حیات پر یقین رکھنے کا دعویٰ کریں اور عمل اس کے مطابق نہ کریں، شکست اور نامرادی ان کا مقدر بنتی ہے کیونکہ ان کی شخصیت یکسو نہیں رہتی۔ وہ ہمیشہ تذبذب اور کشمکش کا شکار رہتے ہیں۔ ایک طرف سے انہیں ایمان کھینچتا ہے تو دوسری طرف سے کفر اور وہ آدھے تیتر آدھے بٹیر بن کر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ اگر آپ ہمیں ایک سخت جملہ کہنے کی اجازت دیں

۱۔ آل عمران ۳:۱۴۲، التوبۃ ۹:۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان پر تو وہی مثل صادق آتی ہے کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی شخصیت یکسو رہے، آپ کے فکر و عمل کی ایک جہت معین ہو اور آپ کے سارے قویٰ کسی ایک مقصد، کسی ایک غایت کے لیے مجتمع ہو جائیں لیکن اگر آپ نام اسلام کا لیتے ہیں اور کام اس کے مطابق نہیں کرتے تو پھر آپ اس دنیا میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ گویا معروضی لحاظ سے بھی مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب ان کی اپنے نظریۂ حیات کے ساتھ عدم وفاداری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ سے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم پر لوگ اس طرح ٹوٹ پڑیں گے جس طرح بھوکے کھانے پر ٹوٹتے ہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم رہ جائے گی؟ فرمایا نہیں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہو گی لیکن دشمنوں پر تمہارا رعب نہیں رہے گا اور تمہارے اندر وہن آ جائے گا۔ انہوں نے پوچھا 'وہن کیا'؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا 'دنیا کی محبت اور موت سے کراہت'[1]۔ مطلب یہ کہ تم دین کی اساسات پر عمل کرنا چھوڑ دو گے۔ دین کا اساسی قاعدہ یہ ہے کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ہیچ سمجھو لیکن تم آخرت سے محبت کرنے کی بجائے دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور موت سے کراہت کا مطلب یہ ہے کہ تم میں دین پر عمل کے لیے قربانی کا جذبہ باقی نہیں رہے گا، جہاد کی سپرٹ ختم ہو جائے گی اور موت سے ڈرنے لگو گے۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں مسلمانوں کی کمزوری اور زوال کا حقیقی سبب اسلامی احکام پر عمل نہ کرنا، آخرت کے مقابلے میں دنیا سے محبت کرنا اور اپنے مقصد حیات کے لیے قربانی دینے کے جذبے کا باقی نہ رہنا ہے۔ انہی الفاظ کو دوسرے رنگ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عروج اور قوت کا نسخہ ہے: اسلام پر عمل کرنا، آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا اور اپنے نظریۂ حیات کے لیے جان لڑا دینا۔ اب

۱۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ انصاف سے اس معیار پر مسلمانوں کو خود جانچ لیجیے کہ اس معیار پر وہ کامیاب ہیں یا ناکام۔ چلیے اس جذبے کو ماپنا اگر مشکل ہو تو کوئی ایسی چیز لے لیجیے جسے آسانی سے ماپا جا سکے مثلاً نماز کو لے لیجیے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ نے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کو الہ ماننے کا بنیادی ترین تقاضا یہ ہے کہ بندگی صرف اسی کی کی جائے۔ اب بتایے کہ پاکستان میں کتنے فیصد لوگ نماز پڑھتے ہیں؟ ہمارا اندازہ ہے کہ دس بارہ فیصد سے زیادہ لوگ نماز نہیں پڑھتے اور جو لوگ اچھی نماز پڑھتے ہیں اور بندگی کا حق ادا کرتے ہیں وہ شائد ایک فیصد بھی نہیں۔ اب اگر اللہ کی اطاعت اور اس کے ساتھ وفاداری کا ہمارا یہ عالم ہے تو ہم کس منہ سے کامیابی اور غلبے کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ یہاں یہ کہنا بے عقلی اور کج بحثی ہوگی کہ اہل مغرب تو نماز نہیں پڑھتے پھر وہ کیونکر غالب و کامیاب ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جو ان کا نظریۂ حیات ہے وہ اس سے وفادار ہیں اور جو ہمارا نظریۂ حیات ہے ہم اس سے وفادار نہیں اور یہی بات فیصلہ کن ہے چنانچہ ہمارے شاعر کو بھی کہنا پڑا ؎

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

جہاں تک ان اسباب کا تعلق ہے جو مسلمانوں کی نظریۂ حیات سے عدم وابستگی کا سبب بنے تو ان میں سے اہم یہ ہیں:

مسلمانوں کی نظریۂ حیات سے عدم وابستگی کے اہم اسباب

نظری اسباب

۱۔ حب دنیا
۲۔ فکر آخرت میں کمی
۳۔ شرک و بدعات
۴۔ دینی مآخذ سے دوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔اخلاقی کمزوریاں

۶۔تقلید و جمود

۷۔روح جہاد میں کمی

عملی اسباب

۱۔تعلیم وتربیت، دعوت واصلاح اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ناقص انتظام

۲۔قبائلی، نسلی اور علاقائی تعصبات

۳۔سیاسی نظام کا ابتداء ہی سے بٹری سے اتر جانا اور اس کے نتیجے میں مسلم معاشرے میں سیاسی عدم استحکام' دینی عناصر کی حکومت سے دوری' سیاسی استبداد' مالی بدعنوانیاں وغیرہ۔

۴۔غیر مسلم قوموں رتہذیبوں کے اثرات قبول کرنا

۵۔معاشی جمود

۶۔تسخیر کائنات (سائنس وٹیکنالوجی) سے اغماض

۷۔خوش حالی کی وجہ سے عیش وعشرت میں پڑ جانا

غرض جب ملت مسلمہ کی دین اسلام سے وابستگی محکم نہ رہی تو اس کے منطقی نتیجے میں وہ ان وسائل سے بھی محروم ہوتی چلی گئی جو ترقی وعروج کے ضامن ہیں اور ان امراض میں بھی مبتلا ہوتی چلی گئی جو ان صلاحیتوں کے فقدان سے پیدا ہوتے ہیں اور زوال کا سبب بنتے ہیں۔ہم ان امراض کا یہاں مختصر ذکر کریں گے کہ کس طرح وہ مسلم امت میں سرایت کر چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی وسائل کا خاتمہ

۱۔ کاہلی/کام چوری

جب کسی قوم کا اپنے نظریۂ حیات پر پختہ یقین نہ رہے تو وہ قوت عمل کھو دیتی ہے اور محنت سے جی چرانے لگتی ہے۔ اس وقت مسلم سوسائٹی کی حالت یہ ہے کہ طلبہ کی اکثریت یہ چاہتی ہے کہ انہیں بغیر محنت کے ڈگری مل جائے۔ ملازمین یہ چاہتے ہیں کہ انہیں بغیر محنت کے تنخواہ مل جایا کرے، افسران یہ چاہتے ہیں کہ سارا کام چھوٹے ملازمین کو کرنا پڑے۔ اساتذہ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں طلبہ کے ساتھ سر نہ کھپانا پڑے اور انہیں سبق یاد ہو جائے۔ یہاں تک کہ ہم نے مسلم طلبہ، مزدوروں، ڈاکٹروں اور انجینئروں کو دیکھا ہے کہ اپنے ملک میں جان مار کر کام نہیں کرتے لیکن جب مغربی ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں کے ماحول کے مطابق خوب محنت سے کام کرتے ہیں۔ اس مظہر کے کئی اسباب ہیں جنہیں دور کیا جانا چاہیے (مثلاً محنت کا صحیح معاوضہ نہ ملنا، محنتی آدمی کی موزوں حوصلہ افزائی نہ ہونا، معاشرتی ناانصافی مثلاً بعض طلبہ کا بغیر محنت کے، محض رشوت وسفارش سے، اچھے نمبروں میں پاس ہو جانا، بغیر استحقاق کے رشوت وسفارش سے اچھی ملازمت مل جانا..... وغیرہ) لیکن اس کا سبب بہرحال ہمارا دین نہیں ہے کیونکہ اسلام تو محنت کرنا سکھاتا ہے اور بے عملی کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ معاشرتی انصاف کا علمبردار ہے اور وسائل پیداوار میں محنت کو اہم مقام دیتا ہے۔

۲۔ بے اتفاقی

جب قوم کسی نظریۂ حیات پر متحد ہوتی ہے تو زندگی کے سارے شعبوں میں اتحاد کا مظاہرہ کرتی ہے لیکن جب نظریۂ حیات سے اس کی وابستگی محکم نہیں رہتی تو زندگی کے ہر شعبے میں انتشار اور بے اتفاقی کے مظاہر عام ہو جاتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لے لیجیے کہ کیا ان میں اتفاق ہے؟ تازہ واقعات کو دیکھ لیجیے۔ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غریب اور کمزور مسلم ملک افغانستان پر سارا مغرب امریکہ کی سرپرستی میں پل پڑا اور مسلم ممالک کو جارح کی مذمت کی ہمت تک نہ ہوئی۔ پاکستان جو افغانستان کا ہمسایہ ملک تھا جس کا کام اس کی مدد کرنا تھا، اسی نے اسے مروا دیا اور جارح دشمن کی ایک دھمکی تک برداشت نہ کر سکا۔ یہی کچھ عراق پر امریکی حملے کے وقت ہوا کہ کوئی عرب ملک نہیں بولا، الٹا ہمسایہ عرب ممالک نے عراق کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ ۵۷ مسلم ممالک کی اسلامی کانفرنس تنظیم اس دوران دم سادھے خاموش بیٹھی رہی۔ دنیا کی لعنت ملامت سے تنگ آ کر اس نے ہمت کر کے اجلاس بلوایا بھی تو امریکہ کے خلاف مذمت کی ایک قرارداد بھی منظور نہ کر سکی۔ یہ امہ کی حالت ہے۔ مسلم ممالک کا انفرادی طور پر جائزہ لیجیے تو بھی یہی نظارہ آپ کو ملے گا۔ حکمرانوں اور عوام میں اتحاد نہیں۔ علماء آپس میں لڑتے ہیں۔ سیاستدان ایک دوسرے سے سرگرباں ہیں، صحافی ایک دوسرے کے درپے ہیں۔ کسی دفتر یا ادارے میں چلے جایئے لوگ آپ کو ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے نظر آئیں گے۔

۳۔ فقدان تنظیم و منصوبہ بندی

مسلم قوم ایک غیر منظم انبوہ ہے جیسے بھیڑ بکریوں کا ریوڑ۔ ہم ایک یونیورسٹی میں کام کرتے ہیں جس کے نونہال یونیورسٹی بس میں اس طرح سوار ہوتے ہیں جس طرح بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ دھینگا مشتی کا وہ عالم ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ ہم نے لکھ کر یونیورسٹی انتظامیہ سے استدعا کی کہ کیا ان ہونہار طلبہ کو قطار بنانا سکھایا جا سکتا ہے؟ یونیورسٹی حکام نے 'اتنی چھوٹی سی بات' کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ اس پر غور کرتے۔ ذرا اپنی سڑکوں پر ٹریفک کی بدانتظامی پر غور کیجیے۔ لوگ کس طرح غلط انداز میں اوورٹیک کرتے ہیں، ٹریفک سگنلز کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ لوگ ٹریفک کانسٹیبل کو کچل کر گزر جاتے ہیں۔ اس کے برعکس کافر ملکوں میں ہماری آنکھوں نے یہ نظارہ بارہا دیکھا ہے کہ رات کا وقت ہے، ٹریفک کا سپاہی موجود نہیں، کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رش بھی نہیں لیکن ایک آدمی بڑے صبر اور سکون سے ٹریفک سگنل پر کھڑا ہے اور اشارہ کھلنے کا منتظر ہے۔ جب تک اشارہ نہیں کھلے گا وہ اپنی گاڑی آگے نہیں بڑھائے گا۔

ہمارے ہاں عوامی سطح پر ایک لطیفہ مشہور ہے کہ اہل مغرب وقت سے پہلے منصوبہ بندی کرتے ہیں، مسلمان جب سر پہ آ پڑے اس وقت سوچتے ہیں اور سکھ جب وقت گزر جائے تو اس وقت سوچ بچار شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ضرب المثل مبالغے کی حد تک صحیح ہے۔ کبھی ہمارے ہاں بخار چڑھتا ہے کہ دبئی چلو، ساری قوم دبئی جانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ کبھی ایک لہر اٹھتی ہے کہ ڈاکٹر اور انجینئر بنو تو باقی سارے پیشوں کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ پچھلے چند سال سے بخار چڑھا ہے انفارمیشن ٹیکنالوجی کا اور ساری قوم انفارمیشن ٹیکنالوجی کے پیچھے بھاگ رہی ہے اور جو مہارت حاصل کی جا رہی ہے وہ یہ کہ کمپیوٹر کیسے استعمال کرنا ہے؟ کمپوزر اور ٹائپسٹ تیار کیے جا رہے ہیں۔ اعلیٰ فنی اور تحقیقی مہارت رکھنے والے افراد کی تعداد شائد اب بھی انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

پچھلی دہائیوں میں پٹرول برآمد کرنے والے مسلمان ممالک نے اربوں ڈالر کمائے، ان کا کیا بنا؟ کیا ان ممالک نے صنعتی ترقی کر لی؟ کیا انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کی یونیورسٹیاں قائم کی گئیں؟ کیا عالمی سطح کے بنک قائم کیے گئے؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ الٹا ان ممالک کو جنگوں میں الجھا کر، انہیں اسلحہ بیچ کر اور حفاظت کے نام پر چھتری مہیا کر کے ان سے کروڑوں اربوں ڈالر ہتھیا لیے گئے اور یوں ان کی معیشت تباہ کر دی گئی بلکہ ان کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ بھی کر لیا گیا۔ غرض جس چڑیا کا نام منصوبہ بندی ہے وہ مسلم امت میں پائی ہی نہیں جاتی۔

۳۔ پابندیٔ قانون

مسلمانوں میں قانون کی پابندی کا کوئی تصور ہی نہیں۔ قانون صرف غریبوں، کمزوروں اور لاوارثوں کے لیے ہے۔ امیر لوگ دھڑلے سے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور رشوت و سفارش سے چھوٹ جاتے ہیں۔ مسلمان ججوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک بڑی تعداد پیسے لے کر قانون کا مفہوم اور اطلاق بدل دیتی ہے۔ مسلمان وکیلوں کا کام ہی قانون سے کھیلنا ہے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار، جاگیردار اور سیاست دان جو خود اسمبلیوں میں قانون بناتے ہیں وہ اس پر عمل کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ پاکستان کے دستور میں ارکان اسمبلی کے لیے دیانت وامانت کی اتنی دفعات ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو پاکستان جنت نظیر بن جائے لیکن ان پر کبھی عمل نہیں ہوا۔ جو جتنا طاقتور ہے قانون اس کے ہاتھ میں اتنا ہی کھلونا ہے یہاں تک کہ فوج کا سربراہ جس نے حکومت کی اطاعت کا حلف اٹھا رکھا ہوتا ہے جب چاہتا ہے آئینی حکومت کو اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ انگلینڈ میں لیبر پارٹی ایک ووٹ کی اکثریت رکھتے ہوئے ٹرم پوری کر لیتی ہے لیکن پاکستان کا وزیر اعظم ۷۰ فیصد اکثریت رکھتے ہوئے ٹرم پوری نہیں کر سکتا۔ یہ اس قوم کا حال ہے جس کا پہلا سبق ہی اسمعوا واطیعوا [سنو اور اطاعت کرو] تھا اور جس میں سمع وطاعت کا معیار یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے کھڑے ہوئے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا یہاں تک کہ جو لوگ دروازے میں تھے وہ وہیں بیٹھ گئے اور [اس طرح] رستہ بند ہو گیا چنانچہ آپؐ کو فرمانا پڑا ابھی رستہ تو چھوڑ دو۔ (۱)

۴۔ خود غرضی و بزدلی

خود غرضی کی بیماری اس وقت مسلمانوں میں سب سے عام ہے۔ ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دینا ہمارا شیوہ بن چکا ہے۔ مسلم ممالک میں فوجی بغاوتیں کیوں ہوتی ہیں؟ فوج کا سربراہ اپنے حلف کی خلاف ورزی کر کے ایک ایسے کام میں کیوں ملوث ہونا چاہتا ہے جس کی اسے سرے سے کوئی ٹریننگ ہی نہیں دی گئی ہوتی؟ محض ذاتی مفاد اور اقتدار کی خاطر۔ ملک ٹوٹتا ہو تو ٹوٹے، معیشت کا بیڑا غرق ہوتا ہو تو ہو، ملک کی بدنامی ہوتی ہو تو اس کی بلا سے۔ اسے صرف اپنے ذاتی مفاد سے غرض ہوتی ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۱۱ ص ۱۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دفتروں میں جایئے ہر آدمی دوسرے کی ٹانگ کھینچ رہا ہے، دوسرے کو گرا کر خود آگے آنے کے لیے ہر سازش اور ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر۔ کسی سرکاری دفتر میں چلے جایئے۔ آپ نے ساری دفتری ضروریات پوری کر رکھی ہوں آپ کا کام نہیں ہوگا کیونکہ متعلقہ سرکاری ملازم اپنی ذاتی غرض کے لیے رشوت وصول کرنا چاہتا ہے اور یہ سب کام کون کرتا ہے ایک مسلمان جس کو پہلے دن ایثار کا سبق دیا گیا تھا کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور اللہ کی محبت میں غریب اور مسکین سے حسن سلوک کرو لیکن وہ یہ سبق بھول گیا ہے۔ آج عیسائیوں اور ہندوؤں کو دیکھو کہ بڑے بڑے اوقاف قائم کرتے ہیں، ہسپتال بناتے اور کالج اور یونیورسٹیاں قائم کرتے ہیں لیکن مسلمان سرمایہ دار محض اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

شجاعت یہ ہے کہ آدمی اپنے نصب العین کی خاطر جان بھی ہنسی خوشی قربان کر دے کہ بقول شاعر۔

جس ڈھب سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

صدر اول میں جب ایک مسلم کے سر پر کاری زخم لگا تو زمین پر گرنے سے پہلے اس نے نعرہ لگایا 'فزت برب الکعبة' (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا)۔ (۱) آج یہ حالت ہے کہ ڈھاکہ میں ۹۰ ہزار پاکستانی فوج نے کفار کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں چھ گھنٹے کے اندر سارے عرب ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور وہ اس کی نکسیر بھی نہ پھوڑ سکے۔ بیت المقدس پر متعین اردنی فوج نے چند گھنٹوں کے اندر شہر خالی کر دیا اور عمان پہنچ گئی۔

ہماری اس بزدلی کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے نصب العین سے محبت نہیں رہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہاری بزدلی اور دشمن کے لیے ترنوالہ بن جانے کی وجہ 'حب الدنیا و کراھیتہ الموت' ہوگی اور وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم گلہ کس سے کریں؟ کافر اپنی جمہوریت اور سیکولرزم کو بچانے کے لیے کتنی قربانی دے سکتے ہیں صرف دوسری جنگ عظیم کے اعداد و شمار دیکھ لیجیے۔ اس

۱۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب من ینکب او یطعن فی سبیل اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اہل مغرب کی ساڑھے تین سے چھ کروڑ جانیں ضائع ہوئیں۔ امریکہ کا جانی نقصان ۲۹ ہزار فوجی اور ۶ ہزار سول افراد اور برطانیہ کا جانی نقصان ۲۶ لاکھ فوجی اور سول افراد تھا[1]۔

امریکہ نے اکتوبر حال ہی میں افغانستان اور عراق پر حملہ کیا تو اس نے اپنی پارلیمنٹ سے ۴۰ ارب ڈالر کا بجٹ منظور کروایا جو ۲۴ کھرب روپے بنتا ہے۔ عراق پر حملے کے وقت ۱۲۴ ارب ڈالر کا خرچہ ہوا اور ان دونوں جگہ پر اس وقت (ستمبر ۲۰۰۴ء میں) امریکی فوجی کارروائیوں پر تقریباً ۵/ارب ڈالر (۳ کھرب روپے) ماہانہ خرچ اٹھ رہا ہے۔ عراق میں اب تک (ستمبر ۲۰۰۴ء تک) امریکہ کے ۱۵ ہزار فوجی مارے جا چکے ہیں اور ۲۵ ہزار زخمی ہو چکے ہیں (بحوالہ لاس اینجلس ٹائمز) اور روز بروز ان میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود امریکی پارلیمنٹ اور رائے عامہ یہ قربانی دے رہی ہے۔ یہ عالم کفر کا حوصلہ ہے۔ ہمارا حوصلہ ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے پاکستانی حکمرانوں نے محض اس ڈر سے کہ امریکہ ہم پر حملہ نہ کر دے، اپنی ہر چیز امریکہ کے حوالے کر دی کہ لو! افغانستان کو خوب ذبح کرو۔ سارے عالم اسلام کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک کمزور سا احتجاج بھی نہ کر سکا حالانکہ ایک میمنے کو بھی ذبح کریں تو وہ چیختا ہے، ہم تو ایک چیخ بھی نہ بلند کر سکے۔ پھر اگر ہم ذلیل و رسوا نہ ہوں تو کیا ہوں؟

نمو کے وسائل کا خاتمہ

۱۔ تعلیم و تربیت کی کمی

تعلیم ہی سے فرد کی تکوین ہوتی ہے یہی قوم کی قوت کا منبع ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم عام ہو، اس کا معیار بلند ہو، یہ قومی ضروریات پوری کرے اور قوم کے طے کردہ نصب العین، اس کے نظریۂ حیات اور تصور علم کے مطابق ہو۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج ۹ ص ۱۰۱۳، میکروپیڈیا، ۱۹/واں ایڈیشن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم امہ میں تعلیم اس وقت ان چاروں خصائص سے عاری ہے۔ پاکستان کی مثال لے لیجیے جو مسلم امہ کے اکثر ممالک سے تعلیم اور افرادی قوت میں آگے ہے۔ یہاں شرح خواندگی تیس پینتیس فیصد سے زیادہ نہیں (گو سرکاری اعداد و شمار چھیالیس فیصد کے ہیں)۔ اعلیٰ تعلیم کی شرح ایک فیصد ہے۔ ہم مجموعی قومی آمدنی کا صرف ۲ فیصد تعلیم پر خرچ کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ۱۵ کروڑ کی آبادی کے لیے صرف ۲۶ سرکاری یونیورسٹیاں ہیں (حال ہی میں کئی پبلک اور پرائیویٹ یونیورسٹیاں منظور کی گئی ہیں) اور کروڑوں بچے ہر سال تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اکثر اسلامی ممالک میں تعلیم کا حال یہی ہے سوائے وسط ایشیا کے ان ممالک کے جو روسی کافروں کے زیر دست رہے ہیں کہ وہاں شرح تعلیم تقریباً سو فیصد ہے، کیا یہ بات شرمناک نہیں کہ کافر تو پڑھے ہوئے ہوں لیکن وہ مسلمان جاہل ہوں جن کا پیغمبر معلم بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس نے کہا تھا کہ ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ تعلیم کا عام نہ ہونا مسلمانوں کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ تعلیم عام نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنے حقوق کا شعور نہیں ہے، ان حقوق کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا شعور نہیں ہے۔ دیگر اقوام سے آگے بڑھنے کا شعور نہیں ہے.....

پھر جو تعلیم ہے اس کا معیار فروتر ہے۔ ہمارے یہاں لوگ بی اے کر لیں تو بھی ایک درخواست تک نہیں لکھ سکتے۔ بیرون ملک اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کے لیے جائیں تو وہاں ہماری ڈگریوں کو کوئی پوچھتا نہیں اور اکثر اوقات وہاں جا کر اسی سطح کی تعلیم دوبارہ حاصل کرنا پڑتی ہے۔ پھر جو بری بھلی تعلیم ہے وہ قومی ضروریات کو پورا نہیں کرتی، خواتین کے لیے الگ تعلیم کا انتظام نہیں ہوتا۔ جس معیار اور مقدار میں فنی ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔ تعلیم ہے تو تربیت کا کوئی تصور نہیں، اس وجہ سے یکسو مسلم شخصیت پروان ہی نہیں چڑھ پاتی اور انسان سازی کا عمل معاشرے سے ناپید ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری تعلیم ہماری نظریاتی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتی۔ ہمارا نظام تعلیم مغرب کا بھونڈا چربہ ہے جس میں اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نام کی معمولی دخل اندازی کی گئی ہے درآں حالیکہ اسلام کا اپنا ایک مخصوص تصور علم ہے اور اس کا اپنا ایک مخصوص ورلڈ ویو (تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الٰہ) ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہماری تعلیم اپنی ظاہری شکل اور داخلی روح دونوں میں اسلامی نظریات پر مبنی ہو لیکن ہماری حکومتوں، ہمارے دینی عناصر، ہمارے دانشوروں، سیاستدانوں اور ماہرین تعلیم میں سے بہت کم کو اس حقیقت کا شعور اور اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت کا احساس ہے۔

اس کے مقابلے میں مغرب کو دیکھیے۔ اکثر مغربی ممالک میں شرح تعلیم سو فیصد کے قریب ہے۔ کالجوں یونیورسٹیوں کی بھرمار ہے۔ معیار تعلیم بلند ہے اور نظام تعلیم معاشرے کے نظریات کے مطابق افراد کامیابی سے تیار کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں وہ کامیاب ہیں اور مسلمان ناکام۔

۲۔ تحقیق

تحقیق جو کبھی مسلمانوں کے گھر کی لونڈی تھی آج ان سے روٹھی ہوئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خود انہوں نے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ تحقیق کی بنیاد حریت فکر ہے کہ اس کے بغیر تحقیق کی گاڑی آگے بڑھ ہی نہیں سکتی۔ حریت فکر پر پہلی کاری ضرب سیاسی جبر نے لگائی، دوسری ضرب صوفیوں کے تصور دین کے طرف سے آئی۔ رہی سہی کسر علماء نے اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کا اعلان کر کے پوری کر دی اور اب یہ کیفیت ہے کہ مسلمان اندھی تقلید پر فخر اور اصرار کرتے ہیں اور ہر نئی بات اور نیا نظریہ ان کو بدعت اور انحراف لگتا ہے۔

آج کل مسلمان ممالک میں اعلیٰ تعلیم عام ہے نہ تحقیق کی سہولتیں ہیں۔ تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ بہترین لائبریریاں ہوں۔ اہل علم کو تحقیق کے لیے بہترین مراعات دی جائیں تاکہ وہ ہر قسم کے غم و فکر سے آزاد ہو کر دلجمعی سے تحقیق میں لگ جائیں۔ پھر ان کے نتائج تحقیق کو علمی حلقوں کے سامنے لایا جائے اور اس پر بحث و گفتگو ہو۔ اس طرح تحقیق کا کلچر فروغ پائے گا۔ یاد رہے کہ آج ہمیں تحقیق کی ضرورت صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائنس وٹیکنالوجی کے شعبوں ہی میں نہیں بلکہ سوشل سائنسز میں بھی ہے۔ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ ہمیں تحقیق کی ضرورت اسلامی علوم میں بھی ہے لیکن روایتی علماء کے جبر نے ایک ایسی فضا قائم کر رکھی ہے کہ اسلامی علوم میں آزادانہ تحقیق کا امکان ہی نہیں۔ جہاں لوگ ڈرتے ہوں کہ جوں ہی زبان کھولی ان پر سنگ باری شروع ہو جائے گی وہاں تحقیق کون کرے گا؟

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی

چنانچہ کسی مسلمان ملک کا بجٹ اٹھا کر دیکھ لیجیے کہ تحقیقی اداروں پر سالانہ کتنی رقم خرچ کی جارہی ہے اور اس کا موازنہ کسی مغربی ملک کے تحقیقی بجٹ سے کر لیجیے تو آپ کو زمین و آسمان کا فرق صاف نظر آئے گا۔ سوال یہ ہے کہ ؎

کس طرح کند ہوا ترا نشتر تحقیق؟
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک!

۳۔ سیاسی عدم استحکام

حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد جمہور امت کا یہ مسلک بلاشبہ کسی حد تک سیاسی استحکام کا سبب بنا کہ مسلم حکومت اگر آئیڈیل اسلامی حکومت نہ بھی ہو تو اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور اسے صرف پرامن اصلاحی جدوجہد ہی سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے لیکن اس کا ایک انتہائی منفی پہلو یہ نکلا کہ امت نے سیاسی آمریت کو برداشت کرنے کی روش اپنا لی۔ اس سے مسلم معاشرے کو ہمہ جہتی نقصان پہنچا تاہم اس کا سیاسی نقصان یہ ہوا کہ مسلم معاشرے میں شورائیت (جمہوریت) پروان نہ چڑھ سکی اور آمریت اور جبر کی وجہ سے حکمرانوں اور عوام میں فاصلے پیدا ہو گئے اور یہ چیز بالآخر سیاسی عدم استحکام پر منتج ہوئی۔ اس وقت مسلم ممالک کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہاں شورائیت نہیں ہے اور حکمران مسلم عوام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرضی سے برسر اقتدار آتے ہیں اور نہ مرضی سے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کا منبع اقتدار مسلم عوام نہیں ہوتے لہٰذا انہیں عوام کے مفادات اور ان کی خواہشات کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ ایک طرف وہ اقتدار کے دوسرے مقامی منابع کے محتاج ہوتے ہیں جیسے فوج، بیوروکریسی، برادری ازم، علاقائی، لسانی اور قبائلی عصبیت، جاگیرداری وغیرہ اور دوسری طرف انہیں خارجی منابع یعنی مغربی سپر پاورز کی کاسہ لیسی اور دریوزہ گری کرنی پڑتی ہے۔ ان دونوں باتوں نے امت میں سیاسی عدم استحکام پیدا کر دیا ہے اور وہ جاں بلب ہے۔ مسلمان ممالک کا یہی سیاسی عدم استحکام ان کی اکثر بیماریوں کی جڑ ہے اور جب تک وہ اس کا حل تلاش نہیں کریں گے، ترقی اور عظمت تو رہی ایک طرف ان کی بقاء ہی خطرے میں رہے گی۔

۴۔ کمزور ابلاغ

دوسرے شعبہ ہائے زندگی کی طرح اس شعبے میں بھی مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ مغرب کی پیروی کر لینے ہی کو کمال فن سمجھتے ہیں۔ انہی کی ابلاغی حکمت عملی کی نقل کرتے ہیں، انہی کی کلچرل پالیسی ہر کہیں اپنائی جا رہی ہے۔ اسلام، اسلامی اقدار، اسلامی اہداف اور مسلمانوں کی ترقی اور ان کے مصالح کا کسی کو احساس ہی نہیں۔ مسلم دشمن ممالک میڈیا کے زور پر دنیا کے سامنے جس جھوٹ کو چاہیں سچ باور کرا دیتے ہیں اور ہم آنکھیں پھاڑے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ یہ امریکی و یہودی پروپیگنڈے کا کمال ہے کہ مسلمان آزادی کا حق مانگیں تو وہ دہشت گرد کہلاتے ہیں، اسرائیل نہتے فلسطینیوں کو ذبح کر دے تو وہ بیچارا مظلوم ہے۔ اسامہ بن لادن امریکی ایجنڈے کا ساتھ دے تو وہ حریت پسند اور مجاہد ہے اور اگر امریکہ کی مخالفت کرے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے اور پورے امریکہ کو اس سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس وقت دنیا میں ۵۷ آزاد مسلم ممالک ہیں کسی ایک کے پاس ایسی طاقت ور ابلاغی مشینری نہیں کہ وہ مغرب کا مقابلہ کر سکے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ ان کے جھوٹ کو جھوٹ کہہ سکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا ثابت کر سکے یا ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کا توڑ کر سکے۔ کفار اپنے کفر کو اس خوبصورت طریقے سے پیش کر رہے ہیں کہ ایک عالم اس سے مسحور ہے۔ ہم اپنے حق کو اس طریقے سے پیش نہیں کر سکتے کہ کوئی اس کا ایک جملہ سننے پر آمادہ ہو جائے۔

مادی وسائل کا خاتمہ

ا۔ سائنس و ٹیکنالوجی

سائنس و ٹیکنالوجی میں مسلمان بہت پیچھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں تعلیم کم ہے۔ جو ہے، اس کا کوئی معیار نہیں۔ عمدہ تجربہ گاہیں موجود نہیں۔ سائنسی ترقی پر خرچ کرنے کے لیے بجٹ نہیں۔ سائنسی ترقی کے لیے اسلامی ممالک کی تنظیم کا مسٹیک کا اجلاس ستمبر ۲۰۰۱ء میں اسلام آباد میں ہوا جس میں سارے مسلم ممالک نے مل کر آئندہ مالی سال کے لیے سات ملین ڈالر کا بجٹ بنایا[1]۔ یہ بجٹ شرمناک ہے اگر یہ سات ہزار ملین ڈالر ہوتا تو بھی کم تھا لیکن سات ملین ڈالر، یہ تو اونٹ کے منہ میں زیرہ بھی نہیں۔ اس پر بھی اگر ہم کہیں کہ ہم سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو پھر لوگ ہم پر ہنسیں نہیں تو اور کیا کریں؟

ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم محض مغربی ٹیکنالوجی کے مستقل خریدار اور استعمال کنندہ ہیں۔ ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ نئی ٹیکنالوجی اس شرط پر درآمد کریں کہ اس کا کارخانہ ہمارے ہاں لگایا جائے تاکہ آئندہ وہ سامان ہم خود تیار کر سکیں بلکہ ہمارے بیوروکریٹ اور حکمران خود اللے تللے کرنے اور کمشن کھانے کے لیے اسے مستقل خریدتے رہتے ہیں۔

ہم لوگوں کے رویے اتنے غلامانہ اور احمقانہ ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی ذہین آدمی سارے موانع کے باوجود کوئی چیز ایجاد کر لے تو اسے کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ وہ اسے

ا۔ بحوالہ اردو سائنس میگزین شمارہ اپریل تا جون 2002ء، اردو سائنس بورڈ لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعارف کروانے کے لیے خوار ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اخبارات میں اس قسم کی افسوسناک خبریں آتی رہتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک انجینئر ہمیں ملے جنہوں نے پن بجلی پیدا کرنے کا ایک آسان اور سستا طریقہ دریافت کیا تھا لیکن وہ برسوں سے خوار ہو رہے تھے، کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ لاہور کے معروف ہومیو ڈاکٹر افتخار وارث صاحب نے اپنے خرچ پر مقامی طور پر فصلوں کے لیے کیڑے مار ہومیو دوائیاں تیار کیں اور عملاً تجربہ کر کے اور اچھے نتائج دکھا کر حکومت کو بتایا کہ اسے کروڑوں ڈالر سالانہ کی کیڑے مار ادویات درآمد کرنے کی ضرورت نہیں لیکن متعلقہ لوگوں نے ایک نہیں چلنے دی۔

۲۔ معاشی کمزوری

اس وقت حالت یہ ہے کہ اکثر و بیشتر مسلم حکمران فضول خرچ اور عیاش ہیں، بیوروکریسی رشوت خور ہے، حکمرانوں نے یہودیوں اور امریکیوں سے قرضے لینے اور انہیں عوامی مفاد میں خرچ کرنے کی بجائے اپنے اللے تللوں پر خرچ کر دیا اور قوم مقروض ہو کر رہ گئی۔ وہ قوم جس کا پیغمبر بھیجا ہی اخلاق کی تکمیل کے لیے گیا تھا اور جو اعلیٰ ترین اخلاق کا عملی نمونہ تھا اس کے نام لیواؤں کا اب یہ عالم ہے کہ وہ دنیا بھر میں کرپشن میں اول نمبر پر رہتے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون. مسلمان کے ہاں حلال و حرام کی تمیز مٹ گئی، اس نے سود کو اپنا لیا، محنت کی بجائے ناجائز ذرائع سے راتوں رات امیر بننے کی خواہش ہر نوجوان کے دل میں ہے۔ حکمرانوں نے کبھی خود انحصاری اور اپنے وسائل کے اندر رہ کر منصوبہ بندی کی کوشش ہی نہیں کی۔ اکثر مسلمان ممالک کے وزرائے خزانہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے نمائندے اور امریکی ایجنٹ ہیں وہ اپنے مالکان کا حق نمک ادا کرتے ہیں۔ مسلمان امت کا کیا حشر ہوتا ہے انہیں اس سے کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان عوام بھوکے مر رہے ہیں، نان جویں کے محتاج ہیں، مہنگائی اور بیروزگاری عام ہے۔ جب افریقی مسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ممالک میں قحط کی خبریں چھپتی ہیں اور بھوک سے مرتے، ہڈیوں کے ڈھانچے بنے نحیف ونزار بچوں کی تصویریں میڈیا میں چھپتی ہیں اور مغربی ممالک میں ان کی امداد کی اپیلیں شائع ہوتی ہیں تو غیرت سے ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے۔

۳۔حربی کمزوری

حربی برتری نتیجہ ہوتی ہے معاشی استحکام اور سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کا۔جس قوم کو کھانے کو روٹی کا نہ ملے اس نے اسلحے کے کارخانے کہاں سے لگانے ہیں؟ اور جس قوم میں تعلیم عام ہو نہ تحقیقی ادارے ہوں وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں کیا خاک ترقی کرے گی؟ حالت یہ ہے کہ روایتی ہتھیار بھی تعلیم وتحقیق اور فنی مہارت کے بغیر نہیں بنائے جاسکتے۔ چہ جائیکہ بیلسٹک میزائل اور ایٹمی وار ہیڈ جن کے لیے انتہائی اعلیٰ کمپیوٹر اور الیکٹرانک ٹیکنالوجی کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ مسلم ممالک کی اس وقت حالت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اسلحے میں خود کفیل نہیں اور انہیں مہنگے داموں اسلحہ ترقی یافتہ قوموں امریکہ، یورپ، روس وغیرہ سے حاصل کرنا پڑتا ہے اور وہ بھی فارن کرنسی میں۔اور یہ قومیں جو اندر سے مسلم ممالک کی خیرخواہ نہیں، انہیں اپنی مرضی کا اسلحہ منہ مانگی قیمت پر دیتی ہیں اور جب چاہتی ہیں پرزوں کی سپلائی روک کر اس اسلحے کو بھی ناکارہ بنا دیتی ہیں اور اس اسلحے کے چلانے کی تربیت کے نام پر خریدار ممالک کو مالی طور پر مزید زیر بار کرتی ہیں۔عراق اور افغانستان جیسی جنگوں میں وہ اپنا نیا اسلحہ ٹیسٹ کرتی ہیں اور مسلمان ممالک کے درمیان یا ان کے ہمسایوں کے ساتھ ان کی لڑائی کروا کر اپنی اسلحہ فیکٹریاں چالو رکھتی ہیں اور اس طرح مسلمان ممالک ان سے اسلحہ خریدتے رہتے ہیں اور یوں مسلم ممالک کی بھاری رقوم ان ترقی یافتہ ممالک کے بنکوں میں پہنچتی رہتی ہیں۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب کو مندرجہ ذیل جدول کی صورت میں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

صحیح نظریۂ حیات سے عدم وابستگی

انسانی وسائل کا خاتمہ	نموئی وسائل کا خاتمہ	مادی وسائل کا خاتمہ
کاہلی اور کام چوری	تعلیم وتربیت میں کمی	سائنس وٹیکنالوجی میں پسماندگی
بے اتفاقی	تحقیق سے اغماض	معاشی کمزوری
فقدان تنظیم ومنصوبہ بندی	سیاسی عدم استحکام	حربی کمزوری
قانون پر عمل نہ کرنا	کمزور ابلاغ	
خودغرضی وبزدلی		

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا وضاحتوں سے یہ بات نمایاں ہو کر سامنے آ گئی کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ان معروضی اصولوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے جو دنیوی ترقی و عروج کی الٰہی سنت پر مبنی ہیں اور ان معروضی اصولوں پر عمل کرنے پر وہ اس لیے قادر نہیں رہے کہ وہ اپنے نظریۂ حیات (اسلام) سے وابستگی کھو چکے ہیں لہٰذا وہ ان امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں جو کسی بھی قوم کو نکبت اور ادبار کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مسلم نشأۃ ثانیہ کے امکانات

پچھلی فصلوں میں ہم نے یہ دیکھا کہ مسلمان گو اس وقت زوال کا شکار ہیں لیکن ان کے اصول حیات صحیح اور صالح ہیں اور ان کے پاس محفوظ ہیں لہٰذا اگر وہ ان اصولوں پر سچ مچ عمل کرنے لگیں تو ان کے دوبارہ غالب آنے کے سو فیصد امکانات موجود ہیں۔ لیکن اکثر ایسے لوگوں کو جو قنوطی ہیں' حالات کے دباؤ کا شکار ہیں یا جن کی نظر صرف حال پر ہوتی ہے اور جنہوں نے قوموں کے عروج وزوال کے قرآنی فیصلے پر کبھی غور نہیں کیا' انہیں مسلمانوں کے زوال سے نکلنے اور دوبارہ غالب آنے کے امکانات کہیں نظر نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کو ہم نے عملی دنیا میں مسلم امہ کے غلبے کے امکانات دکھانے کے لیے اس فصل میں چار عنوانات سے بحث کی ہے۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کے حالات خراب ضرور ہیں لیکن اتنے بھی خراب نہیں کہ آدمی بالکل ہی مایوس ہو جائے کہ اس مرد بیمار کے سنبھلنے کے کوئی امکانات نہیں۔ دوسرے ہم نے یہ دکھایا ہے کہ متعدد وجوہ کی بناء پر مسلم تہذیب میں یہ منفرد خصوصیت موجود ہے کہ وہ انتہائی ضعف اور کمزوری کی حالت سے نکل کر دوبارہ تندرست وتوانا ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ کمیونزم کے زوال کے بعد دنیا ایک نظریاتی خلا میں مبتلا ہے' اسے ایک عادلانہ ورلڈ آرڈر کی ضرورت ہے اور یہ ورلڈ آرڈر مغرب کی لادینی تہذیب اسے نہیں دے سکتی لہٰذا اس خلاء کو اسلامی تہذیب بآسانی پر کر سکتی ہے۔ اور چوتھے یہ کہ مغرب اپنی طاقت کے زعم میں جو ظلم وستم مسلم اقوام پر ڈھا رہا ہے' اس کے نتیجے میں مسلم دنیا میں بالآخر جو ردعمل پیدا ہوگا وہی مغرب کے ظلم وستم کو بہا لے جائے گا اور اس طرح گویا خود مغرب ہی مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا سبب بنے گا۔ اب ان چار نکات کو ہم چار مباحث کی صورت میں اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث اول: مسلم امہ.....تصویر کے کچھ روشن پہلو

مسلم امہ بلاشبہ اس وقت ہر لحاظ سے زبوں حالی کا شکار ہے۔ نظریاتی طور پر دیکھیے تو یہ اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ نہیں بلکہ ذہنی افلاس کا شکار ہے' دوسرے نظریات سے مرعوب اور ان پر عمل کی خواہاں ہے۔ سیاسی لحاظ سے دیکھیے تو بظاہر آزادی حاصل کر لینے کے باوجود یہ اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتی بلکہ اس کے فیصلے واشنگٹن' لندن اور پیرس میں ہوتے ہیں' اس کے اکثر حکمران مغرب کے گماشتے ہیں۔ معیشت کے لحاظ سے اکثر مسلمان ممالک بین الاقوامی یہودی اور مغربی معاشی اداروں اور حکومتوں کے مقروض ہیں اور اپنی معیشت کے بارے میں خود فیصلے نہیں کر سکتے۔ جو مسلمان ممالک امیر ہیں ان کی اصل دولت مغربی بینکوں میں پڑی ہے اور مغربی ممالک کے کام آ رہی ہے جب کہ بہت سے غریب مسلم ممالک کے عوام نان جویں کو ترس رہے ہیں۔ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کی تعداد ۴۵ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ جو کل مسلم آبادی کی ایک تہائی سے بھی زیادہ ہے۔ دفاعی لحاظ سے دیکھیے تو اسلامی دنیا اسلحے میں خود کفیل نہیں بلکہ مغرب کی محتاج ہے۔ مسلم ممالک کے درمیان کوئی دفاعی معاہدہ نہیں اور طاقتور مغربی ممالک جب چاہتے ہیں مسلمان ممالک کو نرم چارے کی طرح کھا جاتے ہیں۔ صنعت و حرفت کا یہ حال ہے کہ کوئی مسلمان ملک بھاری مشینری یا الیکٹرانک مصنوعات نہیں بنا سکتا۔ یہ سب ترقی یافتہ ممالک سے درآمد کرنی پڑتی ہیں۔ سارے مسلم ممالک کی مجموعی قومی پیداوار دنیا کے مجموعی قومی پیداوار کا محض ۴ فیصد ہے۔ تعلیم کا یہ حال ہے کہ اکثر مسلم ممالک میں شرح تعلیم تیس چالیس فیصد سے زیادہ نہیں۔ تربیت کا کہیں اہتمام ہی نہیں۔ اخلاقی ابتری کا یہ حال ہے کہ کرپٹ ترین ممالک میں ہمیشہ اسلامی ملکوں کا نام سرفہرست ہوتا ہے گویا ہم اسلام کے نام لیوا رشوت' فراڈ' دھوکہ دہی' اقربا پروری' بددیانتی میں سب سے آگے ہیں۔ ہماری سماجی حالت یہ ہے کہ ہم کافروں جیسا بننا چاہتے ہیں' ان جیسا لباس پہن کر اتراتے ہیں' تمدن و ثقافت میں غیروں اور دشمنوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری گلیاں گندی، شہر گنجان اور دیہات ویران ہیں۔ زراعت میں مسلم دنیا خود کفیل نہیں اور پیٹ بھرنے جیسی بنیادی ترین ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بھی ترقی یافتہ ممالک کی محتاج ہے۔ مسلمان ممالک کے نزدیک سائنس وٹیکنالوجی کی یہ اہمیت ہے کہ یہ اپنی قومی مجموعی آمدنی کا صرف 0.5 فیصد سائنس وٹیکنالوجی پر صرف کرتے ہیں۔ دنیا کے ۷۵ فیصد کے لگ بھگ معدنی وسائل کی مالک اسلامی دنیا مفلوک الحالی کا شکار ہے۔ اس پر ۷۰۰ ارب ڈالر سے زیادہ کے قرضے ہیں۔ تمام مسلم ممالک کی مجموعی قومی پیداوار تقریباً ۱۲ ہزار ارب ڈالر سالانہ ہے جب کہ فرانس کی قومی پیداوار ۱۵ ہزار ارب ڈالر، جرمنی کی ۲۴ ہزار ارب ڈالر اور جاپان کی ۵۵ ہزار ارب ڈالر سالانہ ہے۔ صرف ان تین ممالک کا جی ڈی پی ۹۴ ہزار ارب ڈالر بنتا ہے جو سارے اسلامی ممالک کے مجموعی جی ڈی پی سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ ہے۔ انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے اسلامی ممالک کی آبادی دنیا بھر کی آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہے۔ عالم اسلام لگ بھگ تین کروڑ مربع کلومیٹر رقبے پر محیط ہے۔ صرف پانچ اسلامی ممالک سعودی عرب، عراق، متحدہ عرب امارات، کویت اور ایران کے دریافت شدہ تیل کے ذخائر ۶۵۸٫۳ بلین بیرل ہیں لیکن دنیا کی برآمدات میں ہمارا حصہ صرف ۷٫۵ فیصد ہے۔ عالمی معیشت میں ہمارا حصہ ۵ فیصد سے بھی کم ہے۔ اتحاد و یک جہتی کا عالم یہ ہے کہ مسلم ممالک کی باہمی تجارت ان کی مجموعی تجارت کا صرف ۱۰ فیصد ہے گویا ۹۰ فیصد تجارت پر اغیار قابض ہیں۔

ممتاز ماہر معاشیات محمود احمد مرزا مسلم دنیا کی پسماندگی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں [1] کہ آج کل قوموں کی ترقی کا انحصار سائنس وٹیکنالوجی پر ہے جب کہ کیفیت یہ ہے کہ مسلم ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے بہرہ ور افراد کی تعداد مایوس کن ہے۔ مسلم ممالک میں اوسطاً دس لاکھ افراد میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے آگاہ افراد

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰۰۲/۹/۱۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ۴۲۰۰ ہیں۔ معاشی اعتبار سے تیز ترقی کے لیے یہ شرح کم از کم تین گنا زیادہ ہونی چاہیے۔ بعض صنعتی ممالک میں یہ شرح ۱۵ گنا ہے۔ جیسا کہ ہم آگاہ ہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے ذریعے واقع ہوتی ہے۔ جہاں تک ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے اس شعبے میں مسلم ممالک کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے بہرہ ور افراد میں سے صرف ایک اعشاریہ اٹھارہ فیصد افراد ریسرچ اور ڈویلپمنٹ میں مصروف ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بڑے رسالوں میں مسلم ممالک کے لکھنے والے ماہرین کا حصہ صرف ایک فیصد ہے۔ دنیا میں ہر سال سائنس پر تقریباً ایک لاکھ کتب چھپتی ہیں ان میں سے ایک بھی مسلم ممالک میں نہیں لکھی جاتی۔ پورے عالم اسلام میں یونیورسٹیوں سمیت اعلیٰ تعلیمی ادارے تقریباً ایک ہزار ہیں۔ بیشتر یونیورسٹیوں میں اعلیٰ سماجی تعلیم اور سائنس وٹیکنالوجی پڑھانے اور سکھانے کی سہولتیں ناقص ہیں۔ خیال رہے کہ صرف ایک ترقی یافتہ ملک جاپان میں ایک ہزار سے زیادہ اعلیٰ پائے کی یونیورسٹیاں ہیں۔

غرض یہ کہ جس پہلو سے بھی دیکھیے مسلم امت زبوں حالی کا شکار ہے اور یہ وہ حقائق ہیں جو ہمارا منہ چڑاتے ہیں اور تلخ ہیں لیکن ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ جو کچھ ہم نے عرض کیا اس سے انکار ممکن نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ محض تصویر کا ایک رخ ہے جو سیاہ ہی سیاہ نظر آتا ہے۔ آیئے اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں جو ممکن ہے اتنا سیاہ نہ ہو۔

آج سے کم وبیش نصف صدی پیشتر اکثر مسلمان ممالک غلام تھے' استعمار کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے آج وہ آزاد ہیں۔ مغربی استعمار نے ترکی کو شکست دے کر ۱۹۲۴ء میں مسلمانوں کی مرکزیت (خلافت) کا خاتمہ کر دیا تو ۱۹۴۹ میں مؤتمر عالم اسلامی کے ذریعے عالم اسلام کو متحد کرنے کی کوشش ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں رابطہ عالم اسلامی قائم کی گئی اور پھر ۱۹۶۹ء میں سارے مسلمان ممالک نے سرکاری سطح پر اسلامی کانفرنس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنظیم (OIC) کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر امت کے اجتماعی مسائل پر آواز اٹھائی۔ اس ادبار کے دور میں دین کے سیاسی غلبے کے لیے امام حسن البناء نے ۱۹۲۸ء میں الاخوان المسلمون قائم کی جو دیکھتے دیکھتے اکثر عرب ممالک میں پھیل گئی۔ برصغیر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی اور اس وقت کئی مسلم ممالک میں اس نام سے جماعتیں قائم ہیں اور ان کی جدوجہد کے اثرات سارے عالم اسلام میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں برصغیر ہی سے مسلمانوں کو دین کے قریب لانے کے لیے تبلیغی جماعت اٹھی جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ چار دانگ عالم میں ۱۲ مہینے ہر وقت کہیں نہ کہیں تبلیغی جماعت کے لوگ متحرک ہوتے ہیں۔ انڈونیشیا میں دینی تحریک نہضۃ العلماء کے ارکان کی تعداد تین کروڑ ہے۔ غرض آپ جس مسلمان ملک میں بھی جائیں وہاں آپ کو ایسی تحریکیں، تنظیمیں، ادارے اور افراد ملیں گے جو لوگوں کو دین کے قریب لانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ایسی تنظیمیں اور ادارے بھی ہیں جو غیر مسلموں تک دین پہنچا رہے ہیں۔ امریکہ، فرانس، برطانیہ اور بہت سے دوسرے مغربی ممالک میں مسلمان دوسری بڑی قوم بن چکے ہیں اور وہاں قبول اسلام کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اسلام دشمن حلقے اس پر پریشان ہیں جن کا اظہار عالمی جرائد اور نشریاتی اداروں کی رپورٹوں سے ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی تعداد اس وقت ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہے گویا دنیا کا ہر چوتھا فرد مسلمان ہے اور مسلمانوں کی آبادی میں اس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہ عالم کفر پریشان ہے۔ ۵۷ ممالک اسلامی کانفرنس تنظیم کے رکن ہیں۔

اب ذرا مسلم دنیا کی سٹریٹجک لوکیشن کا اندازہ کیجیے۔ مسلم انڈونیشیا بحرالکاہل کے ساحل پر سنتری کی طرح کھڑا ہے تو مسلم مراکش بحر متوسط کے نکڑ کا پہرے دار ہے اور آج اگر جبل الطارق مسلمانوں کے قبضے میں نہیں ہے تو اس کے مقابلے میں مراکش کا شہر طنجہ مسلمانوں کی اہم چوکی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا براعظم افریقہ مسلم اکثریت کا براعظم ہے جہاں باسٹھ فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ یونان، اٹلی، سپین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرانس سے قطع نظر کیجیے اور دیکھیے تو بحر متوسط (بحیرۂ روم) عالم اسلام کا گھریلو تالاب نظر آتا ہے۔ اس کا ۶۵ فیصد حصہ آج بھی مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ نہر سویز اور بحر قلزم کی مشہور آبی شاہراہیں بھی مسلمانوں کی ہیں اور وہ خلیج فارس بھی، جس پر ایک مدت سے بڑی طاقتوں کی حریصانہ نظریں لگی ہوئی ہیں، مسلمانوں ہی کی ہے۔ اور باب المندب بھی مسلمانوں ہی کا ہے اور درۂ دانیال اور باسفورس پر ترکی بیٹھا ہوا ہے۔ مشرق میں آتے ہوئے دیکھیے۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا کا محل وقوع ایسا ہے کہ جس کسی کو بھی گزرنا ہے، انہی دونوں کے بیچ سے گزرنا ہے۔ پھر آبنائے ملاکا بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور جزائر مالدیپ بھی۔ اسی طرح مشرق و مغرب کے درمیان بحر عرب کے ساحل پر پاکستان کھڑا ہے اور خلیج بنگال میں بنگلہ دیش۔

اس خطے کی سیاسی، جغرافیائی اور عسکری اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ چار براعظموں، یعنی امریکا کو چھوڑ کر ایشیا، افریقہ، یورپ اور آسٹریلیا کے بری، بحری اور فضائی راستوں کا باہمی رابطہ اس خطے سے گزرے بغیر ممکن نہیں۔ افریقہ اور ایشیا کے سمندر اور بحیرہ روم کی تنگ پٹیاں، جو بین الاقوامی تجارت کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ عالم اسلام میں واقع ہیں۔ عالم اسلام کو اس شہ رگ کو دبانے اور بند کرنے کی طاقت بھی حاصل ہے اور اگر یہ ایسا چاہے تو بین الاقوامی اقتصادی زندگی کو مفلوج کر کے رکھ سکتا ہے۔

مسلم ممالک کی دفاعی افواج کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ نیٹو اور وارسا پیکٹ کی مشترکہ فوجوں سے بھی زیادہ ہے۔ صرف پاکستان کو ہی دیکھیے جو ایٹمی ملک بھی ہے اور روایتی اسلحہ برآمد بھی کر رہا ہے۔ کئی دوسرے مسلم ملک ایٹمی قوت بننے کے قریب ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان ممالک اسلحے کی برتری میں اپنے حریفوں سے بہت پیچھے ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ اس کمزوری کے باوجود انہوں نے اپنے جذبۂ جہاد سے جارح قوتوں کے دانت کھٹے کیے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، فلپائن میں مسلمانوں نے جو مزاحمتی جدوجہد کی ہے اور کر رہے ہیں وہ خود تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ افغانستان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عراق کو دشمن نے پچھاڑ دیا لیکن وہاں گوریلا جنگ جاری ہے اور ان شاء اللہ ایک دن کامیاب ہوکر رہے گی۔ پاکستان بھارت کے مقابلے میں چھوٹا سا ملک ہے لیکن وہ اس کے مقابلے میں تن کر کھڑا ہے' غرض دنیا میں جہاں بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی ظلم وزیادتی ہوتی ہے اب اسے برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ کمزوری کے باوجود اسے چیلنج کیا جاتا ہے۔

زرعی اور معدنی دولت بھی مسلم دنیا کو بدرجہ اتم ودیعت ہوئی ہے۔ دنیا کی کل پیداوار میں مسلم دنیا کی پیداوار کا تناسب ملاحظہ ہو: پٹ سن ۹۰ فیصد۔ قدرتی ربڑ ۷۰ فیصد۔ عربی گوند ۸۵ فیصد۔ مسالے ۹۷ فیصد۔ کھجور کا تیل ۶۵ فیصد۔ کپاس ۳۵ فیصد۔ معدنیات میں سے ٹن ۵۱ فیصد اور فاسفیٹ ۳۲ فیصد۔ یہ بالکل اجارہ داری کی سی صورت ہے۔ اس کے علاوہ کچا لوہا' قدرتی گیس' تانبا' ایلومینیم' کوئلہ' باکسائیٹ' مینگانیز' کرومائٹ' یورینیم' سونا' چاندی اور کوبالٹ میں بھی اسلامی ممالک ثروت منداور زرخیز ہیں۔ پٹرول اور تیل کے ضمن میں بھی مسلم دنیا کو ایک طرح کی اجارہ داری حاصل ہے۔ صرف مشرق وسطیٰ مین دنیا کی کل پیداوار کا ۴۰ فیصد تیل نکلتا ہے۔

سطور بالا سے ظاہر ہے کہ مسلم امہ کی حالت اتنی بھی تشویشناک نہیں جتنی بعض قنوطی حضرات سمجھتے ہیں اور دوسروں کو سمجھاتے ہیں۔ بلاشبہ ابھی منزل دور اور کٹھن ہے اور مشکلات بہت ہیں لیکن بہرحال امت آگے ہی بڑھ رہی ہے پیچھے نہیں جارہی اور ایسی بھی مایوسی کی بات نہیں کہ آدمی دل ہار بیٹھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اسباب کے حقیقی ہونے کے باوجود مایوسی کا کبھی بھی جواز نہیں ہوتا خصوصاً ایک مسلمان کے لیے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک تو مایوسی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی، الٹا اس سے بہت سے مسئلے پیدا ہوجاتے ہیں مثلاً مایوسی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ آدمی کی قوت عمل کو شل کردیتی ہے اور عام حالات میں آدمی اپنے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے جو کچھ (تھوڑا بہت) کرسکتا ہے اور بالعموم اس کے نتائج بھی حوصلہ افزا نکلتے ہیں، مایوس ہوجانے کی صورت میں وہ (قوت عمل سے محروم ہوکر) کچھ بھی نہیں کرپاتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اپنے رب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مایوس نہیں ہوسکتا۔ کسی معاملے میں ایک مسلمان کے مایوس ہونے کا بالواسطہ مطلب یہی تو ہے کہ اس معاملے میں گویا اب (نعوذ باللہ) خدا بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ ظاہر ہے کہ جس خدا کو مسلمان مانتے ہیں وہ تو اتنا بے دست و پا نہیں۔ وہ تو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے، وہ مہیمن ہے، عزیز ہے، حی و قیوم ہے، قوی اور مقتدر ہے۔ زمین و آسمان کے سارے اسباب اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں۔ وہ کن کہتا ہے تو اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ خدا وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں سنوں گا، میری طرف پلٹو میں خوش آمدید کہوں گا، مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، میری نصرت طلب کرو میں تمہیں فتح دوں گا اور کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو میری نصرت کو روک سکے۔ اور جو وعدہ کرتا ہے کہ تم پر میرا حق ہے کہ میں تمہاری مدد کروں، جو بالیقین کہتا ہے کہ تمہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو..... ایسے خدا پر یقین رکھنے والا مسلمان مایوس کیسے ہوسکتا ہے؟ جس خدا سے رابطہ کے دروازے چوبیس گھنٹے کھلے ہوں اور وہ رحیم و شفیق بھی ہو کہ جھڑکے گا نہیں، جو عادل بھی ہو کہ ظلم نہیں کرے گا، جو اتنا قوی ہو کہ کوئی اس کا حکم ٹال نہ سکے گا۔ ایسے خدا سے مایوسی کے کیا معنی؟ ایسے خدا کی طرف پلٹنا تو ہمارے بس میں ہے، کسی نے ہمارے ہاتھ تو نہیں پکڑ رکھے، تو پھر مایوسی کس بات کی؟

پھر اپنے ماضی قریب کا حال سے تقابل کر لیجیے، میزان میں تول لیجیے، اعداد و شمار جمع کر لیجیے۔ کل آپ غلام تھے آج آزاد ہیں، ۵۷ ممالک، تقریباً ڈیڑھ ارب کی آبادی، بہترین سٹریٹیجک لوکیشن، سمندروں تک رسائی، زرخیز میدان، بلند و بالا پہاڑ، صحرا اور جنگل؛ معدنیات کے ذخائر، ہر قسم کی صنعتوں کے لیے خام مال وافر، زرعی اجناس بفراغت، بہترین افرادی قوت موجود، آپ کو کس چیز کی کمی ہے؟ مایوس ہونے کا کیا جواز ہے؟ اللہ اکبر۔ اللہ کی ہر نعمت موجود ہے۔ البتہ یہ اس کی سنت نہیں ہے کہ یہ چیزیں اڑ کر ہمارے منہ میں پہنچ جائیں، کھانے کی مشقت تو ہمیں کرنی ہی پڑے گی۔

پھر اس وقت لاکھوں افراد اور سیکڑوں جماعتیں، تنظیمیں اور ادارے مسلمانوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین سے وابستہ رکھنے میں کوشاں ہیں۔ دین کے سیاسی غلبے کے لیے مسلم ممالک میں بیسیوں تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام بھی خاصا ہو رہا ہے۔ اتحاد امت کے لیے تین بین الملی تحریکیں کام کر رہی ہیں اور اسلام دشمن قوتوں کے شر سے بچنے اور ان سے مقابلے کی کوششیں بھی ہو رہی ہیں۔ ان ساری جہات میں جو کام ہو رہا ہے وہ بلاشبہ اتنا منظم، مربوط، موثر اور نتیجہ خیز نہیں جتنا ہونا چاہیے لیکن اس کے باوجود امت کا اجتماعی شعور غلبۂ امت کی ان جہات پر امت کے مثبت عناصر کو متحرک رکھے ہوئے ہے اور بلاشبہ ان کوششوں کے مثبت اثرات بھی موجود ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ جب افغانستان یا فلسطین میں ظلم ہوتا ہے اور ہم اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ان کی مصیبت ٹل جائے تو وہ کیوں نہیں ٹلتی؟ تو یاد رکھیے کہ دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک سنت ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ ویسے یہ بتایئے کہ حکیم جب آپ کو کڑوی دوا پینے کے لیے دیتا ہے تو کیا وہ ظلم کرتا ہے؟ مالی جب شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور کچھ کو کاٹ کر نیچے پھینک دیتا ہے [تازہ سائنسی انکشاف یہ ہے کہ درخت بھی جاندار ہوتے ہیں] تو کیا وہ زیادتی کرتا ہے؟ جب بچہ بازار کا ہر کھلونا خریدنے کی ضد کر کے روتا ہے اور ماں خرید کر نہیں دیتی تو کیا وہ ظلم کرتی ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اس وقت ہم مسلمانوں کے لیے حالات نامساعد ہیں۔ نفاق، انتشار، افلاس اور جہالت ہمارے پاؤں کی بیڑیاں بنے ہوئے ہیں۔ مغربی فکر و تہذیب کے غلبے نے نوجوانوں اور حکمرانوں کے دل و دماغ کو مفتوح کر رکھا ہے۔ ہمارے اجتماعی اداروں میں دشمن کے ایجنٹوں کی بھرمار ہے اور حالات اتنے حوصلہ شکن ہیں کہ بظاہر ہم بند گلی میں کھڑے ہیں۔ لیکن یہ مایوسی کا مقام نہیں بلکہ اسی میں تو ہماری بیدار مغزی کا امتحان ہے کہ ہم اس بند گلی سے نکلنے کا راستہ تلاش کر پاتے ہیں یا نہیں؟ اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کا علاج نہ ہو۔ کوئی ایسی مشکل پیدا نہیں کی جس کا حل نہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے کہ 'لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا' [البقرۃ ۲:۲۸۶] لہٰذا ہمیں اپنی مشکل کا حل ڈھونڈنا ہے اور اپنی بیماری کی دوا ایجاد کرنا ہے۔ مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کا طریقہ یہ نہیں کہ آدمی مایوس ہو کر ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے کہ ہم تو ڈوب گئے بلکہ مشکل حالات سے عہدہ برآ ہونے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اعصاب پر قابو رکھے، اپنی قوتوں کو مجتمع کرے اور زور لگا کر ذلت کے گڑھے سے باہر نکل آئے۔

یہ بلاشبہ مشکل کام ہے لیکن دنیا کی سیادت بزدلوں، کمزوروں اور نامردوں کے ہاتھ میں کب آئی ہے؟ بلاشبہ اس کے لیے چیتے کا جگر اور شاہین کی نظر چاہیے۔ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرنے کا حوصلہ چاہیے اور جو یہ حوصلہ نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھے۔ اسے کس نے کہا ہے کہ حق اور اس کے غلبے کی باتیں کرے۔ یہاں کا تو دستور ہی یہ ہے کہ

جس کو ہوں جاں و دل عزیز
اس کی گلی میں جائے کیوں؟

یا یہ کہ

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جاں کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

یا پھر یہ کہ

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آخر میں ہم ایک بار پھر یہ بات دہرائیں گے کہ مسلمان، جب تک اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین وادراک ہو، مایوس نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اپنے خدا سے مایوس نہیں ہوسکتا..... وہ خدا جو ارض وسماء کا خالق ہے، جو بحر و بر کا مالک ہے، جس کے سامنے زمین و آسمان ہاتھ باندھے کھڑے ہیں کہ کب کُن کا حکم ہو تو وہ اسے بجالائیں۔ ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خالق و مالک کا ماننے والا کب مایوس ہوسکتا ہے؟ ہمیں یقین ہے.....اتنا ہی پختہ یقین جتنا اس بات کا کہ اس وقت ہم یہ تحریر لکھ رہے ہیں.....کہ مسلمانوں کا مستقبل روشن اور تابناک ہے۔ یہ محض دیوانے کی بڑ نہیں بلکہ سارے Indicators اسی کی طرف اشارے کر رہے ہیں کہ سحر طلوع ہونے کو ہے، رات کی تاریکی چھٹنے کو ہے اور یہ باطل کے اندھیروں کے مقدر میں ہے کہ وہ چھٹ کر رہیں۔ سچ فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور اس سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے:

'جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا' [بنی اسرائیل ۱۷:۸۱]

(حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل ہے ہی مٹ جانے والی چیز)

ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب:۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

زوالِ مسلم

اگرچہ زر بھی ہے جہاں میں قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسّر تونگری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث دوم: مسلم تہذیب میں تجدید حیات کی منفرد خصوصیت

ہم پہلے باب میں قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ اگر کسی تہذیب رقوم کا نظریۂ حیات صحیح ہو اور وہ اس کے پاس محفوظ وموجود ہو اور وہ اس لیے روبہ زوال ہو کہ وہ اس نظریۂ سے وابستگی میں کمزور ہو گئی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر اسباب دنیا مہیا کرنے کی صلاحیت بھی مضمحل ہو گئی ہے تو ایسی تہذیب رقوم دوبارہ عروج حاصل کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ دوبارہ اس صحیح نظریے سے اس طرح وابستہ ہو جائے جیسا کہ اس کا حق ہے کیونکہ اس وابستگی کے نتیجے میں اس کے اندر اسباب دنیا مہیا کرنے کی صلاحیت دوبارہ قوت سے ابھر آئے گی اور اس کے دوبارہ عروج حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔ آیئے دیکھیں کہ کیا اس اصول کا اطلاق مسلم تہذیب رملت پر ہو سکتا ہے؟

اس کائنات اور اس میں انسان کے کردار کے حوالے سے ہم مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اور کائنات کو ایک خالق (اللہ) نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کائنات کو چلا رہا ہے لہٰذا انسان کے لیے صحیح سیدھا اور فطری راستہ یہی ہے کہ وہ اس کائنات میں زندگی اس طرح گزارے جس طرح اس کا خالق چاہتا ہے۔ انسان کا زمین میں اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہی اسلام ہے اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ابتدائے آفرینش سے انسان کو اسلام کی ہی تلقین کرتے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ زندگی اس کائنات میں اختتام کے قریب آ پہنچی اور انسانی ذہن طویل تجربات اور تمدنی ترقی کے بتدریج ارتقاء کے نتیجے میں اس سطح تک آ پہنچا کہ اب زمین پر انسان کی باقی ماندہ مدت کے لیے زندگی گزارنے کے بنیادی اصولوں کے ڈھانچے (شریعت) میں کسی بڑی تبدیلی کی ضرورت نہ رہی۔ چنانچہ خالق کائنات نے اعلان کر دیا کہ یہ جو پیغمبر میں نے بھیجا ہے یہ آخری ہے اور اس کے بعد میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجوں گا۔ (الاحزاب ۳۳:۴۰) اور جو شریعت (زندگی گزارنے کے اصولوں کی تنظیم) میں نے اس پیغمبر کے ذریعے بھیجی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ بھی آخری ہے اور اب اس کے بعد میں کوئی نئی شریعت نہیں بھیجوں گا (آل عمران ۳:۸۵) [کہ اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی]۔ اس کے ساتھ ہی اس نے زمین پر انسان کی باقی ماندہ مدت کی زندگی میں سامان ہدایت کی بقاء کے لیے تین انتظامات کیے:

۱۔ اس نے انسانی ہدایت کے لیے بھیجی گئی کتاب (القرآن الحکیم) کے متن کی حفاظت کا خود ذمہ لیا (الحجر ۱۵:۹) اس کے لیے اس نے ایک طرف تو مسلمانوں کے دل اس کتاب کے زبانی حفظ اور تحریری حفاظت کے لیے کھول دیے تو دوسری طرف اس نے مسلمانوں کو یہ بھی توفیق بخشی کہ انہوں نے اسناداً اسماء الرجال اور الجرح والتعدیل جیسے عظیم الشان علوم ایجاد کیے اور یوں نہ صرف اللہ کی کتاب مسلمانوں کے پاس ویسی ہی محفوظ ہے جیسی وہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی بلکہ اللہ کے فرستادہ رسولؐ کی سیرت اور اس کی سنت بھی ان کے پاس محفوظ ہے جو کہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی بنیاد مہیا کرتی ہے۔

۲۔ اللہ نے مسلمانوں کو زندگی گزارنے کا جو ڈھانچہ دیا (یعنی شریعت) اسے لچکدار رکھا تاکہ اس کے اصول وقوانین زمان ومکان اور حالات کی تبدیلی سے پیدا ہونے والے چیلنجوں کا سامنا کر سکیں۔ اس کی یہ صورت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اختیار فرمائی کہ جن اصولوں پر انسانی معاشرے کی بقاء واستحکام کا انحصار ہے اور انہیں بدلنے کی ضرورت نہیں پڑتی ان میں حتی الامکان مکمل تفصیلات مہیا کر دیں اور انہیں ناقابل تغیر قرار دے دیا (مثلاً حدود اور عائلی زندگی کے قوانین) اور جن امور پر زمان ومکان اور حالات کی تبدیلی اثر انداز ہو سکتی تھی وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محض پالیسی کے اصول مہیا فرما دیے اور تفصیلات کا تعین مسلمانوں پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنے حالات کے مطابق ان کا تعین ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں خود کر لیں (مثلاً سیاسی، معاشی، عدالتی نظام وغیرہ)۔ یہ دوسری صورت اسلام میں اجتہاد کہلاتی ہے۔ یوں شارع سبحانہ وتعالیٰ نے بیک وقت جہاں ضرورت تھی وہاں قوانین کو ناقابل تغیر اور جہاں ضرورت تھی وہاں انہیں قابل تغیر قرار دے کر آخری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریعت کو اس قابل کر دیا کہ وہ قیامت تک کے لیے ہر معاشرے میں اور ہر زمانے اور ہر ماحول میں قابل عمل رہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اب نیا پیغمبر اور نئی شریعت تو نہیں آئے گی لیکن اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس دین پر خود بھی قائم رہو اور اسے دوسروں تک بھی پہنچاؤ۔ گویا دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شہادت حق اور اقامت دین امت مسلمہ پر واجب ہے۔ اس فریضے کو ادا کرنا نہ صرف اس دین کی دائمی حفاظت کی اللہ کی اسکیم کا منشا ہے بلکہ خود مسلمانوں کی اپنی بقاء و استحکام کا انحصار بھی اسی پر ہے کہ وہ خود اس دین پر قائم رہیں اور دوسروں کو اسے اپنانے پر آمادہ کریں۔

مندرجہ بالا مختصر بحث سے واضح ہے کہ مسلمانوں کا نظریۂ حیات صحیح ہے، صالح ہے، قابل عمل ہے اور فطری ہے کیونکہ وہ خالق کائنات کا عطا کردہ ہے، ہزاروں سالوں سے انسان کا آزمودہ ہے اور وہ مسلمانوں کے پاس محفوظ اور مامون موجود ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود اس پر عمل کر کے اس کے نتائج دیکھ چکے ہیں۔ ان کی اپنی ہزار سالہ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ اس نظریۂ حیات پر عمل اس دنیا میں سربلندی عطا کرتا ہے۔ وہ عروج و غلبے کی ضمانت دیتا ہے [بشرطیکہ اس پر صدق دل سے عمل کیا جائے]۔ اس نظریۂ حیات پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ نکل چکا ہے کہ زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا' [یہ عہد عمر بن عبدالعزیزؒ میں ہوا]۔ یہ انسان کو وہ عروج بخشتا ہے کہ ایک مسلمان حاکم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اے بادلو! جہاں چاہو برسو، جہاں بھی برسو گے اس زمین کا خراج مجھ تک پہنچے گا [یہ الفاظ ہارون الرشید کے ہیں]۔ یہ انسان کو وہ جذبہ عطا کرتا ہے کہ ایک مسلمان سپہ سالار بستیوں پر بستیاں فتح کرتا چلا گیا یہاں تک کہ زمین ختم ہو گئی اور سمندر آ گیا تو اس نے سمندر میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور پانی کو چیرتا چلا گیا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا اے اللہ! یہ پانی اگر راہ میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک تیری زمین ہوتی میں اس میں تیرے دین کا جھنڈا گاڑتا چلا جاتا [یہ الفاظ حضرت عقبہ بن نافع کے ہیں جن کے راستے میں بحر اوقیانوس آ گیا تھا اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد کی بات ہے]۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے پاس ایسا صالح نظریۂ حیات موجود ہے جس پر عمل دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حتماً عروج بخشتا ہے۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ وہ اس نظریے پر عمل کرنے کا حق ادا کریں۔ جب بھی وہ یہ حق ادا کریں گے وہ دنیا میں بھی کامیاب ہو جائیں گے اور آخرت کی کامیابی تو ان شاءاللہ ان کے لیے ہے ہی۔

ان شاءاللہ

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(اقبالؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث سوم: کمیونزم کی شکست اور مغرب کے بگاڑ سے پیدا ہونے والا خلاء

اس وقت تک جو بحث ہم نے قوموں اور تہذیبوں کے عروج وزوال کے حوالے سے کی ہے اس سے یہ واضح ہے کہ اگر کسی معاشرے کی اکثریت (یا ایسی موثر اقلیت جو اکثریت پر غالب آ سکے) اللہ کی بندگی کے راستے پر اس طرح چلے جس طرح چلنے کا حق ہے تو وہ حتماً زمین میں غالب آ کر رہے گی (کیونکہ اس طرح اس میں وہ خوبیاں خود بخود پیدا ہو جائیں گی جو زمین میں اسباب مہیا کرنے کے لیے ضروری ہیں) لیکن اگر تھوڑے لوگ اللہ کی بندگی کے راستے پر چلیں (اتنے تھوڑے کہ وہ اکثریت پر غالب نہ آ سکیں) یا وہ اکثریت میں ہوں لیکن اللہ کی بندگی کے راستے پر یکسوئی اور وابستگی سے نہ چلیں بلکہ شیطان کی اور اپنے نفس کی پیروی کرنے کے نتیجے میں فسق وفجور یا نفاق میں مبتلا ہو جائیں تو وہ زمین میں عروج وغلبے کے اہل نہیں رہتے۔ بلکہ اس صورت میں دیگر اہل دنیا، خواہ وہ اللہ کے منکر ہی کیوں نہ ہوں، میں سے جو قوم/تہذیب اسباب دنیا مہیا کرنے پر دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر قادر ہو اسے اقتدار اور غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ یہ زمین اور کائنات اللہ کی ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ یہاں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ یہاں زندگی ممکن ہی نہ رہے اور یوں وہ اسکیم ہی ختم ہو کر رہ جائے جو اللہ کے پیش نظر ہے۔ اللہ کے پیش نظر اسکیم یہ ہے کہ زمین میں زندگی موجود اور رواں دواں رہے تاکہ لوگوں کو یہ موقع حاصل رہے کہ وہ اپنے اختیار سے یہ فیصلہ کر سکیں کہ وہ اللہ کو مانیں گے یا نہیں اور زندگی یہاں اللہ کی مرضی کے مطابق گزاریں گے یا نہیں! کیونکہ اگر زمین میں مستقل فتنہ وفساد پھیل جائے اور یہاں زندگی ممکن ہی نہ رہے تو اس کی امتحان گاہ کی پوزیشن بھی ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا اللہ اس وقت تک، جب تک اس نے اس زمین میں انسان کے ٹھہرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے (یعنی یوم قیامت تک) یہی چاہتا ہے کہ اس دنیا کا نظام چلتا رہے تاکہ اس کی امتحان گاہ کی حیثیت قائم رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ جو باتیں ہم نے اوپر کہی ہیں قرآن میں مذکور ہیں چنانچہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ 'ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون' (الحج ۲۲:۱۰۵) یعنی زمین میں اقتدار کے اصل حقدار تو اللہ کے صالح (یعنی نیک اور فرمانبردار) بندے ہی ہیں۔ اور اگر صالح بندے نہ ہوں یا وہ تھوڑے اور غیر مؤثر ہوں تو پھر غیر صالحین میں سے جو بھی زمین کا نظام برقرار رکھنے میں دوسروں سے بہتر ہوں انہیں اقتدار دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا 'وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ' (آل عمران ۳:۱۴۰) یعنی اس صورت میں ہم زمین میں غلبہ و اقتدار کبھی کسی گروہ کو دیتے ہیں اور کبھی کسی دوسرے کو۔

اسی پس منظر میں دیکھیے کہ جب تک مسلمان اللہ کے راستے پر یکسوئی سے چلتے رہے وہی غالب رہے جب انہوں نے صالحیت (اللہ کی سچی فرمانبرداری) گنوا دی تو پھر ان کا عروج بھی زوال میں بدلتا چلا گیا اور پھر یہ اقتدار اللہ نے اس گروہ کو دے دیا جو زمین میں اسباب زندگی مہیا کرنے پر دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر قادر تھا خواہ وہ صالح نہ بھی تھا۔ یوں دنیا کی قیادت مغربی قوموں کے حصے میں آ گئی۔ پھر مغربی مفکرین میں سے ہی بعض نے اہل مغرب سے یہ کہنا شروع کر دیا (یعنی کارل مارکس اور اینجلز وغیرہ نے) کہ تمہارے نظام میں یہ اور یہ خرابی ہے لہٰذا تمہارا برپا کردہ نظام زندگی غلط ہے اور اسے یوں چلنا چاہیے (یوں انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کی قباحتوں کو دور کرنے کے لیے کمیونزم اور سوشلزم کا نظریہ پیش کیا)۔ پھر ان کے ہم خیال لوگ منظم ہو گئے اور اتنے طاقتور ہو گئے کہ انہوں نے انسانی دنیا کے ایک خاصے حصے پر اقتدار حاصل کر لیا۔ دریں اثنا اس کشمکش کے نتیجے میں مغرب نے اپنے سرمایہ دارانہ نظام میں تبدیلیاں کر کے اس کی قباحتوں کو کافی کم کر لیا۔ لیکن کمیونزم اور سوشلزم کے حامیوں نے جو نظام زندگی سرمایہ دارانہ نظام کے بالمقابل وضع کیا اس میں بھی اتنی خرابیاں تھیں کہ وہ فوراً ہی فساد فی الارض پر منتج ہونا شروع ہو گیا۔ یہ نظام ان بنیادی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بھی ناکام ہو گیا جو کسی بھی نظام کی بقاء کے لیے ضروری ہیں مثلاً ہر انسان کی یہ فطری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کھائے پیے' پہنے' شادی کرے' گھر بنائے وغیرہ لیکن اس غیر فطری نظام نے انسان کو بھی مشین سمجھ لیا۔ لاکھوں کروڑوں لوگوں کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہوں پر پھینک دیا۔ ہر آدمی نان جویں کے لیے ریاست کا محتاج ہو گیا۔ اس نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو تعذیب دے دے کر قتل کر دیا کیونکہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے اس کی اطاعت نہ کرنا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ اس سرزمین میں خدا کا نام لینا ناقابل معافی جرم ٹھہرا' نجی ملکیت کا نظام ختم کر دیا گیا۔ لوگ جنسی زندگی بھی حیوانوں کی طرح گزارنے لگے۔ غرض یہ نظام اتنا غیر فطری تھا کہ پون صدی بھی نہ نکال سکا اور اس کی عظیم الشان عمارت' جو بظاہر بہت مضبوط نظر آتی تھی' اچانک ریت کے گھروندے کی طرح بیٹھ گئی اور لطف کی بات یہ دیکھیے کہ اس لرزتی دیوار کو آخری زور دار دھکا کس نے دیا؟ (افغانستان اور پاکستان کے) مسلمانوں نے، ان لوگوں نے جو صحیح نظریۂ حیات کے حامل تھے لیکن وہ ابھی اس قابل نہیں تھے کہ اس زوال پذیر ہونے والے معاشرے کے کھنڈرات پر اپنے صالح نظریات کی عمارت تعمیر کر سکتے۔ وہ بس اتنا ہی کر سکے کہ اپنی بچی کھچی ایمانی قوت جمع کر کے ریت کی بنیادوں پر کھڑے اس محل کو زوردار دھکا دے کر گرا سکیں۔

دوسری طرف مغربی تہذیب تھی جو اگرچہ خود روبہ اضمحلال تھی اور اسے بھی فساد فی الارض کی دیمک لگ چکی تھی لیکن قوموں کے اکھاڑے میں ابھی کوئی ایسا طاقتور حریف موجود نہیں جو ان کی کمزور پڑتی طاقت کو چیلنج کر سکے۔ مسلمان تو ابھی اپنی ذات کے گنبد میں بند ہیں' وہ تو ابھی اپنی خودی کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ اس وجہ سے کہ زمین میں اس وقت مغربی تہذیب سے بہتر کوئی متبادل عملاً موجود نہیں' قدرت اسے ہی ڈھیل دیے جا رہی ہے اور اس وقت تک دیتی رہے گی جب تک اس سے بہتر اور اصلح کوئی قوم/تہذیب اس کی جگہ لینے کے لیے تیار نہیں ہو جاتی۔

ان حالات میں اہل مغرب کو موقع مل گیا ہے کہ وہ اکڑ کر کہہ سکیں کہ ہمارا کوئی مدمقابل نہیں۔ ہم سب سے بہترین ہیں۔ ہمارا کہا نیو ورلڈ آرڈر ہے' ہماری جمہوریت'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہماری معیشت' ہمارا نظام زندگی سب سے اعلیٰ و برتر ہے اور مثالی ہے لہٰذا سب کو اس کی پیروی کرنی چاہیا ور دنیا کر رہی ہے اور فطرت اس کو اس لیے برداشت کر رہی ہے کہ دنیا کا نظام زندگی چلانے کے لیے، اسباب زندگی مہیا کرنے کے لیے اس سے بہتر متبادل قوت موجود نہیں ہے۔

ظاہر ہے امریکہ و مغرب کا پیش کردہ نیو ورلڈ آرڈر منصفانہ نہیں ہے۔ان کی جمہوریت' ان کی معیشت ان کی معاشرت غرض سارے شعبہ ہائے زندگی مثالی اور اعلیٰ و برتر نہیں ہیں لیکن وہ جیسے بھی ہیں دنیوی زندگی میں ابھی دوسروں سے بہتر ہیں اس لیے قدرت انہیں مہلت دیے جا رہی ہے اور اس وقت تک دیتی رہے گی جب تک اس سے بہتر اور اس سے توانا تہذیب اس کے مدمقابل آ کر کھڑی نہ ہوگی اور مغربی تہذیب کو چیلنج کر کے خود کو اس سے اصلح اور اعلیٰ ثابت نہ کر دے گی۔کمیونزم کے زوال کے بعد سب سے بڑی تہذیب اور سب سے مضبوط نظریۂ حیات جو اہل مغرب کو خود کو چیلنج کرتا نظر آ رہا ہے وہ اسلامی نظریۂ حیات اور مسلم تہذیب ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کیونکہ مغربی تہذیب کا اسلام اور مسلمانوں کے سوا سچ مچ کوئی متبادل نہیں۔بعض لوگ چینیوں کا ذکر بھی کرتے ہیں لیکن ان کے موقف میں زیادہ وزن نہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ گراں خواب چینی اب سنبھل گئے ہیں' چنیا بیگم سے بھی ان کی جان چھوٹ گئی ہے لیکن کمیونزم کا جوا اتارنے میں انہیں وقت لگے گا' کنفیوشس ازم کوئی ایسا نظریۂ حیات نہیں جو پوری انسانی زندگی کے لیے ایک متبادل اور صالح فکری اساس مہیا کر سکے لہٰذا مادی لحاظ سے ترقی کرتا ہوا چین' اپنی مادی ترقی کے باوجود بتدریج مغربی تہذیب کے حسن کا شکار ہوتا چلا جائے گا بالکل جاپان کی طرح کہ وہ آج اقتصادی لحاظ سے امریکہ کے منہ آ رہا ہے لیکن نظریاتی اور تہذیبی طور پر مغرب کے لیے کوئی چیلنج پیش نہیں کرتا کیونکہ اس کی کوئی متبادل اور مضبوط نظریاتی اساس موجود نہیں ہے۔یہی حال مستقبل میں چین کا ہوگا کہ وہ مادی طور پر ترقی کر سکتا ہے لیکن فکری اور نظریاتی طور پر مغرب کو فتح نہیں کر سکتا۔لہٰذا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیموئیل ہنٹنگٹن ٹھیک کہتا ہے کہ مستقبل میں مغربی تہذیب کی برتری کو چیلنج کرنے والی سب سے بڑی ممکنہ طاقت مسلم تہذیب ہی ہے (۱) اور صدنکسن بھی ٹھیک کہتا ہے کہ ہمیں فوری طور پر اسلام سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ مسلمان اتنے منتشر اور باہم دست وگریباں ہیں کہ انہیں دشمن کی ہوش ہی نہیں۔ (۲) لیکن غلط ہم بھی نہیں کہتے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کمیونزم کا پیدا کردہ خلاء صرف مسلم تہذیب ہی پُر کرسکتی ہے۔ مغرب کی تہذیب جن خرابیوں کی وجہ سے ڈول رہی ہے ان کا علاج صرف اسلام ہی کے پاس ہے لہٰذا صرف اسلام ہی متبادل ہے، صرف مسلم تہذیب ہی متبادل تہذیب ہے جو مغربی تہذیب کی باطل نظریات پر مبنی کمزور دیواروں کو دھکا دے کر گرادے گی اور خود اس کی جگہ لے لے گی۔ یہ طاقت اسلامی نظریۂ حیات میں تو ہے لیکن مسلمانوں میں ابھی پیدا نہیں ہوئی، لیکن ہم کہتے ہیں کہ بہت جلد مسلمانوں میں یہ طاقت پیدا ہوجائے گی (ان شاء اللہ) اور اس کا سبب بھی مغرب ہی بنے گا جیسا کہ ہم اگلے مبحث میں بتائیں گے۔

1- Samuel Huntington, Clash of Civilizations and the Remaking of World Order, Touchstone, New York, 1997.

2- Richard Nixon, Victory without War, Sidgwick & Jackson, London, 1988.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث چہارم: مغرب کا ظلم وستم

پہلے باب میں قوموں کے عروج وزوال کے بارے میں اللہ کی سنت بیان کرتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ مسلم امت کی نشأۃ ثانیہ کے امکانات موجود ہیں۔۔پھر دوسرے باب میں ہم نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ یہ امکانات محض ہماری خوش فہمی کی پیداوار نہیں بلکہ عملاً ان امکانات کے بہت سے روشن پہلو موجود ہیں چنانچہ پہلے مبحث میں ہم نے بتایا کہ مسلم امت کے حالات واقعی برے ہیں لیکن اتنے بھی برے نہیں کہ آدمی اچھی توقعات کا تصور بھی نہ کر سکے۔پھر دوسرے مبحث میں ہم نے یہ بتایا کہ مسلم تہذیب کے فکری ماخذ نہ صرف محفوظ وموجود ہیں بلکہ ان کے اندر مسلمانوں کو متحرک کرنے کا پورا Potential موجود ہے۔پھر تیسرے مبحث میں ہم نے بتایا کہ کمیونزم کے زوال کے بعد عالمی سطح پر ایک فکری وتہذیبی خلا پیدا ہو چکا ہے جسے مغربی تہذیب اس لیے پورا نہیں کر سکتی کہ اس میں بگاڑ (فساد فی الارض) انتہا کو پہنچ رہا ہے لہٰذا اس امر کے روشن امکانات موجود ہیں کہ اسلامی فکر اس خلا کو پر کر سکے کیونکہ اس کے اندر اس کی مکمل صلاحیت ہے۔لیکن اسلامی فکر کے اس غلبے میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہیں جن کے قول وفعل میں تضاد ہے اور جو اسلام سے حقیقی معنوں میں وابستہ نہیں ہیں۔مسلمانوں کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے مسلم معاشرے میں اصلاحی تحریکیں کام کر رہی ہیں لیکن ابھی ان کی قوت اتنی زیادہ نہیں کہ یہ پہاڑ آسانی سے سر ہو سکے۔اس کا حل ایک ہی ہے کہ مسلم امت کی بے حسی کو توڑنے کے لیے اسے بجلی کے جھٹکے دیے جائیں۔وہ ایسی تکلیف، دکھ اور ذلت سے دوچار ہو کہ اس کی بے حسی باقی نہ رہ سکے اور وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔چنانچہ اللہ ہم پر بڑا مہربان ہے اور اُس نے اِس کا انتظام کر دیا ہے اور وہ انتظام یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ کے اندر ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں (وہاں اس کے لیے موزوں قیادت برسر اقتدار لا کر اور یہودیوں کا نفوذ وہاں بڑھا کر) کہ وہ مسلم دنیا کو مٹانے اور برباد کرنے پر تل گیا ہے، وہاں کی قیادت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکبر اور مسلم دشمنی میں مبتلا کر دیا ہے چنانچہ وہ مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم و ستم ڈھانے پر شیر ہو گئی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے آخری حدوں تک جانے پر تیار ہو گئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سٹیج اللہ تعالیٰ نے اس لیے تیار کی ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو بجلی کے جھٹکے دیے جا سکیں اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کیا جا سکے اور ان کی بے حسی ختم کی جا سکے۔

اگرچہ یہ ایک مسلمہ، فطری، فکری اور بین الاقوامی حقیقت ہے کہ کسی بھی نظریے کو زبردستی نہیں دبایا جا سکتا بلکہ اسے جتنا بھی دبایا جائے وہ اتنا ہی زیادہ ابھرتا ہے لیکن یہ مثال اسلام پر خاص طور پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ سچا دین ہے اور فطری دین ہے لہٰذا جب کسی فرد کے دل میں اس کی حقیقت اور اس کی محبت اتر جاتی ہے تو وہ پھر جان دے دیتا ہے لیکن اس دین کی حلاوت کو ترک نہیں کرتا۔ یہ بات ویسے ہی قابل فہم ہے لیکن اگر کوئی اس کے لیے دلائل اور ثبوت چاہے تو وہ بھی حاضر ہیں:

ہماری پہلی دلیل یہ ہے کہ اس امت کا ماضی اس فارمولے کی تصدیق کرتا ہے۔ دیکھیے جب نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو آپ ایک کمزور فرد واحد تھے، پھر جو لوگ آپ پر ایمان لائے ان میں سے اکثر غریب، کمزور اور سماجی و معاشی لحاظ سے کچلے ہوئے طبقے کے افراد تھے چنانچہ وڈیروں، سرمایہ داروں اور سرداروں نے ان پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کیا، ان کو وہ تعذیب دی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یہاں تک کہ کچھ لوگ جان اور ایمان بچانے کے لیے ملک چھوڑ کر چلے گئے لیکن کفار مکہ کی پوری کوشش کے باوجود اس قافلۂ سخت جاں کی تعداد بڑھتی گئی۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ خود داعیٔ حق کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور اسے شہر چھوڑ کر دوسری جگہ جانا پڑا۔ اہل کفر نے وہاں بھی اس کا پیچھا کیا اور ساری قوت جمع کر کے اس نوخیز پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کی لیکن اہل کفر کی ان ساری کوششوں کا ایک ہی نتیجہ نکلا کہ 'جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ' اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا' [بنی اسرائیل ۱۷:۸۱] حق غالب آ گیا اور باطل مفتوح ہو گیا۔ یہ اس دین کی ابتداء تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس دین کا وسط دیکھیے۔ جب یہ دین ایک معاشرے اور تہذیب کی صورت میں ڈھل گیا اور اس کی ضیاء پاشیوں نے اقطار عالم کو منور کر دیا تو پھر شیطان کی چالیں کامیاب ہونے لگیں اور دنیا کی محبت اور لذتوں نے مسلمانوں میں کمزوری پیدا کرنی شروع کی۔ اس حالت میں منگولوں کا سیلاب اٹھا اور مسلم تہذیب کے مرکز اور ایک بڑے خطے کو بہا کر لے گیا۔ لوگ روتے رہ گئے، بستیاں ویران ہو گئیں اور شہر اجڑ گئے بلکہ ہر شہر میں مسلمانوں کی کھوپڑیوں کے مینار بن گئے۔ اب بظاہر یہ اس دین اور اس تہذیب کا خاتمہ تھا لیکن اچانک یہ زخمی اور ہزیمت خوردہ شیر جاگ اٹھا اور وہی منگول جو اسلام کو فتح کرنے آئے تھے' اس کے سامنے مفتوح ہو گئے اور اسلام اور مسلم تہذیب پھر غالب آ گئی چنانچہ ابن خلدون کہتا ہے کہ یہ منگولوں کا حملہ تھا جس نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اور انہیں حیات نو بخشی۔ (۱)

ہم کہتے ہیں جب اس مسلم تہذیب کی ابتداء یہ تھی کہ اس کے ماننے والے کمزور تھے پھر دشمنوں کے ظلم و ستم نے اسے طاقت بخش دی۔ جب اس کا وسط یہ ہے کہ جب منگولوں نے اس عظیم الشان عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو ان کے ظلم و ستم نے ایک نئی مسلم قوم کو جنم دیا جو ان پر غالب آ گئی۔ تو اب اس تہذیب کے آخری دور میں یہ کیوں نہیں ہوگا کہ اس پر ظلم و ستم کرنے والے مٹ جائیں گے اور اس ظلم و ستم کے نتیجے میں یہ تہذیب پہلے سے زیادہ توانا اور طاقتور ہو کر ابھرے گی۔ منطق کا کوئی فارمولہ ہمارے اس دعوے کو رد نہیں کر سکتا۔ جو پہلی صدی ہجری میں سچ تھا' جو ساتویں صدی ہجری میں سچ تھا وہ آج پندرھویں صدی ہجری کی ابتداء میں سچ کیوں نہیں ہو سکتا؟

ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ خود مغربی مفکر و دانشور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام پر جتنا ظلم و ستم ڈھایا جائے یہ اتنا ہی ترقی کرتا ہے چنانچہ مستشرق آگسٹ نمز جونیئر نے آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف ماڈرن اسلامک ورلڈ کی چوتھی جلد میں تنزانیا پر

۱۔ ابن خلدون، کتاب العبر (تاریخ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالہ لکھتے ہوئے اعداد وشمار کی بنیاد پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ مشرقی افریقہ خصوصاً تنزانیا میں اشاعت اسلام کی رفتار سب سے زیادہ تیز اس زمانے میں تھی جب مغربی قومیں وہاں کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا رہی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

لہٰذا مسلمانوں کو نہ مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور نہ خوفزدہ ہونے کی۔ انہیں بس یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ان کی بقاء، ان کا استحکام، ان کی ترقی، ان کی عظمت اور ان کے عروج کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں، منافقت اور دورنگی چھوڑ دیں اور اخلاص کے ساتھ اپنے اللہ کی طرف پلٹ جائیں۔ جوں ہی انہوں نے یہ کرلیا وہ بازی جیت جائیں گے۔ پھر مغربی تہذیب کے سانپ انہیں رسیاں نظر آنے لگیں گے اور اسلام کا اژدھا ان سب کو نگل جائے گا۔ اور اس میں ان شاء اللہ بہت دیر بھی نہیں لگے گی۔ نبی کریم ﷺ نے یہ پورا انقلاب ۲۳ برس میں مکمل کر دیا تھا۔ ہمارا ایمان اور ایقان یہ کہتا ہے کہ جس دن مسلم امت کی اکثریت اللہ کی اطاعت کے راستے پر یکسو ہوگئی ہے اسے انشاء اللہ ۲۳ سال سے ایک دن زیادہ نہیں لگے گا اور اسلام اور مسلمان غالب آجائیں گے۔ تاہم شرط یہ ہے کہ ہم مسلمان بدلیں کیوں کہ جب تک ہم نہیں بدلتے اس وقت تک یہ گھاٹی سر نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کی سنت ہی یہ ہے کہ 'اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ' (الرعد ۱۳ : ۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب ہم مسلمان اس شرط کو پورا کر دیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی کوئی بھی صورت پیدا فرما دیں گے یا تو موجودہ مسلمان قوموں میں سے اللہ کسی کو لیڈرشپ کی توفیق وصلاحیت دے دے گا یا پھر اللہ تعالیٰ اہل مغرب کے سینے اسلام کے لیے کھول دے گا اور جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود مغربی ذرائع ابلاغ تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر امریکہ میں اسلام کے پھیلنے کی موجودہ رفتار برقرار رہی تو ۲۰۲۳ء میں وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی (۱)

تو یوں دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موجودہ طاقتور مغربی حکومتوں میں سے کوئی اسلام قبول کرے اور وہ اسلام کی علمبردار بن کر اٹھ کھڑی ہو۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

اس باب کی گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا نظریۂ حیات انہیں دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ مسلمانوں نے جب تک دین اسلام کی تعلیمات پر سنجیدگی سے عمل کیا، وہ دوسری قوموں/تہذیبوں سے بہتر طور پر اسباب دنیا مہیا کرنے پر قادر رہے اور ایک ہزار برس تک عروج و ترقی نے ان کے قدم چومے۔ پھر جب ان کی وابستگی دین سے کمزور ہو گئی تو انہیں زوال و ادبار نے آ لیا۔ آج بھی اگر وہ اپنے دین کی طرف پلٹ جائیں اور اس سے حقیقی وابستگی اختیار کر لیں تو وہ دوبارہ عروج سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے حالات ایسے ہیں کہ نہ صرف نظری طور پر بلکہ عملی طور بھی مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے امکانات روشن ہیں۔

مسلمانوں کے متوقع عروج کے امکانات کو اگلے صفحے پر دیے گئے جدول کی صورت میں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے:

۱۔ CNN نے ۲۳ جولائی ۲۰۰۲ء کو اپنے نشریے میں یہ تسلیم کیا کہ اسلام مغرب میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اور 9/11 کے بعد پچھلے ایک سال سے بھی کم عرصے میں ۳۴ ہزار امریکی اسلام قبول کر چکے ہیں اور اگر اسلام کے پھیلنے کی یہی رفتار جاری رہی، تو ربع صدی کے اندر مسلمان امریکہ میں اکثریت میں ہو جائیں گے۔ (نوائے وقت ۲۴/۷/۲۰۰۲ء سجاد میر کا کالم "پاسبان مل گئے")۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے متوقع عروج کے امکانات

مسلمانوں کا متوقع عروج ۲۰۲۵-۲۰۵۰ء

↑

نظریۂ حیات سے محکم وابستگی

↑

- وسائل اور صلاحیتوں کی موجودگی
- تجدید حیات کی منفرد خصوصیت
- کمیونزم کی شکست اور مغرب کے بگاڑ سے پیدا ہونے والا خلا
- مغرب خصوصاً امریکہ کا ظلم و ستم

↑

مسلم امت ۲۰۰۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مغرب کا عروج اور متوقع زوال

فصل اول مغرب کے عروج کے اسباب

فصل دوم مغرب کے متوقع زوال کے اسباب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

رعنائیٔ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سودِ ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

جو قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

مغرب کے عروج کے اسباب

مغربی تہذیب اس وقت بلا شک وشبہ دنیا کی غالب و برتر تہذیب ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لیے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حقیقت تو اندھوں کو بھی نظر آ رہی ہے۔ البتہ ایک مسلمان کے لیے جو بات بسا اوقات الجھن کا باعث بنتی ہے وہ یہ کہ غلبہ تو مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ اسلام اللہ کا سچا دین ہے اور مسلمان اللہ کو ماننے والے ہیں لہٰذا غلبہ اور برتری ان کی ہونی چاہیے نہ کہ اہل مغرب کی جو کافر اور اسلام دشمن ہیں۔

اس الجھن کا اصولی جواب پچھلی دو فصلوں میں آ چکا ہے جسے ہم اختصار سے دہرائے دیتے ہیں کہ دنیا میں ترقی کا انحصار اس امر پر نہیں ہے کہ آدمی کا عقیدہ صحیح ہو اور وہ اللہ و رسول کو مانتا ہو بلکہ اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی اسباب دنیا فراہم کرنے پر قادر ہو جائے۔ لہٰذا جو قوم اور تہذیب بھی دوسروں سے بڑھ کر اسباب دنیا فراہم کرنے پر قادر ہو وہی طاقتور اور غالب ہوتی ہے۔ اور دنیا میں اسباب زندگی فراہم کرنے کے لیے عقائد کا صحیح ہونا یا اصول حیات کا صالح ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ جو بھی اسباب دنیا فراہم کرنے کے اصولوں پر عمل کرے وہ دنیا میں طاقتور اور برتر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا میں اس طرح کے عارضی غلبے کے باوجود یہ قوم آخرت کے عذاب سے دوچار ہوگی اور دنیا میں اس کا اقتدار بھی تھوڑے عرصے کے لیے ہوگا کہ غلط نظریۂ حیات جلد ہی اسے فساد فی الارض کے گڑھے میں گرا کر اس کی موت کا سبب بن جائے گا۔

وہ معروضی اصول جن پر عمل کر کے کوئی بھی قوم دنیا میں فراہمیٔ اسباب پر قادر ہو سکتی اور طاقتور و بالادست ہو سکتی ہے، ان کا ذکر ہم اس باب کی پہلی فصل میں کر چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان اصولوں پر اہل مغرب کا عمل بھی کوئی پوشیدہ یا متنازعہ بات نہیں بلکہ اس کا مشاہدہ ہم میں سے ہر فرد بچشم سر کر رہا ہے۔اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ یہ موضوع کسی تفصیلی بحث کا محتاج ہے۔تاہم موقع کی مناسبت سے ہم ان اصولوں پر اہل مغرب کے عمل کا ذکر مختصر طور پر کیے دیتے ہیں۔

ترقی کے مذکورہ معروضی اصول یہ ہیں:

اصل الاصول: نظریۂ حیات سے وابستگی

انسانی وسائل: محنت، اتحاد، تنظیم و منصوبہ بندی، پابندیٔ قانون، ایثار و قربانی

نمودی وسائل: سیاسی استحکام، تعلیم و تربیت، تحقیق، ابلاغ

مادی وسائل: سائنس و ٹیکنالوجی، معاشی صلاحیت، حربی قوت۔

اور اب ان اصولوں کی کچھ تفصیل:

نظریۂ حیات کے ساتھ وابستگی

یہ دنیا میں ترقی کا بنیادی ترین سبب اور اس کا اصل الاصول ہے۔اہل مغرب نے (تحریف شدہ) عیسائیت کو جب دنیوی ترقی میں مزاحم پایا تو اس کا جوا گردن سے اتار پھینکا۔تحریف شدہ عیسائیت ویسے بھی اسلام کی طرح دنیا و آخرت میں جامع تعلیمات کی حامل نہ تھی بلکہ وہ محض چند دینیاتی و اخلاقی مباحث کا مجموعہ تھی اور اس میں دنیوی زندگی کے بارے میں تفصیلی لائحہ عمل سرے سے موجود ہی نہ تھا چنانچہ اہل مغرب نے بڑی آسانی سے خدا اور مذہب دونوں کو اپنی زندگیوں سے نکال دیا۔انہوں نے جو نئے اصول زندگی اختیار کیے وہ یہ تھے:

- انسانوں کی اجتماعی زندگی میں خدا اور مذہب کا کوئی دخل اور کردار نہیں ہے، اگر کوئی اپنی ذاتی زندگی میں خدا و آخرت کو ماننا چاہتا ہے تو مان لے (سیکولرزم)۔
- یہ کہ انسان خود مختار ہے کہ اپنی زندگی جیسے چاہے گزارے، اس پر خدا یا مذہب کی کوئی بالادستی نہیں ہے (ہیومنزم)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ریاست کی بنیاد اس نظم اجتماعی پر ہے جس کی بنیاد رنگ، نسل، زبان اور علاقے کے اشتراک جیسے اصولوں پر ہو (نیشنلزم)۔
- عوام کے نمائندے پارلیمنٹ میں جو قانون چاہیں بنائیں اور جس فعل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے لیں (جمہوریت)۔
- ہر فرد کو سرمایہ بڑھانے کی لامحدود آزادی حاصل ہے (سرمایہ داری یا کیپٹلزم)۔
- مذہب، اخلاق اور سماج کے صرف وہ اصول قابل تسلیم ہیں جو تجربے اور مشاہدے کے سائنسی اصولوں پر پورے اتریں (امپریسزم)۔
- معاشرتی زندگی میں جنسی اباحیت اور عورتوں کی مادر پدر آزادی، جو نتیجہ ہے مذہب کے رد اور ہیومنزم و سیکولرزم وغیرہ کے قبول کرنے کا۔

اس وقت تک اہل مغرب نے ان اصولوں کو کسی نئے مذہب کا نام تو نہیں دیا البتہ ان کی تہذیب و تمدن کی بنیاد یہی اصول ہیں۔ اس وقت یہاں ہمیں اس امر سے بحث نہیں کہ یہ اصول حیات غلط ہیں یا صحیح، صالح ہیں یا غیر صالح، فطری ہیں یا غیر فطری بلکہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اصول اہل مغرب کا نظریۂ حیات ہیں اور اہل مغرب پوری شدت سے ان اصولوں پر عمل کر رہے ہیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی انہی اصولوں کے مطابق گزر رہی ہے اور یہی ان کی طاقت کا منبع ہیں۔

انسانی وسائل

ا۔ محنت

مذکورہ بالا اصولوں سے شدید وابستگی ہی اہل مغرب کے فکر و عمل کی بنیاد ہے۔ یہی چیز اس کے افراد کی شخصیتوں کی تعمیر کر رہی ہے اور یہی چیز ان کو قوت عمل مہیا کر رہی ہے اور ان کو مسلسل محنت پر اکساتی ہے۔ آپ امریکہ اور یورپ میں کہیں چلے جائیں کام کے اوقات میں ہر آدمی آپ کو اپنے کام میں جتا نظر آئے گا۔ کاہلی اور کام چوری کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاں کوئی تصور نہیں۔ دفتری اوقات میں وہاں آپ کو کوئی آدمی اخبار پڑھتا یا گپیں ہانکتا نظر نہیں آئے گا۔ وہ لوگ ہفتے میں پانچ دن کام کرتے ہیں اور جان مار کر کام کرتے ہیں اور یہی ان کی عزت و عظمت کی بنیاد ہے۔

۲۔ اتحاد

اہل مغرب کی ترقی و طاقت کا راز ان کے اتحاد میں پوشیدہ ہے۔ براعظم یورپ، امریکہ، آسٹریلیا سب کو مغربی فکر و تہذیب متحد کیے ہوئے ہے۔ آج اگر امریکہ کی ریاستیں فیڈریشن سے الگ ہو جائیں تو اس کی طاقت ختم ہو جائے۔ اگر یورپ امریکہ کا مخالف ہو جائے تو مغربی تہذیب کی ہوا اکھڑ جائے لیکن جمہوریت، شخصی آزادی، سرمایہ داری، سیکولرزم وغیرہ جیسے فکری اساسات کا اشتراک ہی اقوام مغرب کو متحد کیے ہوئے ہے اور ان کا یہ اتحاد ہی ان کی قوت اور ترقی کا ایک بڑا سبب ہے۔

۳۔ تنظیم و منصوبہ بندی

مغربی اقوام کی ترقی و قوت کا ایک بڑا سبب ان کی تنظیم و منصوبہ بندی ہے۔ ان کے منظم ہونے کی وجہ سے نہ ان کی قوت کار ضائع ہوتی ہے اور نہ صلاحیتوں اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ جس کام میں بھی وہ ہاتھ ڈالیں اس سے بہترین نتائج وہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یہودیوں نے انیسویں صدی میں پروٹوکولز تیار کر کے مستقبل کی منصوبہ بندی کی اور آج تک کامیابی سے ان پر عمل کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں شاہ فیصل نے مغربی قوموں کی زیادتیوں کے مقابلے میں تیل کا ہتھیار استعمال کیا۔ اس کے بعد امریکہ اور مغربی اقوام نے ایسی منصوبہ بندی کی کہ آئندہ کبھی مسلمان مغرب کے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال نہ کر سکیں۔ چنانچہ شاہ فیصل کو قتل کرا دیا گیا، عراق اور کویت کو سازش سے لڑا کر امریکہ نے یورپی اتحادیوں کی مدد سے سعودی عرب اور خلیج کے تیل پر قبضہ کر لیا اور وہاں اپنی فوجیں اتار دیں۔ اسی طرح اس نے یورپی اتحادیوں کو ساتھ ملا کر حیلے بہانے افغانستان میں مداخلت کی اور وسط ایشیائی ریاستوں کے تیل و گیس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ذخائر تک پہنچ گیا۔اسی طرح اس نے حیلے بہانے عراق میں مداخلت کر کے اس کے تیل کے وسیع ذخائر پر بھی قبضہ جما لیا۔غرض مغربی اقوام بہتر تنظیم اور منصوبہ بندی سے اپنے حریفوں پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔

۴۔پابندیٔ قانون

اہل مغرب نے جو اصول حیات اپنائے ہیں اور ان کی روشنی میں جو بھی قواعد وضوابط بنائے ہیں وہ ان پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ان کے ہاں ٹیکس چوری کوئی نہیں کرتا' انتظامی حکام اور پولیس کو رشوت دے کر قانون سے کوئی نہیں کھیلتا، یہاں تک کہ کوئی آدمی ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ہم نے بارہا دیکھا کہ رات کا وقت ہے' ٹریف کا رش نہیں' ٹریفک پولیس چیک کرنے کے لیے موجود نہیں پھر بھی لوگ صبر سے ٹریفک کے اشارے پر رکتے ہیں اور کوئی آدمی اشارے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔یہ لوگ قانون کی خلاف ورزی اس لیے نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے قوانین کا احترام کرتے ہیں' اپنے اصول حیات سے ان کی وابستگی مستحکم ہے اور وہ دل وجان سے ان کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔

۵۔ایثار وقربانی

اہل مغرب نے اپنے نظریات اور اپنی تہذیب کی بقاء واستحکام بلکہ اس کی بالادستی کے لیے جتنی قربانیاں دی ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں وہ عظیم الشان اور محیر العقول ہیں۔پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ' فرانس اور امریکہ نے کھربوں ڈالر اور کروڑوں انسانی جانوں کی قربانی دی۔کمیونزم کے خلاف سرد اور گرم جنگ امریکہ اور یورپ نے ذاتی جنگ کے طور پر لڑی۔صرف نیٹو کے بجٹ اور جنگ ویتنام میں امریکہ کے جانی ومالی نقصانات کا اندازہ کیجیے اور اب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف افغانستان اور عراق میں امریکہ کے کھربوں ڈالر خرچ ہوئے اور ہو رہے ہیں اور جانی نقصان الگ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہزاروں امریکی ان جنگوں میں مارے جا چکے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابھی بھی روزانہ ان کا جانی نقصان ہو رہا ہے لیکن امریکی رائے عامہ اپنی حکومت کی پشت پناہ ہے۔ وہ اسے بخوشی ٹیکس دیتی ہے اور اس کی کامیابیوں پر فخر کرتی ہے اور امریکی حکومت اپنی نظریاتی بالادستی کے لیے مزید جانی و مالی قربانیاں دینے کے لیے تیار ہے جیسا کہ ایران، شام اور شمالی کوریا کے خلاف اس کے بیانات سے ظاہر ہے۔ یہودیوں کو لیجیے وہ دنیا کی ایک چھوٹی سے کمیونٹی ہیں لیکن اسرائیل کو قائم رکھنے کے لیے ہر یہودی باقاعدگی سے اپنی آمدنی کا دس فیصد اسرائیل کو دیتا ہے اور اسرائیل کو ڈیڑھ ارب ڈالر سالانہ صرف امریکی یہودیوں کے ہاں سے آتے ہیں۔

نمونی وسائل

تعلیم و تربیت

امریکہ میں شرح تعلیم اس وقت ۹۹ فیصد ہے اور وہاں چار ہزار یونیورسٹیاں اور اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں جو کہ ایک ریکارڈ ہے کیونکہ اتنی یونیورسٹیاں دنیا کے کسی اور ملک میں موجود نہیں۔ وہ تعلیم پر اپنے GDP کا ۷٫۱ فیصد اور ۵۹۵٫۵۰۰ ملین ڈالر (تقریباً ۵۷٫۳ کھرب روپے) سالانہ خرچ کرتا ہے۔ یہی حال یورپی ممالک کا ہے برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں بھی شرح تعلیم ۹۹ فیصد ہے۔ برطانیہ تعلیم پر اپنے GDP کا ۵ فیصد (۵۰ بلین ڈالر)، فرانس اپنے بجٹ کا ۱۱ فیصد (۵۹ بلین ڈالر) اور جرمنی اپنے بجٹ کا ۵.۹ فیصد (۱۷۰ بلین ڈالر) خرچ کرتا ہے۔ امریکہ کی ایک ایک یونیورسٹی کا بجٹ سارے پاکستان کے بجٹ سے زیادہ ہے۔

تحقیق

دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ تحقیق امریکہ میں ہو رہی ہے۔ امریکہ میں تحقیقی سرگرمیوں پر اخراجات کا اندازہ اس سے کیجیے کہ امریکہ اپنی کل آمدنی کا 2.8 فیصد ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ پر خرچ کرتا ہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ تحقیق یورپی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممالک میں ہورہی ہے۔ مسلم ممالک کی حالت یہ ہے کہ پاکستان اس مد میں اپنی آمدن کا صفر اعشاریہ چار (۰٫۴) فیصد خرچ کرتا ہے اور ترکی ایک فیصد۔ پھر اگر یورپ وامریکہ سائنس وٹیکنالوجی میں ساری دنیا سے آگے ہیں تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ راقم ایک یونیورسٹی میں کام کرتا ہے اور اس بات کا عینی شاہد ہے کہ شعبوں کے پاس اتنے فنڈز نہیں ہوتے کہ وہ مغرب میں چھپنے والے ریسرچ جنرل خرید ہی سکیں، خود انہوں نے ریسرچ کیا کرنی ہے؟

سیاسی استحکام

مغرب میں سیاسی نظام مستحکم ہے اور اسی میں ان کی طاقت کا راز پنہاں ہے۔ امریکہ وبرطانیہ میں دو جماعتی نظام آسانی سے چل رہا ہے۔ کسی فوجی کمانڈر کی ہمت نہیں کہ سیاسی نظام کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ خود سیاسی جماعتیں عوامی مینڈیٹ کا اتنا احترام کرتی ہیں کہ ایک سیاسی جماعت صرف ایک ووٹ کی اکثریت سے پوری ٹرم نکال جاتی ہے۔ امریکہ میں ۱۷۸۷ء میں آئین بنا تھا آج تک اس میں صرف ۲۷ ترامیم ہوئی ہیں۔

ابلاغ

مغرب کی پروپیگنڈا مشینری اتنی بڑی اور موثر ہے کہ وہ جس جھوٹ کو چاہے سچ بنا کر پیش کرسکتی ہے اور اسے سچ ثابت کرسکتی ہے۔ افغانستان اور عراق کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ رکھنے کے باوجود امریکہ نے اپنی پروپیگنڈا مشینری کے زور سے انہیں مجرم ٹھہرایا اور اپنے عوام سمیت ساری دنیا کو گمراہ کر کے دھونس سے اپنے ساتھ چلایا اور جو چاہا کیا۔ چند سال پہلے جن لوگوں کو اس نے مجاہد کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، جب اپنا مفاد بدلا تو انہی لوگوں کو دہشت گرد ثابت کر دیا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے اور انہیں دہشت گرد ثابت کرنے میں ہالی وڈ کی فلموں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ جن لوگوں نے ڈیلٹا فورس، نیوی سیٹس، آئرن ایگل، ٹرو لینز، سیج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایگزیکٹیو ڈی شین نامی فلمیں دھیان سے دیکھی ہیں وہ ہماری اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔ (۱)

مادی وسائل

سائنس وٹیکنالوجی

امریکہ ویورپ کی برتری کی بنیادی ترین وجہ سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقی ہے اور سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقی کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں ترقی ہی کو انہوں نے اپنا مطمح نظر بنایا اور سیاسی طور پر مستحکم حکومتوں نے تعلیم وتحقیق کے لیے وافر فنڈز مہیا کیے اور بہترین سہولتیں مہیا کیں جن کے نتیجے میں انسانی صلاحیتوں کو جلا ملی اور وہاں ایجادات کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ پھر سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی صنعتی انقلاب کا پیش خیمہ بنی، اسی نے ان کو حربی تفوق عطا کیا اور وہ دنیا کے امام بن گئے۔

معاشی صلاحیت

مغرب کی معاشی برتری اور تفوق اظہر من الشمس ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی وہاں مشینی انقلاب کا سبب بنی جس نے صنعتی انقلاب کو جنم دیا۔ یوں پیداوار کی کثرت اور منڈیوں کی وسعت کثرت دولت کا سبب بنی۔ مغرب کے معاشی استحکام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سیاسی اور حربی برتری کی وجہ سے اس نے کمزور ممالک پر قبضہ کرلیا اور ان کے خام مال اور معاشی وسائل کا استحصال کیا پھر قرضے دے کر انہیں کنگال کر دیا اور اپنا معاشی غلام بنالیا۔

حربی قوت

سائنس وٹیکنالوجی میں تقدم کا ایک نتیجہ حربی تفوق کی صورت میں نکلا۔ اہل مغرب نے وہ ہتھیار تیار کر لیے جو دوسری قوموں کے پاس موجود ہی نہ تھے یہاں تک کے دوسری

۱۔ سید مواحد حسین شاہ، ہالی وڈ سے مسلمانوں کے خلاف نفرت کا پرچار، نوائے وقت (۱۱/۶/۲۰۰۴ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ عظیم میں اس نے ایٹم بم ایجاد کرلیا اور اپنے مخالفوں کو بدترین شکست دی۔ اس وقت بھی امریکہ جنگی ٹیکنالوجی میں ساری دنیا سے آگے ہے اور اس کے بعد یورپ کا نمبر ہے۔ افغانستان وعراق کی جنگ میں دنیا نے دیکھا کہ اس کے بغیر پائلٹ طیارے ہزاروں فٹ بلندی سے صحیح نشانے لگاتے تھے' سینکڑوں میل دور سمندر سے میزائلوں کی بارش کی گئی' غاروں میں ایسے بم استعمال کئے گئے جو وہاں آکسیجن ختم کر کے ہر جاندار کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ ظاہر ہے افغان مجاہدین پورے جذبۂ ایمانی کے باوجود اس اسلحے کا مقابلہ مقامی بنی ہوئی کلاشنکوفوں سے نہ کر سکتے تھے اور نہ کر پائے حالانکہ انہی افغانوں نے، جب ان کے پاس مؤثر امریکی اسلحہ تھا، روسیوں کو مار بھگایا تھا۔

مغرب کے عروج کے اسباب کو ہم ایک جدول کی صورت میں یوں ظاہر کر سکتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغرب کے عروج کے اسباب

نظریۂ حیات سے محکم وابستگی

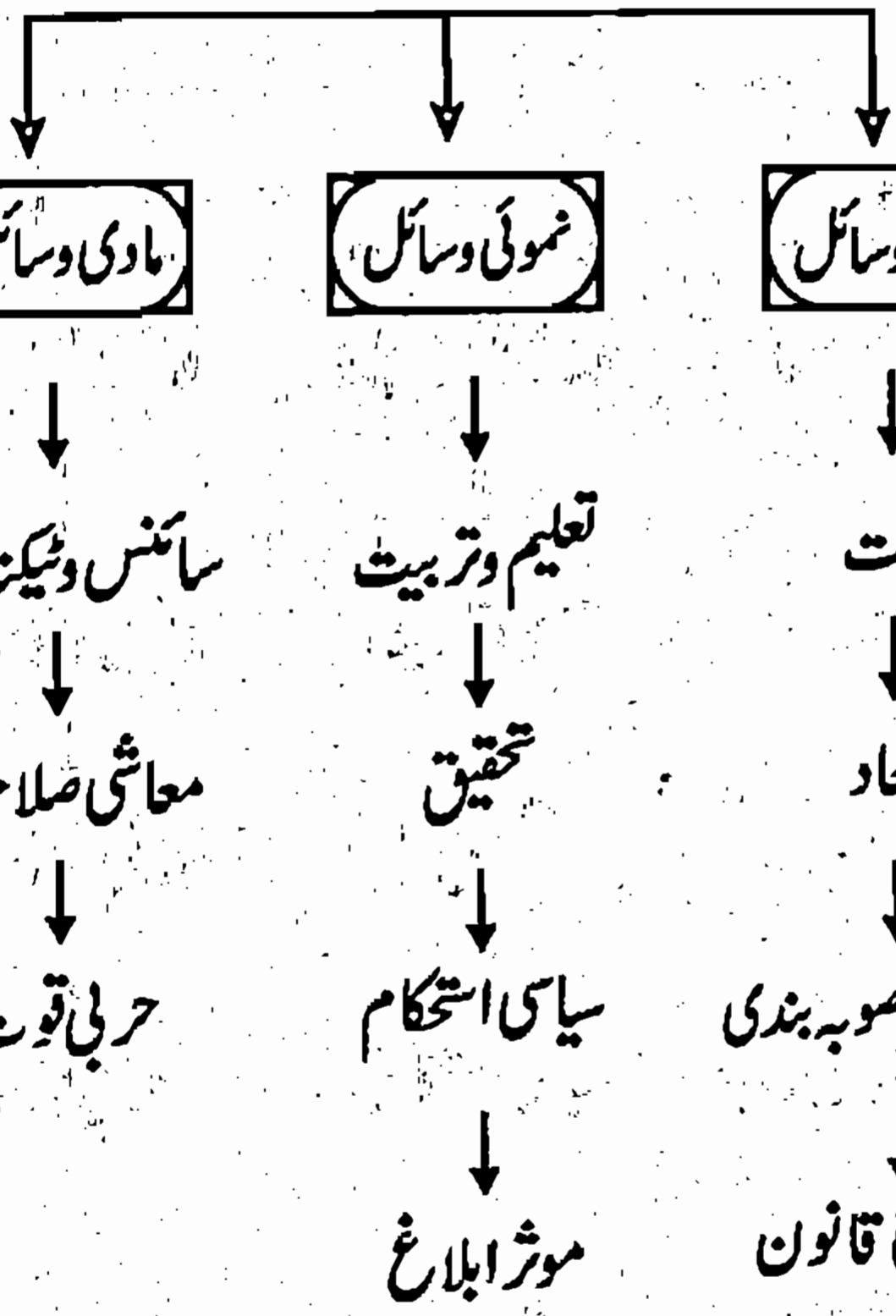

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

مغرب کے متوقع زوال کے اسباب

دنیاوی ترقی وعروج کے یہ وہ معروضی اصول تھے جن پر عمل کرتے ہوئے اہل مغرب آج دنیا پر حکمران ہیں' ان کی تہذیب دنیا کی غالب تہذیب ہے اور مغرب کا نمائندہ ملک امریکہ اس وقت دنیا کی واحد سپر پاور ہے۔ یہود وہنود اس کے ساتھ ہیں اور اہل اسلام کے ہاتھوں کمیونزم کی شکست کے بعد روسی بلاک بھی اس کے ساتھ جا ملا ہے۔ دنیا کو کنٹرول کرنے والے معاشی اور سیاسی ادارے (آئی ایم ایف' ورلڈ بنک' اقوام متحدہ وغیرہ) بھی امریکہ میں اور اس کے دباؤ میں ہیں۔ تعلیم وتربیت' سائنس وٹیکنالوجی، صنعت وتجارت اور اسلحہ جنگ میں وہ سب سے آگے ہے۔ ان سب باتوں نے امریکہ کو غالب وبالادست اور بظاہر ناقابل شکست قوت بنا دیا ہے اور وہ خود بھی فرعون کی طرح انا ولا غیری کا نعرہ پورے زور سے لگا رہا ہے۔

یہ سب حقائق ہیں جنہیں ہم تسلیم کرتے ہیں اور کسی کو بھی ان کا انکار نہیں کرنا چاہیے لیکن ان سے امریکہ نے ایک غلط نتیجہ نکالا ہے اور اپنے طاقتور ذرائع ابلاغ سے اسے دنیا کے ذہن وقلب پر تھوپ دیا ہے اور دنیا خصوصا مسلمانوں میں سے مرعوب ذہنوں نے اسے تسلیم بھی کر لیا ہے اور وہ غلط نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ اور مغرب کی اس بالادستی کا سبب اس کے نظریہ حیات کا برحق اور اعلیٰ وبرتر ہونا ہے لہٰذا ساری دنیا کو اسی نظریہ حیات (جمہوریت' سیکولرزم' مارکیٹ اکونومی' فرد کی لامحدود آزادی.....وغیرہ) کو مان لینا چاہیے اور اسی موقف کا دوسرا جزء یہ ہے جس کا مصلحتاً کھل کر اعلان نہیں کیا جاتا لیکن جو امریکہ ویورپ کی پالیسیوں اور ان کے اعمال سے اظہر من الشمس ہے کہ جو اس مغربی نظریہ حیات کو نہیں مانتا اور اپناتا اور اس سے اختلاف کرتا ہے وہ گویا اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغرب کو ان کے بہترین اور مثالی نظریۂ حیات سے ہٹانا چاہتا ہے اور انہیں گرا کر خود غالب آنا چاہتا ہے لہٰذا وہ ان کا دشمن ہے اور انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قوت قاہرہ سے اسے جھکا کر اور مٹا کر رہیں۔ یوں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنا سب سے بڑا حریف قرار دے لیا ہے کیونکہ کمیونزم کی شکست کے بعد اسلام ہی سب سے بڑی نظریاتی قوت ہے جو مغربی تہذیب کی بالادستی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں اور مسلمان ہی وہ واحد ملت ہیں جو اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود مغربی تہذیب کی بالادستی کو تسلیم کرنے اور اسلام کو ترک کرنے پر تیار نہیں۔

امریکہ اور اہل مغرب کا یہ رویہ کوئی منفرد، عجیب اور غیر متوقع رویہ نہیں ہے بلکہ اہل باطل جب زور آور اور برسر اقتدار ہوں تو ان کا ہمیشہ یہی رویہ ہوتا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس گئے اور اسے توحید کی دعوت دی اور بنی اسرائیل پر مظالم سے منع کیا تو اس نے اپنے مصاحبین سے کہا کہ یہ پیغمبر جھوٹا اور اس کی دعوت لغو ہے۔ یہ درحقیقت تمہیں تمہارے اعلیٰ اور مثالی طرز حیات (طریقتکم المثلی) سے ہٹانا چاہتا ہے اور تمہارا اقتدار ختم کر کے خود برسر اقتدار آنا چاہتا ہے۔ (طٰہٰ ۲۰:۵۷، ۶۳)

تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ امریکہ اور اہل یورپ (امریکہ اور یورپ میں اپنے دیناوی مفادات کے لحاظ سے اختلافات ہو سکتے ہیں اور ہیں لیکن جہاں تک مغربی تہذیب کی بقاء اور استحکام اور اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کا تعلق ہے تو اس میں اہل یورپ و امریکہ متحد ہیں) کا یہ پروپیگنڈہ محض جھوٹ اور مغالطہ انگیزی پر مبنی ہے کہ اہل مغرب کی ترقی اور عظمت کا راز ان کے برتر اور اصلح نظریۂ حیات میں مضمر ہے۔ یہ کہنا خلط مبحث بلکہ دھوکہ اور فریب ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے غلبہ و اقتدار کو مستحکم رکھا جائے اور اختلاف کرنے والوں خصوصاً مسلمانوں کے ذہنوں کو پراگندہ اور مفلوج کیا جائے تاکہ وہ اپنے نظریۂ حیات کے ساتھ یکسو اور مخلص ہو کر ان کے دام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تزویر سے نکل نہ جائیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر ان کی تہذیبی سیادت سے برگشتہ ہو کر ان کے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔

اصل بات وہی ہے جو ہم نے کہی کہ مغرب کی ترقی اور مغربی تہذیب کی برتری کا راز صرف یہ ہے کہ مغربی اقوام نے ترقی کے معروضی اصولوں پر عمل کیا ہے اور بس۔ جہاں تک ان کے نظریۂ حیات کا تعلق ہے تو وہ پہلے بھی غلط تھا اور آج بھی غلط ہے۔ اس نظریۂ حیات نے ان کی آخرت برباد کر دی ہے اور انہیں محض دنیا کی چند روزہ چکا چوندی دی ہے (قوموں کی زندگی میں ڈھائی تین صدیوں کا عروج کوئی ایسی لمبی مدت نہیں ہوتی) اور بالآخر اس کا نتیجہ اس دنیا میں بھی زوال، کمزوری اور رسوائی کی صورت میں نکلے گا۔

بہت سے سطح بین لوگ مغرب کی سیاسی، معاشی اور حربی قوت اور تعلیم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی میں اس کی برتری کے پیش نظر کہتے ہیں کہ مغرب کو کیسے زوال آ سکتا؟ ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ مغربی تہذیب کی مخالفت کرنے والے مسلم مصلحین کی محض خام خیالی اور آرزومندانہ تخیل آرائی (Wishful Thinking) ہے کہ مغرب زوال پذیر ہے تاکہ وہ اپنے لوگوں کو حوصلہ دے سکیں کہ وہ ہمت نہ ہاریں اور کام میں لگے رہیں ورنہ مغرب تو دن بدن سائنسی ترقیوں میں آگے بڑھ رہا ہے اور مزید عروج و قوت حاصل کر رہا ہے، اس کے زوال کا سوچنا ہی احمقانہ بات ہے! لیکن ہم محض دعویٰ نہیں کر رہے، دلائل بھی دیں گے اور اس کی عملی مثالیں بھی پیش کریں گے۔

جیسا کہ ہم نے اس باب کی پہلی فصل میں کہا ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کو زوال دو وجہ سے آتا ہے۔ اگر کسی قوم کا نظریۂ حیات صحیح ہو تو اس کو زوال اس وقت آتا ہے جب وہ اس پر عمل چھوڑ دے اور جس قوم کا نظریۂ حیات غلط ہو اس کو زوال اس وقت آتا ہے جب وہ اس غلط نظریۂ حیات پر عمل کے نتیجے میں فساد فی الارض کا سبب بنے۔ مغربی تہذیب کا تعلق اس دوسرے گروپ سے ہے۔ اس کا نظریۂ حیات چونکہ غلط ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلط اصولوں اور غیر فطری نظریات پر مبنی ہے لہٰذا اس نظریۂ حیات کی حامل قوم رتہذیب کا فساد فی الارض میں مبتلا ہونا اور اس کے نتیجے میں زوال پذیر ہو کر فنا ہو جانا فطری طور پر ناگزیر بلکہ لابدی ہے۔ یہ ظن وتخمین کی بات نہیں ایک حتمی حقیقت ہے جو قرآن حکیم پر مبنی ہے اور جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ (۱) ہمارا دعویٰ تین حتمی مقدمات پر مبنی ہے:

پہلا مقدمہ۔ اہل مغرب کا نظریۂ حیات حتماً غلط ہے۔

دوسرا مقدمہ۔ غلط نظریۂ حیات حتماً فساد فی الارض کا سبب بنتا ہے۔

تیسرا مقدمہ۔ فساد فی الارض حتماً زوال کا سبب بنتا ہے۔

نتیجہ: مغرب کا زوال حتمی ہے۔

اب ہم ان تینوں مقدمات کو قرآن حکیم سے ثابت کریں گے:

پہلا مقدمہ: اہل مغرب کا نظریۂ حیات حتماً غلط ہے

پیشتر اس کے کہ ہم مغرب کے نظریۂ حیات کو غلط ثابت کریں..... پہلے جان لیجیے کہ مغربی نظریۂ حیات ہے کیا؟

۱۔ اگرچہ ہم نے مغربی تہذیب کو محولہ بالا دوسرے گروپ میں شامل کیا ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اس کا نظریۂ حیات بنیادی طور پر غلط اور غیر فطری ہے لہٰذا فساد فی الارض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ زوال پذیر ہوگا۔ تاہم یہاں قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کروانے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اس نظریۂ حیات میں اگر کچھ صالح عناصر تھے بھی تو اب امریکہ ان پر عمل نہیں کر رہا مثلاً وہ جمہوریت کا علم بردار ہے لیکن مسلم ممالک میں وہ آمریتوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ وہ انصاف اور مساوات کا علمبردار ہے لیکن مسلم معاشرے کے حوالے سے وہ ناانصافی سے کام لیتا ہے اور وہاں انصاف کا نظام قائم بھی نہیں ہونے دیتا۔ وہ علم کا علمبردار ہے لیکن مسلمان معاشروں کو جاہل اور پسماندہ رکھنے کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔ یہاں تک کہ مسلم دہشت گردی کے بہانے اس نے خود امریکی معاشرے میں آزادی، حریت اور رواداری وغیرہ کا جنازہ نکال دیا ہے جس پر خود امریکی احتجاج کر رہے ہیں۔ گویا امریکی معاشرہ اس لحاظ سے بھی مستحق زوال ہو چکا ہے کہ وہ اپنے طے کردہ نظریۂ حیات سے اب وابستہ نہیں رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربی تہذیب کی بنیاد جن نظریات پر ہے ان میں سے اہم ترین یہ ہیں:

۱۔ خدا کے مقابلے میں انسانی خودمختاری بلکہ اس کی خدائی کا اعلان: ہیومنزم یا انسان دوستی بلکہ انسان پرستی (Humanism) اور موجودیت (Existentialism)

۲۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر اصرار اور دنیوی زندگی پر خدا کے اقتدار کا خاتمہ: سیکولرزم یا دنیویت (Secularism)

۳۔ مذہبی اور اخلاقی زندگی کی بجائے مادی اور جسمانی ضروریات کی ترجیح: میٹریلزم یا مادہ پرستی (Materialism)

۴۔ وحی اور عقل کی بجائے حسی تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی برتری یعنی تجربیت (Empiricism) اور اسی ضمن میں ہم ذکر کریں گے ایجابیت (Positivism)، نتائجیت (Pragmatisim) اور افادیت پسندی (Utilitarianism) کا بھی۔

اب ہم ان اصطلاحات کی کچھ وضاحت کریں گے:

ہیومنزم (Humanism)

سادہ الفاظ میں ہیومنزم کا مطلب ہے وہ نظریہ جس میں انسان اور اس کی آزادی، اقدار اور خواہشات کو مرکزی حیثیت دی گئی ہو۔ چنانچہ اس نظریے کے جو آثار ہمیں یونانی فلسفے سے منتقل ہوتے نظر آتے ہیں، ان میں ہیومنزم کا مفہوم انسانیت نوازی کا ہے۔ چودھویں صدی میں اس لفظ کا استعمال اطالوی ہیومنسٹ Petrarch نے کیا جس نے انسانیت کے حوالے سے قدیم لاطینی دانش کے احیاء کے لیے کامیاب کوششیں کیں۔ لیکن تحریک احیائے علوم اور مغرب میں سائنسی طرز فکر کے غلبے کے بعد انیسویں اور بیسویں صدی میں اس نظریے میں سیکولرزم اور دین دشمنی کے رجحانات غالب نظر آتے ہیں (گو بعض ایسے ہیومنسٹ بھی ہیں جو مذہب کی تردید نہیں کرتے)۔ رواں صدی میں ہیومنزم کا اظہار کئی صورتوں میں ہوا ہے۔ موجودیت (Existentialism)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مظہریت (Phenomenology) بھی اسی کا ایک پرتو ہیں۔

سائنٹفک ہیومنزم کے علمبردار مذہب کو دیس نکالا دے کو سائنسی علوم کے ذریعے فرد کی آزادی اور اس کی بہتری کے لیے کام کرنے کے دعویدار ہیں۔ عیسائی مذہب میں یقین رکھنے والے جن دانشوروں نے ہیومنزم کا علم سنبھالا (جیسے ارونگ بابط (Irving Babbitt) اور جیکوئز ماریتان (Jacques Maritain) انہوں نے خدا، چرچ، عبادت اور دعاء جیسی مذہبی اصطلاحات کو ان کے روایتی مفاہیم سے الگ کر کے انہیں نئے معانی پہنانے کی کوشش کی۔ (۱) کیرک گرڈ، کارل جاسپرز اور جبریل مارسل نے بھی موجودیت اور عیسائی مذہب کے درمیان تلفیق کی ناکام کوشش کی تاہم مارٹن ہائیڈیگر اور ژاں پال سارتر نے کھلم کھلا موجودیت کو الحادی رنگ دے دیا۔ ہائیڈیگر کے نزدیک انسان ایک شے نہیں بلکہ ایسا وجود ہے جو صاحب اختیار ہے اور قوت فیصلہ رکھتا ہے۔ وہ انسان کو صداقت کا موجد بھی سمجھتا ہے اور انسان کے مقابلے میں خدا کا بھی قائل نہیں ہے۔

سارتر نے اپنی تالیف (Existentialism as Humanisim) میں ہیومنزم کا موجودیاتی تصور پیش کیا ہے۔ وہ ہیومنزم کو انسان دوستی کی بجائے انسان پرستی تک پہنچا دیتا بلکہ اسے خود خدا بنا دیتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے 'میرا عقیدہ یہ ہے کہ سوائے انسانی کائنات کے کوئی کائنات نہیں ہے اور یہی ہمارا ہیومنزم ہے جس سے ہم انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ سوائے انسان کے کوئی اس کے لیے قانون نہیں بنا سکتا۔ ہم نے مذہب کو کھو دیا ہے لیکن ہیومنزم کو پالیا ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان کو آزاد کرایا جائے، اسے قادر مطلق سمجھا جائے۔ ہم نے خدا کے وجود سے انکار کر دیا ہے تا کہ انسان خود انسان کے لیے وجود مطلق بن جائے۔' (۲)

1- Paul A. Kurtz, Forbidden Fruit: The Ethics of Humanism, P.108 Prometheus Books, New York, 1988.

2- Jean Paul Sartre, Existentialism as Humanism, p.284. (Tr. Philip Mairet) Routledge, London, 1997.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سارتر کی مابعد الطبیعیات کا ایک اہم تصور یہ ہے کہ کائنات میں کسی قسم کا نظم وتناسب موجود نہیں ہے۔اس میں جو توافق نظر آتا ہے وہ خود انسان کے ذہن کا دیا ہوا ہے۔وہ اس بات کا بھی قائل نہیں ہے کہ کائنات عدم سے وجود میں آئی ہے۔وہ خدا کے وجود کا منکر ہے اور اپنے فلسفے کو ملحدانہ انسان پسندی کا نام دیتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ خدا کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو انسان فاعل خود مختار نہیں رہتا۔اس کے خیال میں یا تو انسان فاعل خود مختار ہے' خدا کا محتاج نہیں ہے اور یا وہ خدا کا محتاج ہے اور مجبور ہے۔وہ پہلی بات کا قائل ہے۔وہ خدا کا اس لیے بھی قائل نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی ذی شعور ہستی کو تسلیم نہیں کرسکتا جو بیک وقت کائنات میں جاری وساری بھی ہو اور اس سے ماوراء بھی ہو جیسا کہ اہل مذہب کا ادعاء ہے۔وہ معروضی اقدار کا بھی منکر ہے اور کہتا ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور مرضی سے اپنی اخلاقی قدریں خود تخلیق کرتا رہتا ہے۔اس وجہ سے سارتر کے نظام فکر میں کسی قسم کی ازلی وابدی صداقتوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔(۱)

سارتر کے ان اقوال کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ہیومنزم صرف انسان دوستی اور انسان نوازی نہیں بلکہ یہ خدا کی خدائی کا انکار اور فرد کی خدائی کے اثبات کا نام ہے۔یہ صرف وحی اور مذہب کی برتری کا انکار نہیں بلکہ خود اس کی جگہ لینے کا ادعاء بھی ہے۔

سیکولرزم (Secularism)

سیکولرزم کے مفاہیم انسان کی فکری تاریخ کا ایک حصہ رہے ہیں تاہم کہا جاسکتا ہے کہ ماضی قریب میں اس نام کے بغیر اس کی ابتداء سولھویں صدی کے انگلستان میں اس وقت ہوئی جب وہاں سیاسی اقتدار مذہبی حلقوں سے سیاسی حلقوں کو منتقل ہوا اور فیصلے مذہبی عدالتوں کی بجائے سول عدالتوں میں ہونے لگے۔اس تحریک کی ابتداء اس

1- Jean Paul Sarte, Being and Nothingness, P-12,. Philoso-Phical Library, New York, 1956

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام سے انیسویں صدی کے وسط میں انگلستان میں ہوئی۔اس کا بانی جارج جیکب ہولیوک (Holyoake) تھا جو ۱۸۱۷ء میں برمنگھم میں پیدا ہوا۔۱۸۴۱ء میں جب اس کا یقین خدا پر سے اٹھ چکا تھا' اسے مذہبی تعلیمات کی توہین کے الزام میں جیل بھیج دیا گیا۔ وہ چونکہ اسے ناانصافی گردانتا تھا اس لیے اس وقت کے مذہبی' سیاسی اور اخلاقی نظام کے خلاف اس کے دل میں کدورت پیدا ہوگئی۔اس کے ساتھیوں میں سے چارلس ساؤتھ ویل' براڈلے' چارلس واٹ وغیرہ معروف ملحد تھے لیکن ہولیوک سیکولرزم اور الحاد کو مترادف نہ گردانتے پر اصرار کرتا تھا[1] تاکہ مذہب کے ماننے والوں میں سے آزاد خیال لوگ اس کی تحریک میں شامل ہوسکیں۔

سیکولرزم کا فلسفہ یہ ہے کہ موجودہ دنیوی زندگی اور اس کی بہتری اور خوش حالی ہی ہمارا مطمح نظر ہونا چاہیے۔آخرت کی زندگی سے ہمیں کوئی سروکار نہیں کیونکہ وہ ہمارے تجربے میں نہیں آتی۔خدا اور مذہب اگر موجودہ زندگی کی خوشی اور خوش حالی پر منفی طور پر اثر انداز نہیں ہوتے تو ہمیں ان سے بھی کوئی سروکار نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر طرح کی مکمل آزادی ہونی چاہیے کہ وہ اس دنیا کی زندگی کے مسائل حل کر سکے اور اپنی مرضی اور خوشی سے جیسے چاہے' جی سکے۔[2] دوسرے لفظوں میں یہ کہ مذہب کو موجودہ دنیوی زندگی اور اس کے مختلف شعبوں (سیاست' معیشت' قانون' تعلیم وغیرہ) میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے' اور نہ اجتماعی زندگی کے ان شعبوں میں مذہبی تعلیمات کا کوئی کردار ہونا چاہیے۔اپنی انفرادی زندگی میں اگر کوئی فرد خدا یا آخرت کو مانتا ہے تو اس پر ہمیں اعتراض نہیں۔[3]

1- G.J. Holyoake, Sixty Years of an Agitatatior,s Life, Vol.2 p.11

۲۔ محمد عطاء اللہ صدیقی، سیکولرزم کا سرطان در ماہنامہ محدث، لاہور شمارہ جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰ء ص ۴۴، ۵۳، ۶۶ مابعد۔

3- R. Flint, Anti- Theistic Theories, P. 211 ff

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصور پر موجودہ زندگی کی تنظیم کرتا ہے۔اس طرح سیکولرزم نے بالواسطہ طور پر نہ صرف روایتی مذہب کی نفی کی ہے بلکہ خود عملاً اس کی جگہ لے لی ہے۔(۱) اس نے مذہب کے دائرہ کار کو محدود کرنے اور اسے غیر موثر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

سیکولرزم کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدا کا اقتدار مطلق اور لامحدود نہیں ہے۔مغرب کا انسان دنیا کی زندگی خدا کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے گویا دنیا کی زندگی میں وہ خود اپنا خدا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ رویہ نہ صرف خدا اور وحی کی برتری کی نفی اور مذہب سے انکار کے مترادف ہے بلکہ یہ انسان کی اپنی خدائی کا اعلان بھی ہے۔(۲)

میٹریلزم (Materialism)

میٹریلزم کا ترجمہ مادہ پرستی کیا جاتا ہے جو اردو میں بھی عام مستعمل ہے اور اس کا مفہوم مذہبی و اخلاقی تعلیمات (جو آخرت اور اعلیٰ انسانی اقدار پر زور دیتی ہیں) کے مقابلے میں یا ان کے علی الرغم دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اسے ترجیح دینا ہوتا ہے۔چنانچہ علمی اردو لغت میں مادہ پرست کے معنی لکھے ہیں 'مادے کو سب کچھ سمجھنے والا' دہریہ' خدا کا منکر'(۳)۔مادہ پرستی کا نظریہ شروع ہی سے مذہبی نقطہ نظر کے برعکس اور بالمقابل سمجھا جاتا رہا ہے۔چنانچہ یونانیوں کے ہاں مادہ پرستی کے مفاہیم میں یہ عناصر شامل تھے:

۱۔ مادہ ازلی اور غیر فانی ہے۔

۲۔ عالم میں کوئی ذہن یا شعور کارفرما نہیں ہے یعنی اس پر کوئی یزدانی قوت متصرف نہیں ہے۔

۳۔ عالم میں کوئی مقصد و غایت نہیں ہے۔

1- John Summerville, The Secularization of Early Modern Engliand. P.8

2- Encyclopaedia of Religion and Ethics, s.v Secularisim, vol.11,p347- Edinburgh. 1908-26

۳۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، بذیل "مادہ پرست" ص ۱۳۲۲، علمی کتاب خانہ، لاہور ۱۹۷۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشأۃ ثانیہ کی ابتداء میں چونکہ اہل مذہب نے فکری آزادی کی مخالفت کی لہٰذا سائنسدانوں کو مذہب کو رد کرنا پڑا اور مادہ پرستی کی طرف آنا پڑا۔ تھامس ہوبز (۱۶۷۹ء) نے مکمل مادیت کا ابلاغ کیا۔ اس کی رائے میں انسان سمیت کائنات کی ہر شے مادی ہے۔ وہ حسیات کے سوا کسی چیز کو علم کا ماخذ تسلیم نہیں کرتا' اس نے روح کے وجود سے انکار کیا اور مذہب کو غیر مرئی فرضی قوتوں کی دہشت قرار دیا۔ وہ قدر و اختیار کا بھی منکر تھا[1]۔ تاہم جدید مادیت پسندی کا بانی ڈیکارٹ (۱۶۵۰ء) کو سمجھا جاتا ہے جو ذہن اور مادے کو مستقل بالذات مانتا ہے۔ اس کے نزدیک حیوانات کا جسم ایک خودکار کل کی مانند ہے اور جسمانی لحاظ سے انسان بھی حیوان ہی کی طرح کی ایک کل ہے۔

اٹھارویں صدی میں سائنس کی ہمہ گیر ترقی نے عقلیت پسندی کو جنم دیا۔ فرانسیسی مادہ پرست قاموسیوں (Encyclopaedians) نے وحی کے بغیر ہیومنزم کی بنیاد پر ایک مذہب مرتب کرنے کی کوشش کی۔ لامتری نے انسانی قلب و ذہن کے تمام اعمال کو میکانکی قرار دیتے ہوئے اسے دیگر حیوانوں کی طرح ایک حیوان قرار دیا۔ ہولباخ نے اس مادی نظریے کو ایک باقاعدہ مابعد الطبیعیات کی شکل دی۔ اس نے روح کے وجود سے انکار کیا اور مادے کو غیر فانی قرار دیا۔ اس نے کہا کہ فطرت چند اٹل قوانین کے تحت کام کر رہی ہے جن میں کوئی مقصدیت پنہاں نہیں۔ برٹرینڈ رسل نے اٹھارویں صدی کے مادی نقطۂ نظر کا خلاصہ تین نکات کی صورت میں پیش کیا ہے:[2]

۱۔ حقائق مشاہدے پر مبنی ہونے چاہئیں نہ کہ ایسی سند پر جو عقیدے کے تحکم پر مبنی ہو۔

۲۔ مادی دنیا ایک ایسا نظام ہے جو خودکار ہے اور جس میں تمام تغیرات طبیعی قوانین کے تحت ہوتے ہیں۔

1- L. Zusne, Names in the History of Psychology. P-23. Wiley, New York, 1975.

2- B. Russell, History of Western Philosophy, P..387, George Allen & Unwin, London, 1976.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کرۂ ارض کائنات کا مرکز نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی مقصد و معنی ہے۔

انیسویں صدی میں ہیگل اور ڈارون نے مادی نقطۂ نگاہ کو مزید آگے بڑھایا۔ ہیگل نے کہا نیچر وہ ہے جس کا ادراک ہم حواس خمسہ سے کرتے ہیں نیز اس نے شعور و ذہن کی تشریح عضویاتی پہلو سے کی۔ ڈارون نے حیاتیات کے مطالعے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسان حیوان ہی سے ارتقاء پذیر ہوا ہے۔ سپنسر نے کہا کہ انسان سمیت سب جانداروں پر طبیعی قوانین کا اطلاق ہونا چاہیے۔

بیسویں صدی میں اگرچہ مادہ بحیثیت ایک شے کے غائب ہو گیا جب شراڈنگر، پلانک اور ہائزن برگ نے نظریۂ مقادیر عنصری پیش کرتے ہوئے یہ کہا کہ مادہ اور توانائی ایک دوسرے میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ آئن سٹائن کی تحقیقات اور نظریۂ اضافت نے ثابت کر دیا کہ مادہ ٹھوس نہیں ہے اور زمان و مکان کے قدیم تصورات بھی تحلیل ہو گئے لیکن بایں ہمہ مادہ پرستی کی روح (جس کا خلاصہ خدا کی خدائی کی نفی اور اس کی جگہ فطرت کو فعال ماننا، وحی کی برتری کا بطلان اور حسی علم کو اس کی جگہ دینا، حیوانات کے قوانین کا اطلاق انسان پر کرنا اور آخرت کے مقابلے میں دنیا اور مظاہر دنیا کو ترجیح دینا وغیرہ) مغرب کے فکر و عمل میں ہر سو جاری ہے۔

تجربیت (Empiricism)

تجربیت سے مراد ہے وحی اور عقل سے حاصل ہونے والے علم کے مقابلے میں حسیات سے حاصل ہونے والے علم کو برتر و یقینی اور قابل عمل ماننا۔ یہ تقابل شروع ہی سے فکر انسانی میں موجود رہا ہے۔ وحی کی برتری کو ماننے والے اہل مذاہب ہیں، عقل کو منبع علم سمجھنے والے اکثر غیر مذہبی فلسفی ہیں جب کہ سائنس دان (اور سائنسی منہج پر مبنی دیگر علوم کے ماہرین) حسی علم کو حتمی اور یقینی سمجھتے ہیں۔ یونان قدیم کے سوفسطائی حسیات کو علم انسانی کا ماخذ سمجھتے تھے جب کہ افلاطون اور اس کے ہم خیال یہ سمجھتے تھے کہ ذہن بذات خود (حسی تجربے اور مشاہدے کی صداقت کے بغیر) صداقت کے انکشاف پر قادر ہے۔ رومیوں اور قرون مظلمہ سے گزر کر جب یہ علمی روایت مغرب میں احیائے علوم کے دور میں داخل ہوئی تو کائنات کی حقیقت سے متعلق دو نظریے وجود میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ایک وہ جو افلاطون اور ارسطو کی روایت کی یادگار تھا اور جس کی رو سے امثال حقیقی ہیں اور دوسرا وہ جس کی رو سے کائنات کی حقیقی اشیاء خاص اشیاء ہیں جو ہمارے تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے۔پہلی روایت سے (عیسائی) مذہب نے اپنی تصدیق کا کام لیا اور دوسری روایت نے جدید سائنس کی بنیادیں استوار کیں۔سائنس میں گلیلیو اور فلسفے میں فرانسیس بیکن ان رجحانات کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔

بیکن کے نزدیک علم کا ماخذ حسیات ہیں اور علم صرف انسانی تجربے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔اس نے فلسفے کو مذہب سے جدا کر کے علم کلام کو بے مصرف اور بے ثمر رجحان قرار دیا۔تھامس ہوبز نے بھی حسیات ہی کو علم کا ماخذ قرار دیا اور سائنس اور فلسفے کو مذہب (علم الکلام) سے نجات دلانے کی دعوت دی۔نیوٹن کی طرح جان لاک بھی تجربے اور مشاہدے سے علمی نتائج اخذ کرنا چاہتا تھا۔اس کا خیال تھا کہ ازلی وابدی صداقتوں کا کوئی وجود نہیں ہے اور حس ہی ہمارے علم کا ماخذ ہے۔اس نے ضمیر کے وجود کا بھی انکار کیا اور کہا کہ اخلاقی قوانین جبلی نہیں ہوتے بلکہ حسیات کے واسطے سے حاصل کیے ہوئے علم کی روشنی میں ہم جو رائے (صحیح یا غلط) قائم کرتے ہیں وہی ضمیر ہے۔سیاست میں وہ عوام کی حاکمیت کے نظریے کا علمبردار تھا(۱)۔ہیوم نے جو اٹھارویں صدی کے تشکک کا امام تھا' لاک کے فلسفۂ تجربیت کو منطقی انجام تک پہنچا دیا۔اس نے کہا کہ انسانی تجربہ ہی انسانی علم کا ماخذ ہے اور صرف انہی اشیاء کا وجود ہے جن کا ادراک کیا جا سکے۔اس بناء پر اس نے نفس انسانی' روح اور خدا کا انکار کر دیا کیونکہ یہ تصورات قابل ادراک نہیں ہیں۔(۲) انیسویں صدی میں کومتے' بینتھم اور ولیم جیمز نے ہیوم کے اثرات قبول کیے۔

1- John Locke, An Essay Concerning Human Understanding, P-275 ff, William Tegg & Co. London, 1689.

2. David, Hume, An Enquiry Concering the Principle of Morals, P-298. London. 1939.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کومتے کو ایجابیت (Positivism) کا بانی کہا جاتا ہے جو تجربیت ہی کی ایک صورت ہے۔ اس کے نزدیک کائنات اور کائنات میں انسان کے مقام کا تعین انسانی مشاہدے اور تجربے ہی کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے۔ اس اساس پر وہ انسان کو مرکز کائنات سمجھتا ہے کیونکہ خدا پر ایمان لانا اور کسی وجود مطلق کو ماننا انسانی تجربے سے متجاوز ہے لہٰذا اس کے نزدیک ایک ہی وجود مطلق ہے اور وہ ہے انسانیت عالیہ۔ لہٰذا صرف انسان کی فلاح و بہبود کی کوشش ہی نیکی ہے۔ اسی طرح کومتے کے نزدیک انسانی ذہن تین مراحل سے گزرا ہے مذہب، مابعد الطبیعیات اور مرحلہ موجودہ ایجابیت یا سائنس۔ اس کے نزدیک مذہب اور مابعد الطبیعیات قصۂ پارینہ بن چکے ہیں اور اب سائنس کی خدائی کا دور ہے۔ (1)

امریکہ کے نتائجیت پسند فلسفیوں ولیم جیمز اور ڈیوی اور دوسرے دور کے تجربیت پسندوں میں سے جان اسٹوارٹ مل اور بینتھم، کومتے کے افکار سے بہت متاثر ہیں۔ اسی طرح درخائیم، لیوی بروہل، تیان اور رینان نے کومتے کے عمرانی نظریات کو بیسوں صدی میں نیا آہنگ دیا ہے۔

جان اسٹوارٹ مل بھی جرمی بینتھم کی طرح افادیت (Utilitarianism) کا قائل ہے اور اس کی طرح زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ مسرت بہم پہنچانے کو اخلاقیات کا نصب العین قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چونکہ صرف لذت کی خواہش کی جاتی ہے اس لیے لذت ہی مستحسن ہے جب کہ بینتھم تو یہاں تک کہتا ہے کہ لذت ہی خیر ہے اور اذیت ہی شر ہے اور افادیت ہی ہر شے کا معیار ہے۔

امریکی نتائجیت پسندی (Pragmatism) کا شارح ولیم جیمز ہے جو لاک، ہیوم، کانٹ اور کومتے کے افکار کا جامع تھا۔ ولیم جیمز کسی صداقت مطلق کا قائل نہیں تھا اور وجود مطلق کو مابعد الطبیعی عفریت کا نام دیتا تھا۔ اس کے خیال میں صرف وہی اشیاء

1- E.A. Esper, A History of Psychology, P. 212, Saunders, London, 1964

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع بحث بن سکتی ہیں جو انسانی تجربے سے لی گئی ہوں۔ انسانی تجربہ ہی حقیقت ہے اور صرف انسانی مشاہدہ اور تجربہ ہی علم کا اصل ماخذ ہے۔ اس کے نزدیک نتائجیت ایک طریق فکر ہے جس کا مقصود کسی نوع کی ازلی صداقتوں کا کھوج لگانا نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس بات سے انسانی تجربے یا طرز عمل میں کچھ فرق نہیں پڑتا کہ آیا وجود مطلق ہے یا نہیں۔ جیمز کی افادیت اور نتائج پسندی کا یہ عالم ہے کہ وہ مذہب کو بھی نتائج کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ اس کے نزدیک ایمان کا جوہر نہ جذبہ ہے نہ عقل بلکہ ایمان لانے کا ارادہ ہے جسے سائنسی طریقوں سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب میں کسی صداقت مطلق کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا البتہ یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا خدا' حیات بعد الموت اور قدر و اختیار پر عقیدہ رکھنے سے ہمیں کوئی عملی (دنیوی) فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ان عقائد کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (1)

نتائجیت کا ایک اور مشہور شارح جان ڈیوی ہے جو جیمز ہی کی طرح فکر انسانی کو محض ایک آلہ سمجھتا ہے اس کے نزدیک کسی نظریے کی عملی کامیابی کی طرف رہنمائی ہی اس کی صداقت کا واحد معیار ہے۔ انگلستان کے پروفیسر شلر نے نتائجیت کو انسان پسندی سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نزدیک جو کچھ بھی انسان کے لیے صحیح ہے اسے کسی مافوق الفطرت ہستی کی بجائے انسانی مفاد ہی کی پرورش کرنی چاہیے۔ گویا خدا کو بھی صرف اس لیے مانو کہ اس سے دنیوی فائدہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے بڑھ کر سیکولرزم اور لادینیت کا تصور کیا ہو سکتا ہے کہ عملی کامیابی' نتیجہ خیزی اور افادیت کو افکار کی صداقت کا واحد معیار قرار دیا جائے بلکہ یہ تو محض کاروباری ذہنیت کی عکاسی ہے۔

تجربیت اور اس کی بعض ذیلی شاخوں کے اس مختصر بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تجربیت نے نہ صرف مذہب اور وحی کی برتری کو رد کیا بلکہ ادراک حقائق کا انحصار محض انسانی مشاہدے اور حسی تجربے کو قرار دے کر اسے ایک متبادل مذہب اور نظریہ

1- L, Zusne, Names in the History of Psychology, p-98. Wiley, New York, 1975.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیات بنا کر پیش کیا۔ اس نقطۂ نظر نے انیسویں اور بیسویں صدی میں نہ صرف سائنس کو پروان چڑھایا بلکہ سائنسی نقطۂ نظر کو دوسرے علوم وفنون پر بھی غالب کر دیا اور انہیں لادینی بلکہ دین دشمنی کے رنگ میں رنگ دیا۔

سطور بالا میں ہم نے جو کچھ کہا ہے اگر ہم اس کی تلخیص کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اہل مغرب کا دین یعنی جن نظریات کے مطابق وہ زندگی بسر کر رہے ہیں' مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ انسان اپنا خدا خود ہے۔ وہ اپنے فیصلے خود کر سکتا ہے (وحی اور خدا کی نفی اور مذہب کا انکار)

۲۔ اگر کوئی خدا اور مذہب کو ماننا چاہتا ہے تو یہ اس کا انفرادی معاملہ ہے۔ اجتماعی زندگی میں بہرحال خدا کا کوئی کردار نہیں ہے (محدود انفرادی مذہبی زندگی کے سوا اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں سے خدا کی خدائی کا انکار)

۳۔ حقیقت صرف وہ ہے جس کا ہم تجربہ اور مشاہدہ کر سکیں (علم کا ماخذ وحی نہیں صرف سائنسی طریق کار ہے)

۴۔ زندگی صرف دنیا کی یہ زندگی ہی ہے لہٰذا ہمیشہ اسی کے فائدے اور یہاں کی ترقی اور کامیابی کا سوچنا (مادہ پرستی' انکار آخرت اور دنیا پرستی)

۵۔ انسان بنیادی طور پر دوسرے حیوانوں کی طرح ایک حیوان ہی تو ہے (اعلیٰ انسانی افکار واقدار کی نفی)

ایک مسلمان ان خیالات پر نظر ڈالتے ہی کہہ دے گا کہ یہ خلاف اسلام اور خلاف قرآن ہیں۔

مغربی تہذیب کہہ رہی ہے کہ انسان اپنا خدا خود ہے جب کہ قرآن کہتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے 'قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ' (اخلاص ۱۱۲:۱)۔ اس کے سوا کوئی خدا ہے ہی نہیں 'مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ' (آل عمران ۷:۵۹) اور نہ کوئی اس جیسا ہو سکتا ہے 'وَلَمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ' (اخلاص ۱۱۲:۴) لہٰذا انسان بے چارہ خدا کیا ہوگا وہ تو اس کے مقابلے میں' اس کی ایک حقیر مخلوق ہے 'خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ' (النحل ۱۶:۴) اور اس کو یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ کی بندگی' غلامی اور تابعداری کرتا رہے 'وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ' (الذّریات ۵۱:۵۶)۔

مغربی فکر یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق رکھتا ہے اور وہ اس کے لیے کسی خدا کی ہدایت کا محتاج نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ انسان اگر محض اپنی مرضی سے زندگی گزارے اور خدا کی ہدایت کا اتباع نہ کرے تو یہ عین گمراہی ہے 'وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوَاہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ' (القصص ۲۸:۵۰)

مغرب کہتا ہے کہ علم صرف وہ ہے جو مشاہدے پر مبنی ہو اور وحی کی برتری کو رد کرتا ہے جب کہ قرآن کہتا ہے کہ وحی کے علم کے بغیر آدمی ایسے ہے جیسے نابینا کہ راہ ہدایت اسے سوجھ ہی نہیں سکتی 'اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ' قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ' اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ' (الانعام ۶:۵۰) اور قرآن کہتا ہے کہ جو سماعی اور مشاہداتی علم' علم الٰہی کے مطابق نہ ہو وہ سرے سے علم ہی نہیں 'وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ' اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا' (بنی اسرائیل ۱۷:۳۶)

مغرب کہتا ہے کہ جس نے اپنی نجی اور انفرادی زندگی میں خدا کو ماننا ہے وہ مان لے لیکن خدا کو یہ اختیار بہرحال نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ہماری اجتماعی زندگی میں دخل دے اور ہمیں بتائے کہ ہمارا سیاسی' معاشی' سماجی' عائلی..... نظام کیسا ہونا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے کہ اپنی ساری کی ساری زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گزارو 'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً' (البقرۃ ۲:۲۰۸) اور قرآن کہتا ہے کہ جو اللہ کے بعض احکام کو مانے اور بعض کو نہ مانے وہ اسے دنیا میں رسوا کرے گا اور آخرت میں شدید عذاب دے گا۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ' (البقرۃ۲:۸۵)

مغرب کہتا ہے کہ زندگی بس دنیا ہی کی زندگی ہے' اسی کی فکر کرو' اسی میں لگے رہو' اسی کا فائدہ سوچو۔ قرآن کہتا ہے کہ نہیں! دنیا کی زندگی تو محض چند روزہ چکا چوند ہے 'اِنَّمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ' (الحدید۵۷:۲۰) اور یہ محض مہلت عمل کے لیے ہے 'اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا' (الملک ۶۷:۲) اور اصل زندگی تو آخرت کی ہے جو ابدی اور پائیدار ہے 'وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ' (العنکبوت۲۹:۶۴) اور وہاں کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے 'فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ' (آل عمران۳:۱۸۵) اور جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے 'فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا۔ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی' (النازعات۷۹:۳۸)

مغربی نظریات عقلاً بھی غلط ہیں

تو خلاصہ یہ کہ مغربی تہذیب کا سارا فکری ڈھانچہ اسلام کی عین ضد ہے۔ یہ بنیادی طور پر خدا' رسول اور آخرت کے انکار پر مبنی ہے اور قرآن حکیم کے مطابق سو فیصد غلط ہے لہٰذا ایک مسلمان جب تک وہ مسلمان ہے اور اس کے ہوش وحواس قائم ہیں وہ مغربی نظریات کو صحیح سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور گو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ایک فکر جب صریحاً خلاف قرآن ہے تو لامحالہ وہ غلط ہے اور حتماً غلط ہے لیکن ہم تفہیم مزید کی خاطر عرض کرتے ہیں کہ خدا اور رسول و آخرت کے انکار کا رویہ عقلی لحاظ سے بھی غلط ہے کیونکہ:

۱۔ بحیثیت انسان ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اللہ کی پیاس اور اسے پانے کی جستجو انسان کی فطرت میں ہے لہٰذا ایک انسان جب خدا اور اس کی ہدایت کا انکار کرتا ہے تو وہ گویا اپنی فطرت سے لڑتا ہے اور اپنے فکری وجود کی نفی کرتا ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رویے سے اس کی شخصیت کے اندر ایک کشمکش شروع ہو جاتی ہے جو بسا اوقات دنیا میں بھی اس کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے۔

۲۔ انسانی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہر عہد میں انسانوں کی ایک بڑی اکثریت اللہ کے وجود کو تسلیم کرتی رہی ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ کفار مکہ بھی اللہ کو مانتے تھے۔ یہاں تک کہ آج کے سائنسی اور ماڈرن دور میں بھی انسانوں کی ایک بڑی تعداد کسی نہ کسی رنگ اور شکل میں اللہ کو مانتی ہے۔

۳۔ کائنات کی ہر چیز چاند سورج، شجر و حجر، پرند و چرند غرض ہر چیز بالطبع خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہی ہے لہٰذا اس کائنات کا ایک جزء ہونے کی حیثیت سے انسان اگر اس کائنات سے ہم آہنگ رویہ اور طرز زندگی اختیار کرنا چاہتا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ بھی کائنات سے ہم آہنگی اختیار کرے اور اللہ کی اطاعت کے رستے پر چلے۔

۴۔ اس کائنات کی معلوم تاریخ کے وہ بہترین افراد جن کے اخلاق و کردار اور عقل و فراست پر دنیا کے کروڑوں افراد اعتماد کرتے رہے ہیں اور آج بھی کرتے ہیں (یعنی پیغمبر) ان سب کا متفقہ طور پر یہ کہنا ہے کہ خدا ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔

لہٰذا نہ صرف اسلام اور قرآن کی رو سے مغربی فکر حتماً غلط ہے بلکہ عقل کی رو سے بھی یہ صحیح نہیں ہے اور یہی ہمارا پہلا مقدمہ تھا کہ مغربی فکر حتماً غلط ہے۔

مغرب کی گمراہی کے بارے میں چند شبہات اور ان کا ازالہ

اگرچہ ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے پہلا مقدمہ ثابت کر دیا کہ مغربی فکر حتماً غلط ہے لیکن آگے بڑھنے سے پیشتر مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ان چند شبہات کا ازالہ بھی کر دیا جائے جو ہمارے اس موقف پر بعض قارئین کے ذہنوں میں پیدا ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یہ ہے کہ:

۱۔ مغرب کی فکر اگر غلط ہے تو وہ غالب کیوں ہے؟

جن قارئین نے اس باب کی پہلی فصل کا بغور مطالعہ کیا ہے ان کے لیے اس سوال کے جواب کو سمجھنا نہایت آسان ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں ترقی اور غلبے کا انحصار انسان کے خدا اور کائنات کے بارے میں صحیح تصور پر نہیں ہے بلکہ دنیا کے اسباب مہیا کر سکنے کی صلاحیت پر ہے۔ اگر دنیا میں ایسی کوئی قوت موجود نہ ہو جو خدا اور کائنات کے بارے میں صحیح رویے کی حامل اور اس پر عامل ہو تو دنیا کی امامت ایسی قوم/تہذیب کے پاس جا سکتی ہے جس کا خدا اور کائنات کے بارے میں رویہ تو غلط ہو اور اسے جہنم میں لے جانے والا ہو لیکن اگر وہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو جو اسباب دنیا مہیا کرتے ہیں تو وہ دنیا میں غالب آ سکتی ہے بلکہ حتماً وہی غالب آتی ہے۔ اگر مسلمان پچھلی کئی صدیوں سے ان اصولوں پر عمل نہیں کر رہے جو دین و دنیا میں ان کی سیادت کی ضمانت دیتے ہیں تو لامحالہ اس خلا کو کسی طرح تو پُر ہونا تھا چنانچہ دنیا کی امامت پر وہ مغربی اقوام فائز ہو گئیں جن کا نظریۂ حیات تو قرآن کی رو سے حتماً غلط ہے لیکن چونکہ وہ لوگ اسباب دنیا مہیا کرنے پر دوسروں سے بہتر طور پر قادر ہیں لہٰذا دنیا کی امامت انہی کے حصے میں آئے گی۔

۲۔ مغرب تو عیسائی ہے اور عیسائیت ربانی دین ہے؟

خود قرآن کے نزدیک سابقہ ادیان 'اسلام' ہی تھے لہٰذا ہم مسلمان انہیں اصولاً غلط نہیں کہتے لیکن یہاں سمجھنے کی پہلی بات تو یہ کہ موجودہ عیسائیت وہ دین عیسائیت نہیں ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر وحی ہوا تھا۔ وہ دین جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اگر اپنی صحیح شکل میں محفوظ رہتا تو اسے ردو منسوخ کر کے نئی رسالت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ رسالت محمدی کا ظہور اس بات کا اعلان تھا کہ اصل دین عیسوی میں اتنی تحریف ہو چکی ہے کہ اس کا وجود اور عدم برابر ہے۔ یہ کہ جو محرف شدہ اور برا بھلا دین عیسوی موجود تھا' موجودہ عیسائی دنیا تو صدیاں ہوئیں اسے بھی متروک قرار دے چکی ہے۔ ہم اتنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برے مسلمان نہیں جتنے برے وہ عیسائی ہیں۔ مطلب یہ کہ موجودہ مغرب کو اگر ہم عیسائی کہیں تو وہ عیسائیت پر اتنا بھی عمل نہیں کرتے جتنا اسلام پر ہم مسلمان کرتے ہیں لہٰذا عیسائی مغرب اپنے مذہب پر عمل کرنے میں ہم سے بھی گیا گزرا ہے لہٰذا یہ ان کے لیے وجہ تفوق نہیں ہوسکتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب کی حقیقی بنیاد وہ اصول ہیں جن کا ہم نے ابھی سطور بالا میں ذکر کیا یعنی سیکولرزم، ہیومنزم، کیپٹل ازم، نیشنل ازم، ڈیموکریسی وغیرہ نہ کہ عیسائیت کے محرف شدہ مذہبی عقائد۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مغرب اس لیے بالادست ہے کہ وہ عیسائی ہے محض خلط مبحث ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود اہل مغرب کے نزدیک ان کی موجودہ ترقی کا راز ہی یہ ہے کہ انہوں نے ازمنۂ وسطی کے غلط عیسائی نظریات سے جان چھڑالی اور اپنی زندگی کو نئے اصولوں پر استوار کرلیا۔

۳۔ مغرب کی موجودہ سوچ تو سائنسی اصولوں پر مبنی ہے لہٰذا وہ کیسے غلط ہوسکتی ہے؟ یہ مفروضہ کئی لحاظ سے غلط ہے؟

اولاً۔ اصل چیز علم نہیں تصور علم ہے۔ علوم خواہ وہ سماجی ہوں (جیسے سیاسیات، معاشیات، سماجیات، نفسیات، فلسفہ وغیرہ) یا سائنسی (جیسے طبیعیات، حیاتیات، کیمیا وغیرہ) ان کی بنیاد تصور علم پر ہوتی ہے۔ اگر تصور علم صحیح ہو تو علوم کی نمو صحیح رخ پر ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر تصور علم غلط ہو تو علوم کی نمو غلط رخ پر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اب یہ دیکھیے کہ مغرب میں جب تحریک احیائے علوم کا آغاز ہوا تو اس وقت وہاں کے اہل دانش اپنی دینی قیادت کی غلط روش کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔ انہوں نے ردعمل کی انتہا پسندی میں دین عیسائیت اور اس کی نمائندہ پاپائیت کو بحیثیت مجموعی رد کردیا۔ اس کے نتیجے میں جو تصور علم وہاں پروان چڑھا وہ الحاد پر مبنی تھا۔ اس کے نتیجے میں جتنے علوم بھی مغرب میں پروان چڑھے، خواہ وہ سماجی ہوں یا سائنسی، ان سب پر الحاد کا غلبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے اکثر سائنسدان منطقی طور پر ملحد ہیں۔ بلاشبہ ان میں سے بعض خدا پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقین بھی رکھتے ہیں لیکن ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو روایتی طور پر عیسائی ہونے کے لاشعوری اثرات کی وجہ سے خدا کو مانتے ہیں اور ایسے بہت ہی کم ہیں جو شعوری طور پر سائنسی منہج کی وجہ سے خدا کو مانتے ہوں۔ اس کے برعکس یہ دیکھیے کہ مسلمانوں میں جب سائنس عروج پر تھی تو ان کے ہاں کوئی سائنس دان بھی ایسا نہیں تھا جو خدا کے وجود میں شک کرتا ہو۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ مسلمانوں کا تصور علم توحید پر مبنی تھا لہٰذا اس تصور علم سے جتنے بھی علوم کے چشمے پھوٹے وہ سب توحید کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

ثانیاً: سائنس کے بارے میں ہمارا عام تصور یہ ہے کہ چونکہ وہ تجربے اور مشاہدے پر مبنی ہوتی ہے لہٰذا وہ غلط نہیں ہو سکتی۔ بظاہر یہ بات صحیح لگتی ہے لیکن اس میں مغالطہ یہ ہے کہ ہر مشاہدہ اور تجربہ ٹھوس ریاضیاتی حقیقت نہیں رکھتا مثلاً اس میں کوئی شک نہیں کہ دو اور دو چار ہی ہوتے ہیں پانچ نہیں ہو سکتے لیکن یہ کہنا کہ فرائیڈ کا یہ نظریہ کہ جنس انسان کی مرکزی جبلت ہے اور اس کی ساری فکر اور سارے رویے اس کے تابع ہوتے ہیں، یہ بھی اسی طرح کی ایک ریاضیاتی حقیقت ہے جس طرح کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں' یہ صحیح نہیں ہے گو کہ فرائیڈ کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کی تھیوری کی بنیاد اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود فرائیڈ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی بیسیوں ماہرین نفسیات نے مشاہدے اور تجربے ہی کی بنیاد پر فرائیڈ کے نظریہ جنس کو غلط ثابت کیا۔ یہی حال ڈارون کی تھیوری کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کے وہ سارے علوم جنہیں بظاہر سائنسی کہا جاتا ہے اصلاً دو اور دو چار کی طرح کے ریاضیاتی فارمولوں پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ ان پر قیاسات' اندازوں اور صاحب مشاہدہ و تجربہ کے علمی و مذہبی پس منظر اور معاصر تہذیبی و فکری رویوں سب کا عکس پڑتا ہے، گو اس میں مشاہدے اور تجربے کا دخل بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغرب اپنے جن رویوں کو سائنسی کہتا ہے' وہ ریاضی کے حتمی فارمولوں کی طرح ناقابل تردید حقائق پر مبنی نہیں ہوتے۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیچھے تجربات ومشاہدات بھی ہوتے ہیں اور انہیں پیش کرنے والے بھی سائنس دان ہوتے ہیں۔

ثالثاً: بعض اشخاص اپنی محنت وصلاحیت، تعلم وتربیت اور طبعی رجحان کی وجہ سے زندگی کے بعض شعبوں میں بہت آگے نکل جاتے ہیں اور اس میں عظیم کارنامے سرانجام دیتے ہیں لیکن کسی دوسرے شعبۂ زندگی میں مطالعہ وتحقیق اور طبعی رجحان نہ ہونے کی وجہ سے ہوسکتا ہے، وہ محض صفر ہوں مثلاً آئن سٹائن ایک نابغۂ روزگار شخص تھا لیکن، معاف کیجیے گا، صرف فزکس میں۔ یہ کہنا کہ مذہب کے بارے میں بھی اس کا مطالعہ اتنا ہی وسیع تھا جتنا فزکس کے بارے میں اور یہ کہنا کہ مذہب کے بارے میں اس کی آراء اسی طرح حتمی، اعلیٰ اور برتر تھیں جتنی فزکس کے بارے میں، تو یہ خوش فہمی اور فکری آرزومندی تو ہوسکتی ہے لیکن اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ آئن سٹائن جتنا بڑا آدمی جب مذہب کے بارے میں بات کرے گا تو وہ غلط یا بودی کیسے ہوسکتی ہے؟ بھی محض ایک نوع کا حسن ظن ہے کیونکہ کسی ایسے شعبے کے بارے میں جس کے بارے میں آئن سٹائن کا کوئی مطالعہ اور تجربہ نہ ہو، اس کی رائے ایک عام آدمی کی طرح ہی ناپختہ اور غلط ہوسکتی ہے اور فزکس میں اس کی اعلیٰ مہارت اور برتری کو زندگی کے دوسرے شعبوں میں منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو یقیناً یہ رویہ بالکل غیر سائنسی اور غیر منطقی بلکہ سراسر غلط ہوگا۔

رابعاً: خود تجربہ اور مشاہدہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ صرف تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہونے والا علم بعض اوقات صحیح نہیں ہوتا مثلاً دور سے دیکھا جائے تو چیزیں چھوٹی نظر آتی ہیں حالانکہ وہ چھوٹی نہیں ہوتیں۔ پانی سے بھرے گلاس میں پنسل ڈالی جائے تو وہ ٹیڑھی نظر آتی ہے حالانکہ وہ ٹیڑھی نہیں ہوتی۔ بجلی اور ہوا ہمیں نظر نہیں آتیں لہٰذا بظاہر ہمیں ان کے وجود کا انکار کر دینا چاہیے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ موجود ہوتی ہیں لہٰذا ہم ان کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف حسی اور سائنسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رویہ ہمیں ہمیشہ صحیح اور حتمی علم نہیں دیتا' نہیں دے سکتا۔

خامساً: سوال یہ ہے کہ اگر تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کے حتمی طور پر صحیح ہونے کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی تو حتمی طور پر صحیح علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کا صحیح، منطقی، عقلی، سائنسی اور حتمی جواب یہ ہے کہ وہ علم جو ہمیں خالق کائنات سے قابل اعتماد ذریعے (پیغمبر) سے ملے کیونکہ جس نے انسان اور کائنات کو تخلیق کیا ہے وہی ان کے بارے میں صحیح اور حتمی علم رکھتا ہے اور العلیم کہلانے کا مستحق ہے۔ لہٰذا وحی کے علاوہ ہر وہ علم حتماً صحیح ہے (خواہ اس کا منبع تجربہ ومشاہدہ ہو یا عقل ووجدان) جو العلیم کے دیے گئے علم کے مطابق ہو اور جو علم، العلیم کے دیے گئے علم کے مطابق نہ ہو وہ حتماً غلط ہے خواہ وہ عقل ووجدان پر مبنی ہو یا تجربے ومشاہدے پر۔ لہٰذا مغرب کا علم حتماً غلط ہے خواہ وہ تجربے ومشاہدے پر ہی مبنی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ العلیم کے دیئے گئے علم کے مطابق نہیں ہے۔

سادساً: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ 'رأس الحكمة مخافة الله' (۱) یعنی حکمت ودانائی کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے انکار اور اس کی عدم اطاعت کی زندگی گزارنا احمقانہ اور جہالت پر مبنی رویہ ہے خواہ ایسا کرنے والا آئن سٹائن یا ٹائن بی جیسا نابغۂ روزگار ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ کی اطاعت پر مبنی رویہ عاقلانہ اور عالمانہ رویہ ہے خواہ یہ رویہ اختیار کرنے والا ایک بدو اور ان پڑھ دیہاتی ہی کیوں نہ ہو۔

سابعاً: انسان کے لیے صحیح اور مفید علم وہ ہے خواہ وہ جس ذریعے سے بھی حاصل ہو جو اس کی انسانی فطرت کے مطابق ہو اور جو کائنات کی فطرت کے مطابق ہو۔ اب کائنات کی فطرت یہ ہے کہ ساری کائنات یعنی چاند اور سورج، شجر وحجر اور ہر قسم کے طیور وحیوانات سب اللہ کی اطاعت پر مبنی زندگی بسر کر رہے ہیں لہٰذا انسان کی فطرت سے

۱۔ کنز العمال حدیث نمبر ۵۸۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہنگ رویہ یہی ہے کہ وہ بھی اللہ کی اطاعت پر مبنی زندگی گزارے تا کہ اس کا رویہ کائنات کے رویے سے ہم آہنگ ہو جائے کیونکہ وہ بھی کائنات کا حصہ ہے۔ لہٰذا ہر وہ علم اور ہر وہ رویہ غلط ہے جو انسان کو اللہ کی اطاعت سے دور کر دے لہٰذا مغرب کا علم اور رویہ بھی غلط ہے کیونکہ وہ غیر فطری ہے اور کائنات سے غیر آہنگ ہے خواہ اس کا منبع کچھ بھی ہو۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہے کہ مغرب کا علم غلط ہے خواہ بظاہر اس کا منبع سائنس اور تجربہ و مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا مقدمہ: غلط نظریۂ حیات حتماً فساد فی الارض کا سبب بنتا ہے

اپنا پہلا مقدمہ (یہ کہ مغربی فکر حتماً غلط ہے) قرآن حکیم اور عقل سے ثابت کرنے کے بعد اب ہم اپنا دوسرا مقدمہ قران حکیم سے ثابت کریں گے کہ غلط فکر ہمیشہ فساد فی الارض کو جنم دیتی ہے۔ یہاں اس وقت تک کی بحث سے یہ واضح ہے کہ غلط فکر سے مراد وہ فکر ہے جو اللہ و رسول اور آخرت کے انکار پر مبنی ہو۔ یہ بنیادی گمراہی ہے۔ باقی ساری فکری و عملی گمراہیاں بنیادی گمراہی کی شاخیں اور پھل پھول ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ کس طرح قرآن کے نزدیک اس بنیادی فکری گمراہی اور اس کے نتیجے میں پھیلنے والی دوسری گمراہیاں فساد فی الارض کو جنم دیتی ہیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اس فکری گمراہی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عملی گمراہیاں وہی ہیں جنہیں ہم نے قوموں کے زوال کے اسباب میں گنوایا ہے یعنی قتل و خونریزی، ظلم و جبر، استحصال، نفع آوری کا خاتمہ، انسانی رشتوں کی پامالی، جنسی انارکی اور اصلاحی قوتوں کی پسپائی وغیرہ۔

۔اللہ پر ایمان نہ لانا موجب فساد ہے

'اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ' [ص ۳۸:۲۸]

تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں؟ یا ہم پرہیزگاروں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدکاروں جیسا کردیں گے؟

- اللہ کی عبادت واطاعت سے انکار فساد فی الارض ہے

'اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ . وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ' [الاعراف ۷:۵۵،۵۶]

پکارو اللہ کو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے۔ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ اور جب (اس اطاعت رب کے نتیجے میں) زمین کی اصلاح ہو چکی ہو تو اس میں فساد نہ پھیلاؤ بلکہ اللہ ہی کو پکارو خوف ورجاء کے ساتھ۔ بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔

- قرآن کا انکار موجب فساد ہے

'وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ط وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ' [یونس ۱۰:۴۰]

ان میں سے بعض اس (قرآن) پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایمان نہیں لائیں گے اور آپ کا رب ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

- شرک فساد فی الارض کا سبب ہے

'اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ o لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَo

[الانبیاء ۲۱:۲۱،۲۲]

ان لوگوں نے زمین میں جن کو خدا بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر زمین وآسمان کا اللہ کے سوا کوئی اور الہ بھی ہوتا تو ان میں بہت فساد واقع ہوتا۔ پس اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں بتاتے ہیں۔

- خدا کی بجائے اپنی مرضی کرنا فساد فی الارض ہے

'وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ' [المومنون ۲۳:۷۱]

اور اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہوتا تو زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب فساد سے بھر جاتا مگر ہم نے ان کے لیے (کتاب) نصیحت بھیجی ہے مگر وہ اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

- انکارِ آخرت موجب فساد فی الارض ہے

'وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ' [القصص ۲۸:۷۷]

(مومنین بنی اسرائیل نے قارون سے کہا) تجھ کو اللہ نے جتنا (مال) دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر۔ اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے تو بھی بندوں کے ساتھ بھلائی کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

- دنیا میں مگن ہو جانا اور آخرت کو بھول جانا باعث فساد فی الارض ہے

'اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۝ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝' [الشعراء ۲۶:۱۴۶-۱۵۲]

(حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ہمیشہ امن چین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اسی دنیا میں عیش کرو گے ان باغوں اور کھیتوں میں جہاں پانی وافر ہے اور خوب پھل دینے والے کھجوروں کے درخت ہیں اور اسی بھرے میں تم پہاڑوں کو تراش تراش کر خوبصورت مکان بناتے ہو اور ان پہ نازاں ہو (نہیں) بلکہ یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا اور قیامت ضرور آئے گی) لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری باتیں مانو اور اپنے گمراہ سرداروں کی پیروی نہ کرو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بھلائی کی طرف نہیں آتے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ زمین میں فساد فی الارض کا بنیادی سبب اللہ کو نہ ماننا، اس کی اطاعت نہ کرنا اور اس کے مقابلے میں اپنی مرضی کرنا نیز دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنا اور آخرت کو جھٹلانا ہے۔ اس بنیادی غلطی کے نتیجے میں انسانوں میں وہ رویے جنم لیتے ہیں جو زمین کو فساد سے بھر دیتے ہیں۔ ان میں سے چند اہم رویے مندرجہ ذیل ہیں:

قتل وخونریزی

- قتل وخونریزی کی وجہ انکار حق کا رویہ ہے:

'اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ'

[آل عمران ۳:۲۱]

'جو لوگ اللہ کے احکام وہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں جو خلق خدا میں سے عدل وراستی کا حکم دینے کے لیے اٹھیں، ان کو دردناک سزا کی خوش خبری سنا دو۔

- قتل وخونریزی فساد فی الارض ہے:

'وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ. قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِکَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَصٰدِقُوْنَ'. [النمل ۲۷:۴۸،۴۹]

اور شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہ کرتے تھے۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر باہم وعدہ کیا کہ ہم صالح علیہ السلام اور ان کے لوگوں کو رات کے وقت خاموشی سے ہلاک کر دیں گے اور پھر ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو بے گناہ ہیں، ہم تو اس موقع پر موجود ہی نہ تھے۔

ظلم و جبر

- ظلم کی بنیادی وجہ انکار حق اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے:

'وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ' [البقرۃ ۲:۲۲۹]

اور جو حدود اللہ سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔

'وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ' [البقرۃ ۲:۲۵۴]

اہل کفر ہی دراصل ظالم ہیں۔

ظلم و جبر فساد فی الارض ہے

'وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ. وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ. وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ. اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ.

[الشوریٰ ۴۲:۳۹-۴۲]

(مومن تو وہ لوگ ہیں) جن پر اگر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کو) درست کر دے تو اس کا بدلہ خدا کے ذمہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کا بدلہ لے تو اس پر کچھ الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو تکالیف دینے والا عذاب ہوگا۔

اس کے علاوہ قرآن کے نزدیک حق کا انکار بھی ظلم ہے (الاعراف ۷:۱۰۳) معاشی حوالے سے زیادتی بھی ظلم ہے (البقرۃ ۲:۲۷۹) اور ظلم کی وجہ عام طور پر قوت و اقتدار کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ (النمل ۲۷:۳۴)

استحصال

استحصال سے مراد ہے ناجائز استفادہ۔ یہ ایک جدید اصطلاح ہے اس لیے قرآن میں مذکور نہیں۔ البتہ استحصال کی جتنی صورتیں ہیں ان کا منبع انکار حق ہے یعنی خدا و رسول و آخرت کو نہ ماننا اور کسی آسمانی اخلاقی ضابطے کے آگے سر نہ جھکانا۔ قرآن نے استحصال کی ساری صورتوں کو خواہ وہ سیاسی ہوں، معاشی ہوں، دینی ہوں فساد فی الارض کا موجب قرار دیا ہے۔ طوالت سے بچنے کی خاطر ہم آیات نمبر کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں:

- سیاسی استحصال فساد فی الارض ہے (القصص ۲۸:۴)
- معاشی استحصال کی ساری صورتیں فساد فی الارض ہیں مثلاً زہزنی و ڈکیتی (المائدہ ۵:۳۳) چوری (یوسف ۱۲:۷۳) دھوکہ دہی (البقرۃ ۲:۱۱، ۱۲) ناپ تول میں کمی (الاعراف ۷:۸۵، ہود ۱۱:۸۵) وغیرہ۔
- دینی استحصال (انکار حق، لوگوں کو جان بوجھ کر گمراہ کرنا، ان کو حق سے روکنا۔۔۔ وغیرہ) بھی فساد فی الارض ہے (النحل ۱۶:۸۸)
- استحصال کا بنیادی سبب قوت کا غلط استعمال ہے جو فساد فی الارض کا سبب بنتا ہے۔ (البقرۃ ۲:۲۰۵)

انسانی رشتوں کی پامالی موجب فساد فی الارض

قرآن حکیم کے نزدیک ہر وہ عمل جس سے انسانی رشتے پامال ہوں یعنی جس سے خاندانی نظام کمزور ہو، انسانی مساوات کو زک پہنچے، بچوں، عورتوں اور کمزوروں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شفقت کا داعیہ مجروح ہو، والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب نہ ہو، لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جائے انہیں غلام بنا لیا جائے اس طرح کے سارے اعمال بالآخر فساد فی الارض تک لے جاتے ہیں۔ ان باتوں کو قرآن اپنی مخصوص اصطلاحات میں بیان فرماتا ہے مثلاً:

- قطع رحمی فساد فی الارض کا سبب ہے اور اس کی وجہ احکام الٰہی کی عدم اطاعت ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ

[الرعد ۱۳:۲۵]

جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد باندھنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں۔ ان پر (دنیا میں بھی) اللہ کی لعنت ہے اور (آخرت میں بھی) ان کا انجام بہت برا ہوگا۔

یہی بات اس سے ملتے جلتے الفاظ میں البقرۃ ۲:۲۷ اور سورۃ محمد ۴۷:۲، ۲۲ میں کہی گئی ہے۔

- قرآن نے فرعون کو فساد فی الارض کا مجرم قرار دیا کیونکہ اس نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان کی نسل کشی کرتا تھا (ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا) اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس نے اللہ کے مقابلے میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا تھا۔ (القصص ۲۸:۴)
- قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے قارون کو بھی فساد فی الارض کا مرتکب قرار دیا کیونکہ انکار حق کی بناء پر وہ اپنی دولت کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو گیا تھا اور لوگوں سے حسن سلوک سے پیش نہ آتا تھا۔ (القصص ۲۸:۷۶، ۷۸)
- اور چوری، ڈکیتی، رہزنی وغیرہ اس لحاظ سے بھی فساد فی الارض ہیں (ان کے فساد فی الارض ہونے کے بارے میں آیات اوپر گزر چکیں) کہ ان سے انسانوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، ان کا امن و سکون برباد ہوتا ہے اور ان کی جان و مال کا ضیاع ہوتا ہے۔
- پرامن معاشرتی زندگی اور انسانوں کے درمیان ہم آہنگی کو اسلام اتنی اہمیت دیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ لوگوں کی پرائیویسی میں مداخلت کو بھی فساد فی الارض قرار دیتا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "انك ان اتبعت عورات الناس افسد تهم"(۱)

جنسی انارکی فساد فی الارض کا سبب ہے

جنسی انارکی کی ساری صورتیں مثلاً فحاشی، زنا، ہم جنسیت اور مغرب میں اس فتنے کا در کھولنے والے سارے ذرائع جیسے معاشرت میں عورت کا غیر متوازن مقام (عورت کو بچوں کی تربیت سے ہٹا کر دفتر، فیکٹری، مارکیٹ میں لانا، اسے طلاق کا حق دینا، ہر بات میں مردوں کے برابر قرار دینا، مخلوط معاشرت کی حوصلہ افزائی کرنا، شادی کے بغیر مرد کے ساتھ رہنے کی اجازت دینا، حلالی اور حرامی بچوں میں فرق نہ کرنا۔۔۔۔ وغیرہ) شراب نوشی کی اجازت، فحش فلمیں، ڈرامے، جنسی تعلیم، مخلوط تعلیم۔۔۔ وغیرہ جو آج کل مغرب میں عام ہیں، قرآن حکیم کے نزدیک فساد فی الارض کا موجب ہیں۔

۔فحاشی اور ہم جنسیت فساد فی الارض ہیں اور ان کی وجہ خوف خدا سے بے نیازی ہے۔

وَلُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ o اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِىْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ.

[العنکبوت ۲۹:۲۸۔۳۰]

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب اس نے قوم سے کہا، تم وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں (کھلے عام) برے کام کرتے ہو؟ پھر کوئی جواب اس کی قوم کے پاس اس کے سوا نہ

۱۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التجسس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ انہوں نے کہا لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے' لوطؑ نے کہا اے میرے رب ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

- 'وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا' [بنی اسرائیل ۱۷:۳۲]

اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ بے شک یہ فحش کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے یہ بیعت لیں کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں گی اور زنا کے قریب نہیں پھٹکیں گی (الممتحنہ ۶۵:۱۲) اور صالح معاشرت کی حفاظت کے لیے مومن مردوں/عورتوں کو حکم دیا کہ وہ زنا میں ملوث عورتوں/مردوں سے شادی نہ کریں (النور ۲۴:۳) اور جو کوئی زنا کرے اسے سخت ترین سزا دی جائے (رجم کی اور کوڑے مارنے کی) (النور ۲۴:۲)

اصلاحی قوتوں کی ناکامی

کوئی معاشرہ ان عقائد و اعمال سے روگردانی کرنے لگے جن میں وہ یقین رکھتا ہے تو اس کے اندر ایسے لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد ایسی ہونی چاہیے جو اسے انحراف سے روکے۔ اصلاح کا یہ کام (جسے شرع اسلامی کی اصطلاح میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہا جاتا ہے) جب تک موثر طریقے سے ہوتا رہے تو معاشرہ فساد فی الارض اور زوال سے بچا رہتا ہے لیکن جب اصلاحی قوتیں کمزور اور غیر موثر ہو جائیں تو پھر فساد پھیل جاتا ہے۔ یہ بات قرآن حکیم میں کئی انداز سے کہی گئی ہے مثلاً سورہ ہود میں پچھلی قوموں کا ذکر کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'فلولا كان من القرون من قبلكم اولوا بقية ينهون عن الفساد فى الارض الا قليلا ممن انجينا منهم 'واتبع الذين ظلموا ما اترفوا فيه وكانوا مجرمين .' [هود ۱۱:۱۱۶]

پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں' ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم' جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا۔ ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سامان فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔

یہی بات سورہ النحل ۲۷:۴۸ اور الشعراء ۲۶:۱۵۲ میں بھی کہی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ پیغمبروں کی تعلیمات کو جھٹلاتے تھے۔ نیز المائدہ ۵:۷۸، ۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر پیغمبروں کی طرف سے لعنت بھیجنے کا ذکر کیا ہے جو نہی عن المنکر نہیں کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ معاشرے کی زندگی کا دارومدار اصلاحی کوششوں پر ہوتا ہے اور اس کے لیے کشتی کی مثال دی ہے کہ اگر نچلی منزل والے پانی لینے اوپر عرشے پر جانے کی بجائے کشتی میں سوراخ کر کے پانی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور انہیں کوئی نہ روکے تو کشتی غرق ہو جائے گی اور وہ سب بھی جو اس پر سوار ہیں لیکن اگر اوپر والے انہیں اس حرکت سے روکیں گے تو پھر سب لوگ بچ جائیں گے۔ (۱)

عدم نفع آوری سبب زوال ہے

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ قرار و ثبات یہاں اسی تہذیب و تمدن اور فکر و عمل کو عطا کرتا ہے جو لوگوں کے لیے فائدہ بخش اور نفع آور ہو اور جو چیز لوگوں کے لیے نقصان دہ اور سبب فساد ہو اسے وہ مٹا دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ افکار و اعمال باطلہ کی مثال جھاگ کی سی ہے جو زائل ہو جاتی ہے اور افکار و اعمال صالحہ کی مثال پانی کی سی ہے جو زمین میں جذب ہو کر نباتات و حیوانات کے لیے زندگی کا سبب بنتا ہے۔

'اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ.' [الرعد ۱۳:۱۷]

اللہ تعالیٰ جب بارش برساتے ہیں تو سیلاب آتا ہے، ندی نالے بہتے ہیں اور

۱۔ بخاری، کتاب الشرکۃ، باب ہل یقرع فی القسمۃ والاستہام فیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانی پر جھاگ آ جاتا ہے' اسی طرح جب دھاتوں کو پگھلایا جائے زیور یا برتن بنانے کے لیے تو ان پر بھی جھاگ آتا ہے اور جھاگ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہو (یعنی پانی) وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ ایسی مثالوں ہی سے اللہ حق و باطل کو واضح کرتا ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ ہم نے عرض کیا اس سے 'قرآن کی رو سے' یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جس قوم اور تہذیب کا نظریۂ حیات خدا، رسول اور آخرت کے انکار پر مبنی ہو وہ قتل و خونریزی، ظلم و جبر، استحصال، انسانی رشتوں کی پامالی اور جنسی انارکی میں مبتلا ہو کر رہتی ہے اس کے اعمال سے نفع آوری ختم ہو جاتی ہے اور وہاں اصلاحی قوتیں ناکام ہو جاتی ہیں اور ان سب امور کے نتیجے میں وہاں فساد فی الارض پھیل کر رہتا ہے۔

اور یہ کوئی مفروضہ یا اتہام نہیں کہ مغربی قومیں (خصوصاً یورپ و امریکہ) فساد فی الارض کے مہلک مرض میں مبتلا ہو چکی ہیں اور ان کی تہذیب کو گھن لگ چکا ہے بلکہ یہ ہم سب کا تجربہ اور مشاہدہ ہے لہٰذا آیئے ہم آپ کو ان کے جرم فساد فی الارض کی چند جھلکیاں دکھائیں:

قتل و خونریزی

خود مغرب کے اپنے مہیا کردہ اعداد و شمار کے مطابق پہلی جنگ عظیم میں ۸۴ لاکھ افراد اور دوسری جنگ عظیم میں ۴ سے چھ کروڑ افراد قتل ہوئے۔ (۱) آزادی کی تحریکوں کے دوران' ہندوستان' شرق اوسط مشرق بعید اور افریقہ میں اہل مغرب نے ہزاروں مسلمان تہہ تیغ کر دیے۔ خود ہمارے دیکھتے افغانستان و عراق میں ہزاروں لوگ بمباری کر کے بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق عراق میں تازہ امریکی حملے سے ۶۰ ہزار عراقی اب تک شہید ہو چکے ہیں۔ امریکہ ظلم و جبر اور دوسرے ملکوں میں مداخلت کی ایک طویل تاریخ رکھتا ہے تفصیل میں جائے بغیر اگر ان کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو وہ یہ ہے: (۲)

۱۔ دیکھیے برٹانیکا، انسائیکلوپیڈیا ۱۹۱۱ واں ایڈیشن میکروپیڈیا، ج ۹ صفحہ ۱۰۱۳

۲۔ ممتاز امریکی مصنف ولیم بلم، نوم چومسکی نے اپنی کتابوں اور فلم ساز مائیکل مور نے اپنی فلم فارن ہائیٹ ۹/۱۱ میں امریکی مظالم کو خوب بے نقاب کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ غیر ملکی زمین پر غیر قانونی قبضہ

یہ سولہویں صدی کا واقعہ ہے جب برطانیہ نے اپنے ملک کے تمام جرائم پیشہ افراد قاتلوں، ڈاکوؤں اور سمندری قزاقوں کو جمع کیا اور انہیں نو دریافت شدہ براعظم امریکہ میں دھکیل دیا۔ ان مسلح قانون شکن عناصر نے بڑے پیمانے پر مقامی باشندوں، جنہیں ''ریڈ انڈینز'' کہا جاتا تھا، بے دردی کے ساتھ قتل کر کے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا ان کے مال و اسباب لوٹ لیے، خواتین کی بے حرمتی کی اور اس ملک کی معدنیات بالخصوص سونے کی کانوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

۲۔ غلاموں کی تجارت

موجودہ امریکیوں کے ظالم آباؤ اجداد نے انسانیت کے خلاف دوسرا شرمناک جرم یہ کیا کہ انسانوں کو اغوا کر کے غلام بنانے اور ان کی تجارت کا قبیح سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ ظالم افریقہ کے ساحلوں پر اترتے اور اسلحہ کے زور پر نوجوان افریقیوں کو اغوا کر لیتے۔ اس دوران مزاحمت پر ہزاروں معصوم انسان ان کے ہاتھوں بے دردی کے ساتھ مارے گئے۔

امریکی حملہ آوروں نے ان بھوکے پیاسے مادرزاد ننگے غلاموں، مردوں اور عورتوں کو جانوروں کی طرح جہاز میں بھر کر امریکہ پہنچایا اور پھر زندگی بھر کی غلامی ان کا مقدر قرار پائی۔ ان سے ہر طرح کے شرمناک کام لیے جاتے اور معاضے کے طور پر ایک پیسہ بھی نہ دیا جاتا۔ امریکہ میں آج جو کالے ہیں یہ دراصل انہی مظلوموں کی اولاد ہیں۔

۳۔ جنگ آزادی

جب ان جرائم پیشہ لوگوں کو امریکہ میں قوت حاصل ہو گئی تو انہوں نے برطانوی شہنشاہیت سے بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی اور اس خونریز بغاوت کے دوران ہی متعدد ریاستیں وجود میں آئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ امریکی خانہ جنگی

آزادی حاصل کرنے کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کینیڈا کے علاوہ شمالی امریکہ کی دیگر ریاستیں دو گروہوں میں تقسیم ہو گئیں۔ جنوب کی ریاستیں جنرل لی اور شمالی ریاستیں جنرل جارج واشنگٹن کے جھنڈے تلے جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے پر تسلط قائم کرنے کے لیے ان دونوں کے درمیان شدید لڑائیاں ہوئیں جن میں لاکھوں انسان تہ تیغ ہوئے اور بالآخر واشنگٹن نے میدان مار لیا۔ جنگ کے ان بادلوں سے یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ برآمد ہوا اور جارج واشنگٹن اس مملکت کے ہیرو قرار پائے جن کے نام سے آج کا امریکی دارالحکومت موسوم ہے۔

۵۔ ایٹم بم کی تیاری

آئن سٹائن دراصل ایک جرمن یہودی سائنسدان تھا جس نے اپنے وطن سے غداری کی اور اپنے ساتھیوں اور اٹامک انرجی کے شعبے میں جرمن سائنسدانوں کے کیے ہوئے سارے تحقیقی کام سمیت امریکہ چلا آیا اور پھر انہی سائنسدانوں نے بعد ازاں ایٹم بم ایجاد کیا جو انسانیت کی تاریخ میں پہلی اور تا حال آخری بار امریکیوں کے ہاتھوں ناگاساکی اور ہیروشیما کے معصوم انسانوں پر استعمال کیا گیا۔ اس حملے میں 30 ہزار انسان جل کر راکھ ہو گئے۔ 20 ہزار نے حملے کے بعد جان بچانے کے لیے دریا میں چھلانگ لگا دی اور ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ 60 ہزار معصوم بچے مردہ جب کہ 50 ہزار سے زائد معذور پیدا ہوئے۔ یہی نہیں آج بھی دنیا کا سب سے بڑا نیوکلیئر، نائٹروجن، ہائیڈروجن، نیوٹران بموں اور وار ہیڈز کا ذخیرہ امریکہ کے پاس موجود ہے، جس کی تعداد 11 ہزار سے متجاوز ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس ہزاروں یورینیم وار ہیڈز، کروز، ٹام ہاک، ڈیزی کٹر میزائل اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے کیمیکل اور بائیولوجیکل اسلحوں کے انبار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ دیگر ممالک میں مداخلت اور حکومتوں کا خاتمہ

دیگر ممالک کے معاملات میں ٹانگ اڑانے، ان کی حکومتوں کے تختے الٹنے اور حکمرانوں کو قتل کرنے کے امریکی جرائم کا جائزہ لیا جائے تو 1890ء سے اب تک وہ 32 آزاد و خودمختار ممالک میں 100 سے زائد بار مداخلتیں کر چکا ہے۔ ان ممالک میں ارجنٹائن (1890ء)، چلی (1891ء)، ہیٹی (1890ء)، ہوائی (1893ء)، نگارا گوا (1880)، (1894)، پیورٹو ریکو (1898)، ہنڈراس (1903)، ڈومینیکن ری پبلک (1903)، میکسیکو (1914)، چین (1945)، یونان (1947)، کوریا (1950)، گوئٹے مالا (1954.60.67)، انڈونیشیا (1958) کیوبا (1959)، کانگو (1964)، پیرو (1966)، لاؤس (1964)، ویتنام (1961)، کمبوڈیا (1969)، گرینیڈا (1983)، لبنان (1984)، لیبیا (1986)، ایل سلواڈور (1980)، پاناما (1989)، سوڈان (1988)، عراق (1991.2003)، افغانستان (1998) شامل ہیں۔

امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے نے کھلے عام متعدد منتخب سربراہان مملکت کے خلاف سازشیں کر کے انہیں اقتدار سے ہٹایا۔ ایران کے مصدق (1953) ہوں یا گوئٹے مالا کے اربنز (1954)، انڈونیشیا کے سوئیکارنو (1965) ہوں یا گرینیڈا کے مورس بشپ (1983) سب سی آئی اے کا شکار ہوئے۔ یہی نہیں یہ امریکی ایجنسی معروف طور پر کم از کم چھ مقبول حکمرانوں کے قتل میں ملوث ہے جن میں افریقہ کے مرتلا محمد، چلی کے ایلنیڈ، سعودی عرب کے شاہ فیصل شامل ہیں۔ 1910ء میں امریکہ نے چھ لاکھ فلپائنوں کو قتل اور ان کی خواتین کو بے آبرو کیا تھا جب کہ ویت نام میں تقریباً تیس لاکھوں انسان امریکیوں کے ہاتھوں ذبح ہوئے۔ یہ نام نہاد امریکی تہذیب کی مختصر تاریخ ہے جو ان کی خونخواری و خونریزی، زر، زن اور زمین کی ہوس اور سازشوں سے عبارت ہے اور جس سے ان کے فکر و عمل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین.متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظلم و جبر

ظلم کس کو کہتے ہیں یہ گوانتا مونا اور ابو غریب جیل کے قیدیوں سے پوچھیے۔ یہ لوگ کس طرح جہازوں میں بیڑیوں میں جکڑ کے لٹا کر ذلیل کر کے لے جایے گئے۔ وہاں ان کے لیے مخصوص پنجرے بنائے گئے۔ عدالت وانصاف کے سب دروازے ان پر بند کر دیے گئے اور دنیا کے سب سے مہذب ملک امریکہ کی پارلیمنٹ نے خاص اس غرض کے لیے خصوصی قوانین بنایے۔ جنگ آزادی کے دوران حریت پسندوں پر ہندوستان' الجزائر' انڈونیشیا میں کیا کیا ظلم نہیں ڈھائے گئے۔ صرف ۱۸۵۷ء میں ایک دن میں چھ چھ سو علماء کو درختوں کے ساتھ پھانسی دی جاتی تھی۔ افغانستان پر حملے میں مسلمان مجاہدوں کو کنٹینروں میں بند کر کے مارا گیا' ان کے منہ میں پٹرول کی بوتلیں گھسیڑی گئیں۔ عراق پر حالیہ حملے میں ۶۰ ہزار مسلمان شہید اور ۴۰ ہزار خواتین متاثر ہوئیں، ۵ ارب ڈالر سے زائد رقم اور ۷ ہزار زیورات لوٹے گئے، ۸ ہزار شہری اغوا کیے گئے ۶ ہزار مسلم خواتین کی عصت دری کی گئی، ۱۵۵۰ بچیوں کی جبری آبروریزی ہوئی اور ۴۵۰ بچوں کے ساتھ عمل قوم لوط کیا گیا۔ یہ چند وہ اعداد وشمار ہیں جو انسانی حقوق کی تنظیموں کے ذریعے باقاعدہ رپورٹ ہوئے اور جو رپورٹ نہیں ہوئے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

استحصال

برصغیر میں ہر سو خوشحالی تھی۔ ڈھاکے کی ململ کا ایک تھان انگوٹھی سے گزر جاتا تھا۔ ان کاریگروں کے ہاتھ کٹوا دیے گئے۔ سارا خام مال ہندوستان سے برطانیہ کی فیکٹریوں میں لے جایا جاتا تھا۔ افغانستان پر حملہ کیا صرف اسامہ کے لیے ہوا؟ اسامہ تو ایک بہانہ تھا۔ وسط ایشیا کی ریاستوں کے تیل وگیس کے ذخائر تک پہنچنا مقصود تھا۔ کویت اور عراق کو کیوں لڑایا گیا تا کہ سعودیہ اور امارات کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کیا جائے اور وہ کر لیا گیا۔ اب عراق کو روندا گیا ہے اور اس کے تیل وگیس کے کنوؤں پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ شاہ فیصل کو قتل کرایا گیا کیوں کہ وہ تیل کے رستے میں مزاحم تھا، ضیاء الحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو جلوایا گیا کیونکہ وہ افغانستان تک پہنچنے میں حائل تھا۔ عراق کی حالیہ جنگ سے پہلے لاکھوں امریکیوں کے اور دنیا بھر کے امن پسندوں نے احتجاجی ریلیوں میں تیل کے لیے اس جنگ کی مخالفت کی، نیلسن منڈیلا نے رسالہ نیوز ویک میں اسے کھلم کھلا تیل کی جنگ قرار دیا۔ باب ووڈ وارڈ نے اپنی کتاب Plan of Attack میں، رابرٹ جینن (ٹیکساس یونیورسٹی میں جرنلزم کے پروفیسر) نے ہیوسٹن کرانیکل میں اپنے ایک مضمون 'اس حماقت کو یہیں روک دیجیے' میں اور دوسرے بہت سے امریکی وغیر امریکی مصنفین نے اسے تیل کے لیے جنگ قرار دیا ہے گویا امریکی جنگوں کا مقصد محض دوسری قوموں کا معاشی استحصال ہے اور وہ بھی زبردستی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ وہ معاشی نظام ہے جس کی تعریف میں فوکویاما جیسا دانشور رطب اللسان ہے اور اسے نوع انسانی کی عظمتوں کی معراج سمجھتا ہے۔ (1)

رشتوں کی پامالی اور جنس انارکی

مغرب نے خاندان کا نظام تباہ کر دیا۔ ماں باپ اور اولاد ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ بوڑھے اولڈ ہاؤسز میں اور بچے نرسریوں میں رل گئے۔ عورت مرد کا رشتہ کھیل بن گیا، عورت کو حق طلاق مل گیا۔ مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے شادی کی اجازت دے دی گئی۔ عورت و مرد کو بغیر نکاح اکٹھے رہنے کی اجازت مل گئی۔ اشتہار بازی اور سیلز پروموشن نے عورت کی عصمت کو متاع بازار بنا دیا۔ عورت بچے پیدا کرنا بوجھ سمجھتی ہے۔ مغرب میں حرامی بچوں کی تعداد حلالیوں سے بڑھ گئی ہے۔ ننگوں کے کلب بن گئے ہیں۔ اسقاط حمل حق بن گیا ہے۔ انٹرنیٹ نے فحاشی کی رہی سہی کسر پوری کر دی ہے کہ ننگی فلموں کو دنیا کے ہر بچے اور بڑے کی دسترس تک پہنچا دیا ہے.....

1- Francis Fukoyama, The End of History and the Last Man, New York, 1992.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفع آوری کا خاتمہ

یہ ٹھیک ہے کہ نت نئی ایجادات سے لوگوں کو سہولتیں مل رہی ہیں لیکن لوگوں کی زندگیوں کی خوشی صرف مادی پیمانے سے تو نہیں ماپی جا سکتی۔ مغرب نے وہ سارے اصول اور ادارے ختم کر دیے جو انسان کی خوشی کا سبب بنتے ہیں۔ ماں باپ اولاد کو نہیں دیکھ سکتے، ان کے ساتھ رہ نہیں سکتے۔ انسانوں کو اللہ سے دور کر دیا گیا اور وہ روحانی بے چینی سے بھٹک رہے ہیں، کبھی ہپی بن جاتے ہیں، کبھی خودکشی کر لیتے ہیں، کبھی مذہبی شاطروں کے ہاتھوں میں کھیلنے لگتے ہیں لیکن سیکولرزم اور ہیومنزم کے نام پر خدا کو معاشرت سے دیس نکالا دے دیا گیا ہے۔ جہاں ماں باپ بچے پالنے کو بوجھ سمجھیں، جہاں عورت سارا دن نوکری کرے وہاں بچہ ماں کی ماتا سے کیوں محروم نہ ہوگا، غرض نفع سے محرومی مغرب میں عام ہے۔

اصلاحی قوتوں کی ناکامی

قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ جب فساد فی الارض انتہاء تک پہنچتا ہے تو فساد اتنا خوشنما بنا دیا جاتا ہے اور جھوٹ کو سچ سے اس طرح ملا دیا جاتا ہے کہ مفسدین دعوی کرنے لگتے ہیں کہ 'انما نحن مصلحون'۔ یعنی ہم جو کچھ کر رہے ہیں محض اصلاح کی خاطر کر رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھیے یہودی ابلاغی قوتوں کا کمال کہ امریکی رائے عامہ کو بش اور اس کے ساتھیوں کی جنگی مجرموں جیسی چالوں کو اتنا خوشنما بنا کر دکھایا کہ وہ ان کے حامی بن گئے۔ 'ہم افغانستان میں دہشت گردی کو کچلنا چاہتے ہیں'۔ 'ہم عراق میں جمہوریت بحال کرنا چاہتے ہیں'۔ 'ہم عراق میں تباہی کے ہتھیار ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب کتنے خوبصورت الفاظ ہیں اور یہ اس لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اور اپنے عوام کو دھوکہ دیا جائے، اصلاحی قوتوں کو ناکام بنایا جائے چنانچہ عراق پر امریکی برطانوی حملے سے پہلے دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں نے بڑے بڑے مظاہرے کیے لیکن ان کی کسی نے ایک نہ سنی اور امریکی پروپیگنڈے باز جھوٹ پر جھوٹ بولتے رہے اور بالآخر اپنی مرضی کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزرے۔ اصلاحی قوتوں کی ناکامی اسی طرح قوموں اور تہذیبوں کے زوال کو روک نہیں سکتی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہو رہا ہے اور مذہبی جذبے سے ہو رہا ہے۔ صدر بش نے علی الاعلان افغانستان کے خلاف جنگ میں کروسیڈ (صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کیا۔ دائیں بازو اور پادریوں سے ان کے تعلقات اور ان کے مذہبی رجحان پر اب بہت سا لٹریچر امریکہ میں چھپ چکا ہے۔ دوسری ٹرم کے لیے صدر بش کی انتخابی مہم میں ان کا مذہبی رجحان کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ ری پبلکن پارٹی کے ۲۹ اگست ۲۰۰۴ء کے نیویارک کے اجلاس میں جس میں ری پبلکن پارٹی کی طرف سے بش کی صدارتی نامزدگی کی توثیق کی گئی، بہت سے پادریوں نے بھی شرکت کی۔ اسرائیلی اخبار ہارٹز، (شمارہ ۸ اپریل ۲۰۰۳ء) کے مطابق فلسطینی وزیر اعظم محمود عباس نے بتایا کہ صدر بش نے انہیں کہا کہ انہیں خدا نے افغانستان اور عراق پر حملے کا حکم دیا تھا جو انہوں نے پورا کیا اب وہ مشرق اوسط کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ (۱)

مقدمہ نمبر ۱ میں ہم نے قرآن حکیم سے اور عقل سے ثابت کیا کہ مغرب کا نظریۂ حیات غلط ہے۔ اس دوسرے مقدمے میں ہم نے قرآن حکیم سے ثابت کیا کہ غلط نظریۂ حیات فساد فی الارض کو جنم دیتا ہے اور اپنے تجربے و مشاہدے سے اس پر گواہی لی کہ مغرب غلط نظریۂ حیات کی وجہ سے عملاً فساد فی الارض میں مبتلا ہے اور اب ہم تیسرا مقدمہ ثابت کریں گے کہ فساد فی الارض کے نتیجے میں قومیں اور تہذیبیں مٹ کر رہتی ہیں۔

۱۔ بش حکومت اور امریکہ میں بڑھتے ہوئے متشددانہ مذہبی رجحانات کے لیے دیکھیے:

- David Dowke, God Willing - Political Fundamentalism in the White House, Pluto Press, London, 2004

- William C. Berman, America`s Right Turn from Nixon to Clinton, Baltimore, 1998.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ نمبر۳: فساد فی الارض میں مبتلا قوم رتہذیب مٹ کر رہتی ہے

پہلے دو مقدمات ثابت کرنے کے بعد اب ہم قرآن حکیم ہی سے یہ ثابت کریں گے کہ جو قوم رتہذیب اپنی باطل فکر اور عمل کی وجہ سے فساد فی الارض کا سبب بنتی ہے وہ مٹ کر رہتی ہے۔

- شرک کی وجہ سے ہونے والے فساد فی الارض کا نتیجہ تباہی

'ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ. قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ط كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ.' [الروم ۳۰:۴۱،۴۲]

جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے خشکی اور تری میں فساد پھیلایا ہے اللہ انہیں یہیں بعض اعمال کی سزا دے گا شائد کہ وہ حق کی طرف رجوع کریں۔ اے پیغمبر انہیں کہو ذرا زمین میں ان گزشتہ قوموں کے کھنڈرات دیکھو جنہیں شرک ہی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا۔

- ظلم کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے:

'قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ' [الانعام ۶:۴۷]

''کہو! کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا علانیہ تم پر عذاب آجائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟''

عاد، ثمود اور فرعون کی طاقتور قومیں فساد فی الارض کی وجہ سے تباہ کر دی گئیں۔

'اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ. اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ. الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ. وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ. وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ. الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ. فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ. فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ. [الفجر ۸۹:۶-۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے بلند قامت والے عاد ارم کا جو اپنی قوت وحشمت میں لاثانی تھے اور آل ثمود کا جو پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے تھے اور بڑے ٹھسے والے فرعون کا کیا حشر کیا؟ کیونکہ یہ لوگ زمین میں من مانی کرتے تھے اور انہوں نے بڑا فساد مچا رکھا تھا لہٰذا اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برس کر رہا۔

- زمین کو فساد سے پاک کرنے کے لیے اللہ اہل باطل کو شکست سے دوچار کرتا ہے:

' فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ .'

[البقرة ۲:۲۵۱]

طالوت کے لشکر نے اللہ کی نصرت سے جالوت کے لشکر کو شکست دی اور جالوت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں مارا گیا جنہیں اللہ نے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور وسیع علم دیا۔ اور اگر اللہ اپنی رحمت سے (اچھے) لوگوں کے ذریعے (برے) لوگوں کو ہٹاتا نہ رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔

- فساد فی الارض کے نتیجے میں اللہ قوموں کے عروج کو زوال سے بدل دیتا ہے

' وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا. فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ' وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا. ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا. اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا. عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ج وَاِنْ عُدْتُّمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا.' [بنی اسرائیل ۱۷:۴۔۸]

اور اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہاری تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ چنانچہ جب پہلی سرکشی کا موقع آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے اور ہماری بات پوری ہو کر رہی۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھ گئی۔۔ یوں اگر دیکھو تو تمہاری راست روی کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچا اور غلط روی کا نقصان بھی۔۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمن کو تم پر مسلط کیا جنہوں نے تمہارے چہرے بگاڑ دیے اور وہ بیت المقدس میں اسی طرح گھس گئے جیسے پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑا انہوں نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اب ہم تم پر رحم کریں لیکن اگر تم نے سابقہ روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی تمہیں پھر سزا دیں گے اور آخرت میں تو تم جیسے منکرین حق کا ٹھکانہ جہنم ہے ہی۔

- آل فرعون بھی انکار حق کی وجہ سے مفسد قرار پائے اور تباہ کیے گئے:

'فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ. وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ.' [النحل ۲۷:۱۲، ۱۴]

جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں (موسیٰ کے ذریعے آل فرعون کے) سامنے آئیں تو انہوں نے کہا یہ تو صریح جادو ہے۔ انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل قائل ہو چکے تھے۔ پھر دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ کہ جو قومیں فساد فی الارض کی مرتکب ہوتی ہیں وہ قرآن کی رو سے دنیا ہی میں تباہ کر دی جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا گزارشات سے ہمارے تینوں مقدمات قرآن حکیم سے ثابت ہو گئے کہ جس قوم کا نظریۂ حیات غلط ہو وہ حتماً فساد فی الارض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جو قوم فساد فی الارض کی مجرم ہو اسے حتماً قدرت مٹا دیتی ہے۔ اب جیسا کہ ہم پہلے مقدمے میں ثابت کر چکے ہیں کہ مغرب کا نظریۂ حیات حتماً غلط ہے کیونکہ وہ توحید، رسالت اور آخرت کے قرآنی تصورات کی نفی کرتا ہے اور دوسرے مقدمے میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مغرب فساد فی الارض میں مبتلا ہے لہٰذا ان دونوں کا حتمی نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ مغرب زوال پذیر ہو اور چونکہ خدا کا کلام برحق ہے (اور تاریخ اس کی شاہد اور عقل اس کی موید ہے) لہٰذا مغرب کا زوال پذیر ہونا بھی حتمی ہے۔ گویا ؎

دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

مغرب کا زوال حتمی ہے

اگرچہ ہم نے سطور بالا میں بدلائل ثابت کر دیا ہے کہ مغربی تہذیب کا زوال حتمی ہے لیکن ممکن ہے کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ مغرب پچھلی تین صدیوں سے غالب ہے اور اس وقت بھی دنیا کی کوئی قوم اور تہذیب اس کی ٹکر کی نہیں خصوصاً مسلمان تو اس کے پاسنگ بھی نہیں اور ابھی تک قعر ذلت میں ڈوبے ہوئے ہیں تو پھر مغرب کیسے زوال پذیر ہو گا اور خصوصاً یہ کہ کب ہو گا؟ کہ ہماری طرح زوال مغرب کی پیشین گوئیاں کرنے والے اقبال کو یہ کہے ہوئے بھی پون صدی گزر گئی کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا
دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زرِ کم عیار ہو گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے جواب میں چند باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں:

۱۔ اللہ کی تقویم میں یا یوں کہئے کہ تاریخ کے سفر میں تین صدیاں کوئی بہت طویل عرصہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپؐ نے قیامت کو نہایت قریب قرار دیتے ہوئے قیامت سے اپنے فاصلے کو دو انگلیوں سے تشبیہ دی[1] اور دیکھیے کہ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور اب بھی خدا جانے قیامت کب آئے گی؟ پھر مسلمان کمزور پڑنے کے باوجود پچھلی صدی تک مغرب کے مقابلے کی طاقت تھے کہ سقوط خلافت عثمانیہ کا حادثہ تو ۱۹۲۴ء ہی میں پیش آیا ہے۔ خود برصغیر کی مثال دیکھیے کہ گو کمزوریاں پہلے سے تھیں لیکن دلی کی مسلم حکومت کا مکمل خاتمہ ۱۸۵۷ء میں ہوا اور پاکستان ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا۔ گویا برصغیر کے مسلمانوں نے، خواہ وہ جیسے کیسے بھی تھے، ایک صدی سے بھی کم عرصے میں انگڑائی لی اور انگریز کو نکالنے اور اپنا الگ وطن بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا تین صدیوں تک مغربی تہذیب کے غلبے کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ وہ کبھی بھی زوال پذیر نہ ہوگی۔

۲۔ ظاہر بین نظریں حالات کا سطحی مطالعہ کرتیں اور ان سے غلط نتائج استنباط کرتی ہیں۔ بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ کسی ڈھانچے کو اندر سے دیمک چاٹ چکی ہوتے ہے اور وہ گرنے کے قریب ہوتا ہے لیکن دور سے دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ ماضی میں شان و شوکت کے جوہر دکھانے والا یہ ڈھانچہ ابھی تک اسی آب و تاب سے قائم ہے۔ یکایک ناموافق حالات کا ایک ہی دھکا اسے یوں بکھیر کر رکھ دیتا ہے جیسے کبھی وہ کھڑا ہی نہ تھا بالکل جیسے گرتی ہوئی دیوار کو ایک معمولی دھکا کافی ہوتا ہے۔ ہم اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۶ء میں جب ہم سعودی عرب سے واپس آئے تو افغان جہاد جاری تھا اور پاکستان کے دینی عناصر اس میں شریک تھے۔ ہماری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے نوجوان مجاہدوں کی ایک تنظیم نے

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ص ۲۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں اپنے ایک مقامی اجلاس میں شمولیت کی دعوت دی جو لاہور کے ایک محلے میں ہو رہا تھا۔ ہم کسی وجہ سے دیر سے پہنچے جب آخری مقرر کی تقریر ختم ہو رہی تھے۔ اس کے بعد کسی نے ایک بزرگ سے اختتامی دعاء کے لیے کہا جو اتفاق سے میرے ساتھ بیٹھے تھے لیکن میں انہیں نہیں جانتا تھا۔ نشست فرشی تھی۔ اس بزرگ نے بڑے الحاح اور زاری سے دعا کی یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' شدت جذبات سے وجود کانپ رہا تھا' وہ معمولی لباس پہنے ہوئے تھے' داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے' ان کے بازو کے بٹن کھلے ہوئے اور کف میلے تھے' وہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے' اے اللہ! کافروں کو شکست دے۔ اے اللہ!' ماسکو پر اسلام کا جھنڈا لہرا دے۔ اے اللہ! اسلام کو غلبہ عطا فرما' اے اللہ!..... اے اللہ!..... میں جب اس اجتماع سے واپس آیا تو دل ہی دل میں مولانا صاحب کی سادگی پر خنداں تھا کہ افغانستان میں تو روسیوں کی شکست کے کوئی آثار نہ تھے کجا کہ ماسکو پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگتا۔ لیکن پھر ہم نے دو تین سال بعد ہی ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا کہ روس شکست کھا کر افغانستان سے بھاگا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اس کے بطن سے پانچ عظیم الشان مسلم سلطنتیں برآمد ہوئیں اور وہ وقت بھی دور نہیں جب خاص ماسکو پر بھی اسلام کا جھنڈا لہرائے گا، ان شاء اللہ العزیز۔۔۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس بزرگ کے بارے میں یہ معروف ہے کہ وہ مستجاب الدعوۃ ہیں۔ اللہ انہیں صحت و عافیت سے رکھے۔ ان سطور کے لکھتے وقت تک (ستمبر ۲۰۰۴ء میں) وہ حیات ہیں۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ مغرب خصوصاً امریکہ کے زوال کے بہت سے اسباب موجود ہیں۔ بس مشیت کے فیصلے کی دیر ہے جس دن اس کا فیصلہ ہو گیا بس ایک دھکے کا بہانہ درکار ہوگا اور امریکہ ٹون ٹاورز کی طرح دھڑام سے نیچے آ گرے گا..... اور اگر اللہ نے ہمیں زندگی دی تو ممکن ہے ایک دن ہمارا پوتا ہم سے پوچھے۔ دادا ابو! سنا ہے امریکہ کبھی اکیلا دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سپر پاور ہوا کرتا تھا؟..... وما ذلك على الله بعزيز۔

۳۔ اگر ہم عالم اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے اس معاملے پر غور کریں تو اللہ کی مشیت کی (اس مشیت کی کہ وہ مغرب کے کفر اور اس کے فساد فی الارض کے باوجود کیوں اسے ڈھیل دیئے جا رہا ہے؟) کچھ وجوہ سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ اللہ کو بہر حال اس کائنات کا نظام چلانا ہے اور اس کا اصول یہی ہے کہ وہ انسانوں کا ایسا گروہ ہونا چاہیے جو اس انتظام کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اب دنیوی نظام چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ اگر مغرب کو Replace کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس کا بہتر متبادل موجود ہو۔ اللہ کے فیصلے اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن جو چیز اس وقت ہمیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہے وہ یہ کہ دنیوی صلاحیتوں کے لحاظ سے مغرب خصوصاً امریکہ سے بہتر متبادل موجود نہیں ہے۔ مسلمان اپنے آپ سے غافل پڑے ہیں، کمیونزم ایک متبادل بن کے ابھرا تھا لیکن وہ مغرب سے بھی بدتر نکلا۔ لہٰذا قدرت پہلے بہتر متبادل کا انتظام کرے گی تو پھر ہی مغرب کے قلعے کو زمین بوس کرے گی۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کے درمیان انصاف کرنے کے لیے آخرت میں میزان عدل قائم کریں گے اسی طرح یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا میں انہوں نے فیصلے کرنے کے لیے میزان عدل نہ قائم کر رکھی ہو۔ اب ایک قوم یا تہذیب کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے زمین میں غلبہ دیا کہ وہ دنیوی زندگی میں اسباب مہیا کرنے میں دوسروں سے برتر تھی اور پھر ایک وہ وقت آیا کہ اس کی یہ صلاحیت گھٹتی گئی وہ فساد فی الارض میں مبتلا ہوتی گئی تو اب یقیناً خدا کی میزان حرکت میں ہوگی اور جب وہ دیکھے گی کہ اس قوم/تہذیب کی نفع آوری اب کم ہوگئی ہے اور مقابلتاً فساد بڑھ گیا ہے تو اس کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آجائے گا۔ ہمارے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ تہذیب مغرب کے مفسد ہونے کے باوجود اسے اللہ نے اس لیے مہلت عمل دے رکھی ہے کہ وہ انسانوں کے لیے نفع آور بھی ہے۔ عرصے سے اس کا فساد بڑھ رہا ہے۔ اب اندازہ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی بھی وقت اس کا فساد اس کی نفع آوری سے بڑھ جائے گا اور جب بھی اللہ کی میزان میں ایسا ہوا' وہ ایک جھٹکے سے ڈھیلی رسی کو کھینچ لے گا اور مغرب منہ کے بل زمین پر آ رہے گا۔

۴۔ اور معاف کیجیے گا اللہ کو اپنے فیصلے کرنے میں دیر نہیں لگتی وہ تو بس کُنْ کہتا ہے اور کام ہو جاتا ہے۔ وہ جب بادشاہوں کو غلام اور غلاموں کو بادشاہ (آج کل کی اصطلاح میں ایک سپر پاور کو معمولی ملک اور ایک معمولی ملک کو سپر پاور) بنانا چاہتا ہے تو اسے دیر نہیں لگتی جیسا کہ قرآن حکیم نے آل فرعون کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

' وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ. وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ.' [القصص ۲۸:۵،۶]

اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلائیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

تو خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم کے محکم فیصلے کے مطابق مغرب کا نظریۂ حیات غلط اور باطل ہے' اس نے فساد فی الارض کو جنم دیا ہے لہٰذا مغرب کا زوال طے ہے۔

.....

اس وقت تک ہم نے مغرب خصوصاً امریکہ کے زوال کے حوالے سے جو گفتگو کی ہے وہ واضح اور ٹھوس ہونے کے باوجود کچھ نظریاتی سی ہے اس لیے ہم یہاں زوال کے دنیاوی معیار کے حوالے سے ممکنہ امریکی زوال کے ایک بڑے سبب کو نمایاں کرتے ہیں اور وہ ہے اس کی دگرگوں معاشی حالت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۰ء تک امریکہ دوسرے ممالک کو قرض دیا کرتا تھا لیکن عالمی امن کا ٹھیکیدار بننے کی خواہش میں دفاعی بجٹ بڑھانے اور دیگر عوامل سے ۱۹۸۵ء میں وہ مقروض ہو گیا۔ راقم جب ۱۹۹۱ء میں امریکہ گیا تو اس نے امریکی شہر فاس میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ غریب لوگ مفت کھانا لینے کے لیے قطار میں لگے تھے (جیسے ہمارے ہاں لاہور میں غریب لوگ حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر قطار میں لگ کر مفت کھانا لیتے ہیں) اور نیویارک میں دیکھا تھا کہ غریب لوگ سڑکوں پر سوتے ہیں اور مانگ تانگ کر گزارہ کرتے ہیں لیکن ۹/۱۱ کے واقعے نے تو امریکی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے جس کی کچھ تفصیل یہ ہے:

- ایئر کمپنیاں بند: ۹/۱۱ کے واقعے کے نتیجے میں لوگوں نے ڈر کر ہوائی جہازوں سے سفر کرنا بند کر دیا جس کے نتیجے میں صرف ۲۰۰۱ء میں اس انڈسٹری کو ۶۰ لاکھ سے زائد مسافروں کا نقصان ہوا۔ چھوٹی ہوائی کمپنیاں جیسے میڈاوی ایئر لائنز نقصان برداشت نہ کرنے کی وجہ سے بند ہو گئیں اور کئی بڑی کمپنیاں جیسے یو ایس ایئر ویز اور یونائیٹڈ ایئر لائنز دیوالیہ ہو گئیں۔ اس سے امریکہ کو ۷/۱ ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔

- انشورنس بزنس: انشورنس کمپنیوں کو فوری طور پر ۱۵/۱ ارب ڈالر کا نقصان ہوا اور بعد میں بھی اس نقصان میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

- بیروزگاری میں اضافہ: ۹/۱۱ کے دو ہفتوں کے اندر فضائی کمپنیوں کو ۵۸ ہزار ملازمین کو فارغ کرنا پڑا جو امریکہ کی تاریخ میں بیروزگاری کا سب سے بڑا واقعہ تھا۔ بعد میں فضائی کمپنیوں سے مزید ہزاروں لوگ نکالے گئے۔ ماہر اقتصادیات پروفیسر ڈیوڈ پپس کے مطابق ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء تک ۲۷ لاکھ اسامیاں ختم کر دی گئیں اور مزید ملازمت کے مواقع پیدا نہ کیے جا سکے۔ وال سٹریٹ جرنل کے مطابق ۹/۱۱ کے بعد صرف ایک سال کے اندر تقریباً ڈیڑھ لاکھ امریکی نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

- ڈالر کی قیمت میں کمی: ۹/۱۱ کے واقعے کے نتیجے میں امریکی ڈالر کی قیمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فوراً ۱۰ فیصد کمی واقع ہوئی جس سے وہ ۱۲۱ جاپانی ین کے برابر ہو گیا اور اس کے مقابلے میں یورو کا ریٹ ایک سال میں ۹۷ء۵ فیصد بڑھ گیا۔

- **سونے اور پٹرول کی قیمت میں اضافہ:** ۹/۱۱ کے واقعے کے نتیجے میں نہ صرف ڈالر کی قیمت کم ہوئی بلکہ سونے اور پٹرول کی قیمتوں میں بھی فوری اضافہ ہوا۔ شرح سود گر گئی اور سونے کی قیمت میں ۲۰ ڈالر فی اوقیہ کا اضافہ ہوا جب کہ پٹرول کی قیمت ۳۰ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی۔

- **دیوالیہ کمپنیاں:** امریکی روزنامہ وال سٹریٹ جرنل کے مطابق ۹/۱۱ کے بعد ایک سال کے اندر ۶۰ ہزار کمپنیاں دیوالیہ ہو گئیں۔ نیویارک آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کے مطابق ۹/۱۱ کے بعد صرف چھ ماہ کے اندر ۲۵۵ امریکی کمپنیوں نے اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا۔ دیوالیہ ہونے والی ان کمپنیوں میں انرون جیسی کمپنی بھی شامل ہے جس کا شمار امریکہ کی سات بڑی کمپنیوں میں ہوتا تھا، جس پر اس وقت کے فرانسیسی وزیر خارجہ نے تبصرہ کیا تھا کہ انرون کا دیوالیہ ہونا امریکہ کا دیوالیہ ہونے کے برابر ہے۔ دیوالیہ ہونے والوں میں اوکوڈ ہومز جیسی کمپنی بھی شامل ہے جو امریکہ کی دوسری بڑی تعمیراتی کمپنی سمجھی جاتی تھی۔

- **جنگی اخراجات:** امریکہ کے جنگی اخراجات کا اندازہ اس سے کیجیے کہ صدر بش نے عراق پر حملے کے لیے ۷۵ ارب ڈالر کی منظوری لی تھی لیکن اس میں سے ۶۲ ارب ڈالر تو امریکی فوجوں اور سامان حرب کو خلیج منتقل کرنے میں لگ گئے چنانچہ مزید ۶۲ ارب ڈالر کی مزید منظوری لینا پڑی۔ ۲۰۰۳ء میں امریکی فوج کا عراق میں خرچہ ۳ ارب ڈالر ماہانہ تھا۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق عراق و افغانستان میں امریکہ کا ماہانہ خرچ ۵ ارب ڈالر (یعنی ۳۰۰ ارب یا تین کھرب روپے) ماہانہ کو چھونے لگا ہے۔

اور یہ روٹین کے دفاعی بجٹ سے الگ ہے۔ یاد رہے کہ امریکہ کا دفاعی بجٹ اس وقت ساری دنیا کے مجموعی بجٹ کے تقریباً برابر جا رہا ہے۔ چنانچہ صدر بش نے حال ہی میں ۲۰۰۵ء کے لیے ۴۱۷ ارب ڈالر کے دفاعی تخمینے کی منظوری دی ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک ارب پندرہ کروڑ ڈالر روزانہ اور ۱۱ ہزار ڈالر فی سیکنڈ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- تجارتی خسارہ: امریکی اقتصادی جائزہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۲ میں امریکی درآمدات ۲۰۰۱ء کے مقابلے میں ۸. ۳ فیصد بڑھ کر ۱۰ کھرب ۴۱ ارب ڈالر تک پہنچ گئیں جب کہ برآمدات ۵ء۲ فیصد کم ہو کر ۹۷۰ ارب ڈالر رہ گئیں۔ اس طرح تجارتی خسارہ میں ۵ء۲۱ فیصد اضافہ ہوا جو ۴ کھرب ۲۵ ارب ڈالر کے برابر تھا۔ ۲۰۰۳ء میں یہ تجارتی خسارہ ۵ کھرب ڈالر سے بھی بڑھ گیا۔ صرف چین کے ساتھ تجارتی خسارہ ۲۰۰۳ء کے دوران ۱۰۳ ارب ڈالر تک پہنچ گیا۔

- بجٹ خسارہ: ۲۰۰۲ء میں امریکہ کا بجٹ خسارہ ۱۵۸ ارب ڈالر تھا جو ۲۰۰۳ء میں ۳۷۴ ارب ڈالر تک جا پہنچا۔ اے ایف پی کے مطابق ۲۹ جنوری ۲۰۰۴ء کو امریکی کانگرس کے بجٹ آفس کے اعلان کے مطابق امریکہ کا سال رواں کا بجٹ خسارہ ۴۷۷ ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہوگا (اندازاً ۵۰۰ ارب ڈالر)۔ حکام کا اندازہ تھا کہ اگر بجٹ خسارہ اس رفتار سے بڑھتا رہا تو اگلے عشرے میں یہ ۲۴ کھرب ڈالر سے بھی بڑھ جائے گا۔

- اسرائیل اور یہودیوں کی وجہ سے خسارہ: امریکہ چونکہ یہودیوں کے زیر اثر ہے لہٰذا امریکہ سب سے زیادہ مالی امداد اسرائیل کو دیتا ہے جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ستر کی دہائی میں اسرائیل کے لیے امریکی مدد ۱۶ ارب ڈالر، ۸۰ کی دہائی میں ۸۲ ارب ڈالر اور نوے کی دہائی میں ۱۰۰ ارب ڈالر تھی۔ شال انسٹی ٹیوٹ کویت کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی وجہ سے امریکہ کو سالانہ ۲۰ سے ۲۵ ارب ڈالر نقصان ہوتا ہے۔ مسلمانوں اور عربوں کی طرف سے یہودی کمپنیوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے خسارہ اس کے علاوہ ہے جس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ صرف اپریل ۲۰۰۲ء میں امریکی کمپنیوں کو ۲۰۰ ملین ڈالر کا خسارہ ہوا۔ صرف مصر میں میکڈونلڈ کو بائیکاٹ سے ۲۶۰ ملین مصری پاؤنڈ کا خسارہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت امریکہ دنیا کا ۳ کھرب ڈالر کا مقروض ہے جس میں ۵۰ ارب سالانہ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکی معیشت کے بارے میں یہ اعداد و شمار اتنے ہوشربا ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ امریکہ اب تک زندہ کیسے ہے؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کو زندہ رکھنے والے بھی مسلمان ہیں اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ صرف سعودی حکومت اور سرمایہ کاروں کے ۷۵۰ بلین ڈالر امریکی بنکوں میں جمع پڑے ہیں۔ (۱) اسی طرح عراقی جنگ کی وجہ سے سعودی عرب، کویت اور امارات نے امریکہ کو اس کی خدمات (؟) کے عوض بلا معاوضہ پٹرول دینے کا اعلان کر دیا۔ امریکہ، اس امر کے باوجود کہ وہ ساری دنیا کا استحصال کر کے توانائی کے ذخیروں پر قابض ہے اور قابض رہنا چاہتا ہے، اس مالی بوجھ کو زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر سکے گا اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جب اس کی معیشت روس کی معیشت کی طرح اچانک بیٹھ جائے گی۔

اس زوال کو آخری دھکا کب لگے گا اس کا فیصلہ اس عزیز و مقتدر نے کرنا ہے تاہم قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب آ لگا ہے کیونکہ مغرب کے باطل رویے نے کرۂ ارض کو فساد سے بھر دیا ہے لہٰذا ہمارے اندازے کے مطابق اب Count Down شروع ہو جانا چاہیے۔ بلکہ یہ شروع ہو چکا ہے پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن جو امریکی تہذیب کے غلبے کا علمبردار ہے اور جس نے بالواسطہ امریکہ کو اکسایا کہ وہ اپنی حریف (؟) مسلم تہذیب کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکے، خود تسلیم کرتا ہے کہ مغربی تہذیب روبہ زوال ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک صدی مزید غلبے کا نکال سکے گی۔ اس کے علاوہ بہت سے امریکی اور مغربی دانشور اور سیاستدان ایسے ہیں جو امریکہ کے ممکنہ زوال پر لکھ رہے ہیں اور اس کی پیش گوئیاں کر رہے ہیں ان میں چند اہم یہ ہیں:

1-Zbigniew Brzezinski, *Out of Control*- Global Turmoil on the Eve of 21st Century.

یہ صاحب کارٹر حکومت میں نیشنل سیکورٹی کونسل کے ایڈوائزر تھے۔ انہوں نے ۱۹۸۷ء میں روس کے زوال پر ایک کتاب لکھی۔ اب امریکی زوال کی پیشین گوئی کر رہے ہیں۔

۱۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۲۱ اگست ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2- Charles A Kupchan, *The End of the American Era*

جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں انٹرنیشنل ریلیشنز کے پروفیسر، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ایڈوائزری کونسل کے سابق ممبر اور کلنٹن حکومت میں نیشنل سیکیورٹی کونسل کے ایڈوائزر۔

3- Paul Kennedy, *The Rise and Fall of Great Powers*

پروفیسر ییل یونیورسٹی امریکہ

4- Emanual Twidd, *Apres L` empire Essai sur la Decom position du Systeme American*

فرانسیسی مفکر جس نے ستر کی دہائی میں کتاب لکھ کر روسی زوال کی بھی پیشین گوئی کی تھی۔

5- Michael Ignatieff, *El Nuevo Imperio Americano, [American Imperialism]* Educuibes Oaudim Uverucam 2004.

6- Bob Murphy, The Roots of American Downfall

مصنف Chaos Theory پی ایچ ڈی معاشیات نیویارک یونیورسٹی۔

7- Joseph Farah, *Taking America Back*, WND Books, Nashville, TN, 2003

بی بی سی لندن نے ۳ فروری ۲۰۰۴ء میں 'ایج آف ایمپائر' کے عنوان سے کئی قسطوں میں ایک تجزیاتی سیریز پیش کی جس میں نامور دانشوروں اور تجزیہ کاروں نے حصہ لیا اور وہ سب اس نتیجے پر پہنچے کہ امریکہ کا موجودہ غلبہ بالکل عارضی ہے، اس کی معیشت ریت کی دیوار کی طرح ہے اور اس کا زوال بالکل قریب ہے۔ (۱)

بعض مسلمان دانشوروں نے بھی امریکی زوال کے موضوع پر سوچنا شروع کر دیا ہے جیسے اُردن کے سابق وزیر اعظم اوقاف عبدالسلام کی کتاب 'طوفان سے بچو' اور مسجد اقصیٰ کے مدرس شیخ صلاح الدین کا مقالہ 'امریکہ کی تباہی، قرآن حکیم کی رو سے' اور محمد صالح مغل کی اردو کتاب 'امریکہ کا زوال'۔ (۲)

۱۔ رپورٹ نوائے وقت، لاہور ۲ مارچ ۲۰۰۴ء

۲۔ مطبوعہ دارالحقائق لاہور، ۲۰۰۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے بعض لوگ نجومیوں کے سے انداز میں کہتے ہیں کہ امریکہ فلاں سنہ میں ختم ہو جائے گا جیسا کہ مسٹر برسنسکی (محولہ بالا) نے دعویٰ کیا ہے کہ امریکہ ۲۰۰۶ء میں ختم ہو جائے گا یا بعض لوگوں نے کہا کہ Niibru ستارہ ۲۰۰۴ء میں کرۂ ارض کے پاس سے گزرے گا جو امریکہ کی تباہی کا سبب بنے گا۔ تاہم ظاہر ہے کہ اس طرح کی پیشین گویاں لغو ہیں اور کسی متعین سنہ کی پیش گوئی کرنا ممکن نہیں (سوائے نجومیوں، جوتشیوں کے ..... جو ہم بہر حال نہیں ہیں) تاہم قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اکیسویں صدی کے ربع اول ہی میں زوال پذیر ہو جائے گا جسے ہم نے احتیاط کی خاطر مزید ایک ربع صدی کی مہلت دے دی ہے اور ہماری رائے کے مطابق اگر امریکہ ربع صدی نکال بھی گیا (جو ہماری رائے میں نہیں نکال سکے گا) تو زیادہ سے زیادہ نصف صدی نکال سکے گا۔ وما ذلك على الله بعزيز

لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں اس سے کیا کہ مغرب مقتدر رہے یا نہ رہے۔ ہمیں تو اپنی فکر کرنا ہے اور یہ سوچنا ہے کہ کیا ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ مغرب کی جگہ لیں؟ یا کیا ہم اس قابل ہیں کہ اس کی جگہ لے سکیں؟

مغرب کے متوقع زوال کے اسباب کو ایک جدول کی صورت میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغرب (خصوصاً امریکہ) کے متوقع زوال کے اسباب

غلط نظریۂ حیات سے وابستگی
۱۷۰۰ء - ۲۰۰۰ء

↓

فساد فی الارض

↓

قتل وخونریزی

↓

ظلم وجبر

↓

استحصال

↓

معاشرتی بگاڑ، جنسی انارکی

↓

نفع آوری کا خاتمہ

↓

اصلاحی قوتوں کی ناکامی

↓

زوال
۲۰۰۰ء - ۲۰۲۵ء

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پچھلے ابواب کے مندرجات پر ایک نظر ڈالئے۔ پہلے باب میں ہم نے بتایا کہ عروج وزوال کے باب میں اللہ کی سنت کیا ہے؟ دوسرے باب میں ہم نے بتایا کہ مسلمانوں نے عروج کے تقاضوں کو پورا کیا تو اسلامی تہذیب دنیا پر ایک ہزار سال تک غالب رہی۔ پھر مسلمانوں نے اپنے نظریۂ حیات پر کما حقہ عمل چھوڑ دیا تو وہ قعر ذلت میں جا گرے۔ ان کا نظریۂ حیات صحیح اور سچا ہے اور اب بھی اگر وہ اس پر کما حقہ عمل کریں تو بازی جیت سکتے ہیں۔ پھر اس تیسرے باب میں ہم نے بتایا کہ مغرب کا نظریۂ حیات غلط ہے لیکن اس نے ان فطری اصولوں پر عمل کیا جن سے اسباب دنیا کا حصول ممکن ہے تو وہ دنیا پر قابض ہو گیا۔ پھر یہ باطل نظریۂ حیات برگ وبار لایا اور اس نے زمین کو فساد سے بھر دیا اور اب وہ محروم اقتدار ہونے کو ہے۔ یہ کڑا وقت ہے اور فیصلہ کن موڑ ہے۔ اگر مسلمان بحیثیت ملت اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے نظریۂ حیات سے اس طرح جڑ جائیں جس طرح اس کا حق ہے تو زمین کے وارث وہی ہوں گے' خلافت اور اقتدار انہی کو ملے گا لیکن اگر وہ نہ سمجھے' اگر وہ نہ اٹھے، اگر انہوں نے صحیح سمت میں جدوجہد نہ کی تو ممکن ہے خدا کوئی اور قوم، کوئی اور تہذیب پیدا کر دے جو اس خلا کو پورا کرے' جو مغرب کے ہٹائے جانے کے بعد اس کی جگہ لے۔ (بلکہ جارج برنارڈ شا تو بہت پہلے پیشین گوئی کر چکے ہیں کہ مغرب اسلام قبول کر لے گا)۔ (۱)

ہمارا موقف یہ ہے کہ مسلمانوں کا نظریۂ حیات چونکہ صحیح ہے اس لیے ان کے اندر مغرب کی جگہ لینے کی صلاحیت (Potential) موجود ہے۔ ضرورت صرف صحیح حکمت عملی اور صحیح لائحہ عمل طے کر کے اس پر عمل کرنے کی ہے۔ یہ حکمت عملی اور لائحہ عمل کیا ہو سکتا ہے؟ اس پر ہم انشاء اللہ اگلے باب میں روشنی ڈالیں گے۔ وبیدہ التوفیق

۱۔ سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی بحوالہ محمد حسین ھیکل ۱۹۳۴ء، ص ۴۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیٔ افرنگ
معمارِ حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس اور لائحہ عمل

فصل اول مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس

فصل دوم مسلم نشأۃ ثانیہ کی حکمت عملی

فصل سوم مسلم نشأۃ ثانیہ کا لائحہ عمل

فصل چہارم مسلم نشأۃ ثانیہ: موانع اور ان کا حل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم: مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس اور لائحہ عمل

پچھلے تین ابواب میں ہم نے قوموں کے عروج وزوال کے ضمن میں سنتِ الٰہی کا ذکر کیا اور مغربی تہذیب کے بارے میں یہ بتایا کہ اس کا نظریۂ حیات غلط ہے اور خدا، رسول وآخرت کے انکار پر مبنی ہے لیکن وہ اس لیے غالب ہے کہ وہ سنتِ الٰہی کے مطابق دوسروں سے بہتر طور پر اسباب دنیا مہیا کرنے پر قادر ہے تاہم زوال اس کا مقدر ہے کیونکہ غلط نظریۂ حیات کی بناء پر وہ فساد فی الارض میں مبتلا ہو چکی ہے۔ مسلم تہذیب کے بارے میں ہم نے یہ کہا تھا کہ اس کا نظریۂ حیات صالح ہے لیکن اس کے زوال کا سبب یہ ہے کہ اس نے اس نظریۂ حیات پر عمل ترک کر دیا ہے۔ اگر وہ اپنے نظریۂ حیات سے حقیقی وابستگی اختیار کر لے تو وہ پھر دنیا میں غالب آ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہم نے ذرا تفصیل سے ان امکانات کا جائزہ لیا جو مسلم تہذیب کے غلبے کی امید افزا طور پر نشاندہی کرتے ہیں۔ اب اس چوتھے باب میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے مسلمان امت کا تفصیلی لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔ لیکن اس لائحہ عمل کے ذکر سے پہلے یہ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ مختصر لیکن دوٹوک انداز میں امت مسلمہ کو یہ بات سمجھا دی جائے کہ اس کی نشأۃ ثانیہ کی اساس صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی دوسرا نظریۂ حیات یا کسی دوسری تہذیب، خصوصاً مغربی تہذیب، کی پیروی۔ (چنانچہ پہلی فصل میں یہی بات زیر بحث آئی ہے) اور یہ کہ اس اساس پر تیار کردہ کسی لائحہ عمل پر کامیاب عمل درآمد کی بنیاد صرف یہ حکمت عملی ہو سکتی ہے کہ پہلے ہم وہ یکسو اور متوازن مسلم شخصیت تیار کرنے کی فکر کریں جو دل وجان سے اس لائحہ عمل پر عمل کر سکے کیونکہ اسوۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ جب موزوں تعلیم وتزکیہ سے ایک یکسو اور متوازن مسلم شخصیت پیدا کر دی جائے تو پھر وہ زندگی کے جس شعبے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی جائے وہاں کامیابی کے جھنڈے گاڑتی چلی جاتی ہے (چنانچہ یہی بات فصل دوم میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے)۔

اس کے بعد ہم نے تیسری فصل میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں مسلم نشأۃ ثانیہ کے حوالے سے تجاویز پیش کی ہیں اور ان تجاویز کے بارے میں جہاں وضاحت کی ضرورت تھی وہاں وضاحت بھی پیش کر دی ہے اور چوتھی اور آخری فصل میں ان داخلی اور خارجی موانع کا ذکر کیا ہے جو اس لائحہ عمل پر عمل کرنے کے دوران پیش آ سکتے ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق ان کے حل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس

مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس صرف اسلام ہے

ہم اس سے پیشتر یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس دنیا میں کسی قوم کی کامیابی اور عروج کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نظریۂ حیات سے کتنی محکم طور پر وابستہ ہے۔ اگر یہ وابستگی پختہ اور اعلیٰ درجے کی ہوگی تو یہ وابستگی اس کے اندر ان اوصاف کو ابھار دے گی جو اس دنیا میں اسباب زندگی مہیا کرنے پر قدرت مہیا کرتے ہیں چنانچہ وہ قوم دنیا میں ترقی کرے گی اور عروج پائے گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی قوم/تہذیب اپنے طے کردہ نظریۂ حیات سے وابستگی کھو دے تو اس کے اندر سے وہ اوصاف کمزور ہو جائیں گے جو دنیا میں اسباب زندگی مہیا کرنے پر قدرت مہیا کرتے ہیں چنانچہ وہ قوم/تہذیب کمزور ہو کر محکومی اور ذلت کا شکار ہو جائے گی۔ ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اگر مذکورہ نظریۂ حیات غیر صالح اور غیر فطری ہوگا تو اس کے ماننے والوں میں جلد یا بدیر ایسے عوارض کو جنم دے گا جو اس کے عروج اور غلبے کے خاتمے کا سبب بن جائیں گے اور اگر وہ نظریۂ حیات صالح اور فطری ہوگا تو اس پر عامل قوم کو دنیا میں کبھی زوال نہ آئے گا (الّا یہ کہ وہ اس نظریہ سے وابستگی کھو کر اس پر عمل ترک کر دے) اور آخرت میں بھی اسے کامیابی ملے گی۔

ہم مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا نظریۂ حیات صالح اور فطری ہے۔ ہمارا نظریۂ حیات ہے کیا؟ ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت۔ اس نظریے سے محکم وابستگی نہ صرف اس دنیا میں مسلم امت کی کامیابی اور عروج کی ضامن ہے (جیسا کہ عملاً ہم نے معلوم دنیا کے ایک بڑے حصے پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کی ہے) بلکہ اس کے ہر فرد کے لیے آخرت میں بھی فوز و فلاح کی ضمانت ہے۔ آج اگر مسلمان امت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں کامیاب و کامران نہیں ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے نظریۂ حیات سے محکم وابستگی کھو چکی ہے لہٰذا محکومی، کمزوری اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن چکی ہے۔ سادہ لفظوں میں یہ کہ مسلم امت کے عروج کا سبب اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنا تھا اور اس کے زوال کا سبب یہ ہے کہ اس نے اسلام پر عمل ترک کر دیا ہے اور اس کے دوبارہ عروج و غلبے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اسلام پر صحیح معنوں میں عامل ہو جائے۔

یہ بات جو ہم نے کہی ہے انتہائی بنیادی بات ہے اور دیکھا جائے تو بہت بڑی بات ہے لیکن یہ بات اتنی سادہ اور رٹی رٹائی ہے کہ اس کی اہمیت محسوس ہی نہیں ہوتی اور پھر جس سادگی سے ہم یہ بات کہتے ہیں، بغیر فلسفیانہ اسلوب اور بھاری بھرکم علمی اصطلاحات کے اس سے یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ اس بات کے اندر کوئی گہری معنویت پائی جاتی ہے!

ہم اپنے سوچنے اور لکھنے کے اسلوب کی سادگی تو نہیں بدل سکتے البتہ یہ کر سکتے ہیں کہ اس مسئلے کی کچھ مزید وضاحت کر دیں اور قارئین کرام کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کروا دیں جن کی وجہ سے انہیں اس موقف کی اہمیت محسوس ہونے لگے (اور ان اصولوں کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اس لیے یہاں تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے محض اشارات پر اکتفا کریں گے):

اس دنیا میں ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ قوم میں اسباب دنیا مہیا کرنے کی طاقت و صلاحیت اعلیٰ پیمانے کی ہو۔ مسلمان جب اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو ان میں یہ قوت بدرجہ اتم پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرنِ اولیٰ میں جب مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا تو اسباب دنیا مہیا کرنے میں بھی وہ ساری دنیا سے آگے نکل گئے اور یوں مسلمان ایک ہزار سال تک ساری دنیا پر غالب رہے۔ اس وقت ان کی تہذیب اور ان کا تمدن ساری دنیا سے ارفع تھا۔ وہ علم و تحقیق، سائنس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹیکنالوجی، دفاع، معیشت، معاشرت غرض سارے شعبہ ہائے حیات میں ساری اقوام سے بالاتر تھے۔

کسی بھی قوم کی قوت عمل کا انحصار اس کی فکری قوت پر ہوتا ہے اور فکری قوت کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کے فکری مآخذ محفوظ و مامون ہوں اور اس کی فکر صالح اور فطرت سے ہم آہنگ ہو۔ یہ دونوں خوبیاں اسلام میں موجود ہیں کیونکہ اس کے فکری مآخذ (قرآن وسنت) محفوظ وموجود ہیں اور چونکہ اسلامی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اس لیے ان کے صالح اور فطری ہونے میں کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

کسی بھی قوم کی قوت عمل کا انحصار اس کے اپنے نظریۂ حیات سے جڑے رہنے پر ہوتا ہے کیونکہ جس نظریۂ حیات کو وہ مانتی ہے اس پر پختہ یقین اور اس کا صحیح فہم ہی اس کے لیے قوت محرکہ بنتا ہے۔ مسلمان چونکہ اسلامی تعلیمات کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا ان کے لیے قوت محرکہ صرف یہی چیز ہوسکتی ہے کہ وہ ان تعلیمات سے حقیقی وابستگی اختیار کریں۔

اسلام کے علاوہ اس وقت جتنی بھی تہذیبیں ہیں ان کے پیش نظر صرف دنیا کی ترقی ہے۔ مسلمانوں کی مجبوری یہ ہے کہ جس نظریۂ حیات پر وہ یقین رکھتے ہیں اس کی رو سے انہیں محض دنیا کی ترقی مطلوب نہیں بلکہ دنیا وآخرت دونوں میں ترقی وکامیابی مطلوب ہے۔ اب کسی دوسرے نظریۂ حیات پر عمل بالفرض اگر ترقی کی ضمانت دیتا بھی ہو تو وہ مسلمانوں کے لیے فضول ہے کیونکہ وہ آخرت کی ترقی کی ضمانت نہیں دیتا اور مسلمان اپنے عقیدے کی رو سے یہ ماننے پر مجبور ہے کہ ' مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ' (آل عمران ۳:۸۵) لہٰذا آخرت میں نجات کا انحصار صرف اسلام پر عمل کرنے میں ہے۔ یوں ایک مسلمان مجبور ہے کہ دنیا میں ترقی کے لیے صرف اسلام کی طرف رجوع کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے نظریۂ حیات کو غالب کرنے کا جذبہ ہی افراد قوم کو قربانی دینے پر اکساتا ہے۔ دوسری قوموں میں یہ جذبہ صرف دنیوی ترقی کی خاطر پیدا ہوتا ہے جب کہ ایک مسلمان کے سامنے دنیوی ترقی کے علاوہ آخرت میں اللہ کی خوش نودی اور جنت کی پائیدار نعمتیں ہوتی ہیں لہٰذا اس کا جذبۂ قربانی دوسروں سے بڑھ کر قوی ہوتا ہے۔

ایک مسلمان اسی وقت مسلمان ہوتا ہے جب وہ اپنے مخصوص نظریۂ حیات پر ایمان رکھتا ہو، لہٰذا وہ مجبور ہے کہ وہ کسی دوسرے نظریۂ حیات کو نہیں اپنا سکتا۔ پھر اس وقت اسلام کے علاوہ دنیا میں کوئی صالح اور فطری نظریۂ حیات موجود ہی نہیں یعنی ایسا نظریہ جو خدا، رسول اور آخرت کو بھی مانتا ہو اور دنیوی ترقی کا بھی ضامن ہو۔ آج کے مسلمان میں عمل کے لحاظ سے ہزار کمزوریاں موجود ہیں لیکن وہ اپنے اسلام کی قیمت نہیں چکا سکتا۔ اس گئی گزری ایمانی حالت میں بھی مسلمانوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ انہیں کہا جائے کہ اسلام چھوڑ دو، ہم تمہیں مال دیتے ہیں، گاڑی دیتے ہیں، بنک بیلنس دیتے ہیں، کار کوٹھی دیتے ہیں تو وہ ہرگز نہیں مانیں گے اور اسلام کو ترک نہیں کریں گے۔ گویا مسلمان اس دنیا میں ترقی ضرور کرنا چاہتے ہیں لیکن ایمان اور اسلام کی قیمت پر نہیں۔ اب دیگر ادیان اور تہذیبیں چونکہ اسلام مخالف ہیں اور اسلام کا رخ مثلاً اگر مشرق کی طرف ہے تو ان کا رخ مغرب کی طرف ہے۔ تو اب ایک مسلمان لامحالہ بیک وقت مغرب اور مشرق کی طرف تو نہیں چل سکتا اور اگر چلنے کی کوشش کرے گا تو ظاہر ہے وہ کہیں بھی نہیں پہنچے گا اور اس کی محنت رائیگاں جائے گی لہٰذا ایک مسلمان غیر اسلام پر عمل کر کے کبھی بھی دنیا میں ترقی و عروج نہیں پا سکتا، اور اگر وہ ترقی و عروج چاہتا ہے تو یہ اس کی مجبوری ہے کہ وہ اپنے نظریۂ حیات یعنی اسلام سے جڑ جائے اور اس سے محکم طور پر وابستہ ہو جائے کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی آپشن ہی نہیں۔

مغربی تہذیب مسلم نشأۃ ثانیہ کی اساس نہیں بن سکتی

مندرجہ بالا نکات سے واضح ہے کہ مسلم امت اگر اس دنیا میں ترقی کرنا چاہتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اگر وہ یہاں غلبہ اور کامیابی کی خواہاں ہے تو اس کی اساس صرف اور صرف اسلام ہی ہوسکتا ہے' کوئی دوسرا نظریۂ حیات یا کسی دوسری تہذیب کی پیروی نہیں۔ یہ ہماری سوچی سمجھی اور پختہ رائے ہے اور ہمارے نزدیک یہی منطقی' مدلل اور صحیح رائے ہے۔ لیکن ہمارے یہاں بہت سے لوگ ایسے ہوسکتے ہیں جنہیں اس رائے پر شرح صدر حاصل نہ ہو۔

ایسے لوگ تو شائد ہمارے ہاں نہ ہوں جو ہمارے اس موقف پر براہ راست اعتراض کریں اور یہ موقف اختیار کریں کہ اسلام اللہ کا سچا دین نہیں یا ہمارے زوال کا سبب ہے یا اس پر عمل کر کے ہم کامیاب نہیں ہوسکتے (یا اگر ہیں بھی تو وہ اتنے کم ہیں کہ ان کا موقف بیان کر کے ہمیں اس کی تغلیط کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی) البتہ ہمارے ہاں ایسے لوگ کافی تعداد میں ہو سکتے ہیں اور ہیں جو ہمارے اس موقف پر مغربی تہذیب کے حوالے سے بالواسطہ اعتراض کریں۔ یہ اعتراضات کچھ اس طرح کے ہو سکتے ہیں:

(۱) ہم نے اسلام کی جن باتوں پر عمل چھوڑ دیا ہے' انہی اچھی باتوں پر مغرب والے عمل کر رہے ہیں لہٰذا اگر ہم اہل مغرب کی پیروی کریں تو یہ درحقیقت اسلامی اصولوں پر ہی عمل ہوگا۔

(۲) اسلام کی رجعت پسندانہ تعبیر کی بجائے ترقی پسندانہ اور روشن تعبیر کی ضرورت ہے جس کے لیے اجتہاد ناگزیر ہے اور ماضی کے اجتہادی قوانین کو (اور ہمارا قانونی، سیاسی، معاشی، سماجی ڈھانچہ اکثر و بیشتر ان اجتہادی قوانین ہی پر مبنی ہے) آج کے جدید حالات اور ضروریات کے مطابق بدلنے کی ضرورت ہے لہٰذا مغرب کی جو چیزیں خلاف اسلام نہ ہوں انہیں اپنا لینے میں کوئی ہرج نہیں تاکہ مسلمان بھی مغرب کی طرح ترقی کر سکیں۔

(۳) اسلام بلاشبہ سچا دین ہے لیکن کیا ہم اسلام کو چھوڑے بغیر مغرب سے اچھی چیزیں نہیں لے سکتے؟ مثلاً سائنس اور ٹیکنالوجی۔ اسلام اس میں رکاوٹ کہاں بنتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ نیز یہ کہ ہم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ایسی ہی دوسری اسلامی باتوں پر عمل کر کے آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن جہاں تک دنیا کا تعلق ہے اس میں اہل مغرب کامیاب ہیں تو دنیوی امور میں ان کی پیروی کر کے ہم کیوں کامیابی حاصل نہ کریں؟ جب کہ ان امور میں مغرب کی پیروی ہمارے نماز روزے اور آخرت میں بھی حائل نہیں ہوتی؟

پیشتر اس کے کہ ہم ان سوالات یا اعتراضات کا جواب دیں تا کہ جن لوگوں کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے ہیں انہیں مطمئن کیا جا سکے، آیئے اس بات پر کچھ غور کر لیں کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات پیدا کیوں ہوتے ہیں؟

ہماری رائے میں اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمارا عہد مغربی فکر و تہذیب کے غلبے کا عہد ہے لہٰذا اذہان و قلوب کا اس سے متاثر ہونا فطری بات ہے۔ مغربی فکر و تہذیب کا یہ غلبہ ہمارے اذہان و قلوب پر کس طرح انداز ہو رہا ہے؟ اگر اس کے عوامل و مظاہر کو ہم شعوری سطح پر لے آئیں تو شائد یہ ہمارے لیے مفید ہو۔

اس حوالے سے سمجھنے کی بنیادی بات یہ ہے کہ فاتح قومیں صرف ملک فتح نہیں کرتیں دل و دماغ کو بھی فتح کرتی ہیں..... مغربی استعمار نے جب مسلم علاقوں پر قبضہ کیا تو اپنا قبضہ مستحکم کرنے اور اسے جاری رکھنے کے لیے مسلمانوں کے دل و دماغ کو فتح کرنے کی بھی پلاننگ کی۔ اس غرض کے لیے اس نے مسلمانوں کا نظام زندگی خصوصاً نظام تعلیم و تربیت بدل ڈالا۔ اسے قدیم اور از کار رفتہ قرار دے کر اپنا نظام تعلیم جاری کیا۔ اس سے نہ صرف یہ ہوا کہ جدید درسگاہوں میں قرآن و سنت اور عربی فارسی کی جگہ انگریزی اور جدید علوم نے لے لی بلکہ اپنے نصاب، نصابی کتب، اساتذہ اور ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعے انگریز نے اپنا مقصد زندگی اور اپنا تصور علم بھی مسلمانوں پر ٹھونس دیا اور چونکہ اس مغربی فکر و عمل کو پیش کرنے والے فاتح اور حاکم تھے اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربی فکر وتہذیب کی چکاچوند سے ہمارے نوخیز طالب علموں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور استعمار کے منصوبے کے مطابق وہ نام کے مسلمان تو رہے لیکن اپنی فکر وسوچ کے حوالے سے اپنے افرنگی آقاؤں جیسے ضرور ہو گئے۔ یہی لوگ بیوروکریسی میں تھے اور یہی جاگیردار اور سیاستدان بن کر معاشرے میں معزز اور محترم تھے۔ پھر جب مسلمان معاشروں میں آزادی کی تحریکیں چلیں تو ان کے آخری مرحلے میں انہوں نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر اپنی قینچلی بدل لی اور خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو گئے اور اس طرح استعمار نے جاتے ہوئے اقتدار انہی کو منتقل کیا اور اب یہ ہشت پا کی طرح مسلمان معاشرے پر قابض ہیں اور معاشرے میں اسلام کے حق میں کسی انقلابی تبدیلی کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان کی چالوں کی کامیابی کا یہ عالم ہے اور سادہ لوح مسلم عوام ان کے سحر میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ عوام آج بھی انگلش میڈیم سکولوں میں اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں، ولائتی چیزیں خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں، مغربی لباس پہن کر اتراتے ہیں..... غرض ان کو مغربی فکر وتہذیب کے شکنجے میں جکڑے رکھنے کا پوری طرح بندوبست کیا گیا ہے۔

یہ محبِّ وطن اور بیدار مغز دینی اور سیاسی قیادت کا کام تھا کہ اس ماحول کو بدلتیں، اپنے نظام تعلیم وتربیت اور ذرائع ابلاغ کو بدلتیں تاکہ مسلم عوام کے ذہن سے مغرب سے مرعوبیت کے پردے اتر جاتے، وہ اپنی فکر اور تہذیب پر فخر کرنا سیکھ لیتے بقول اقبال۔

دل توڑ گئی اس کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ اس کی پریشاں نظری کا

لیکن افسوس کہ مسلم معاشرے کی کارفرما قوتوں نے یہ سب کچھ کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کے لیے مغرب کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ظاہر ہے انہیں یہی بتایا اور سکھایا گیا ہے تو وہ اس سے ہٹ کر کیسے سوچیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ اسلام اور مغربی تہذیب میں کون سے اختلافات بلکہ تضادات ہیں اور وہ ایک دوسرے کے کتنا قریب آ سکتے ہیں؟

۱۔ ہم اس سے پہلے تیسرے باب میں تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ مغربی تہذیب کی فکری اساس الحادی ہے۔ سیکولرازم اور ہیومنزم وغیرہ کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہر شخص مادر پدر آزاد ہے اور وہ جیسے چاہے زندگی گزار سکتا ہے۔ خدا اگر کوئی ہے بھی تو اس کا ان کی اجتماعی زندگی میں کوئی دخل نہیں اور زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اسی کی فکر کرنی چاہیے۔ ان افکار کے نتیجے میں یہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اہل مغرب کی زندگی میں خدا، رسول اور آخرت وغیرہ کا کوئی کردار نہیں اور یہ کہ ان کے سارے علوم اور ان کے سارے اجتماعی رویے اسی نکتۂ نظر پر مبنی ہیں۔ لہٰذا اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ اسلام اور مغربی تہذیب کے راستے ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں، ایک دوسرے کے بالکل الٹ ہیں، لہٰذا ان دونوں کا اجتماع ممکن ہی نہیں کہ یہ اجتماع ضدین ہے۔ اسلام اور مغربی تہذیب کی مثال دو متوازی بہنے والے دھاروں کی ہے جو کبھی مل نہیں سکتے۔

۲۔ یہ بھی واضح ہے کہ مغرب کے پیش نظر صرف دنیا ہے اور اسلام کے پیش نظر دنیا اور آخرت دونوں ہیں۔ مغرب کی فکر چونکہ الحادی ہے لہٰذا مسلمان اگر مغربی تہذیب کی پیروی کریں گے تو آخرت سے بہرحال جائیں گے۔ رہی دنیا تو مسلمان دنیا میں بھی اس تہذیب کی پیروی کر کے ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ الحاد اور اسلام یکجا ہو ہی نہیں سکتے۔ اس سے مسلمان شخصیت کا فکری انتشار، ذہنی عدم یکسوئی اور نظریاتی کشمکش کا شکار ہو جانا لابدی ہے اور ان وجوہ سے مستحکم مسلم شخصیت جنم لے ہی نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ آج کی مسلم دنیا علمی و عملی دونوں لحاظ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور مغربی تہذیب کی پیروی نے ان کا کوئی مسئلہ حل نہیں کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مغرب کی اسلام دشمنی اب روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے۔ افغانستان اور عراق کا حشر سب کے سامنے ہے۔ شام اور ایران کی باری قریب آتی نظر آ رہی ہے۔ یورپ و امریکہ میں مسلمان اہل مغرب کی نفرت وحقارت اور بدسلوکی بلکہ ظلم وستم کا شکار ہو رہے ہیں اور جو مسلمان ممالک بے غیرت بن کر امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں ان کی باری بھی کسی نہ کسی بہانے آنے والی ہے کیونکہ بھیڑیا میمنے کو کھانے کے لیے کوئی بھی بہانہ تراش سکتا ہے اور جس معاشرے میں جنگل کا یہ قانون نافذ ہو جائے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس وہاں کوئی دلیل کارگر نہیں ہو سکتی۔

اس مسلم دشمنی بلکہ مسلم کشی کے کئی عوامل ہیں۔ یہودی، امریکہ کو مسلمانوں سے لڑا کر دونوں کو کمزور کر رہے ہیں تاکہ اپنے مذموم مفادات حاصل کر سکیں۔ سیموئیل ہنٹنگٹن اور فوکویاما جیسے دانشور اہل امریکہ کو سمجھا رہے ہیں کہ صرف اسلام ہی ان کے تہذیبی غلبے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ امریکہ ساری دنیا خصوصاً مسلم معاشروں کے معاشی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ میں عیسائی بنیاد پرست زور پکڑ رہے ہیں بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ان سب عوامل کے پیچھے اہل مغرب کا صلیبی بخار پوشیدہ ہے۔ مغرب آج بھی مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے اور ان کو مٹا دینا چاہتا ہے۔

ان حالات میں بھی اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں مغربی تہذیب کی پیروی کرنی چاہیے یا یہ کہ وہ مغرب کے تعاون سے ترقی کر سکتے ہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

ان ابتدائی کلمات کے بعد آیئے اب ہمارے موقف پر اٹھائے گئے ممکن اعتراضات پر غور کریں۔

پہلا اعتراض

پہلا اعتراض یہ تھا کہ 'ہم نے اسلام کی جن باتوں پر عمل چھوڑ دیا ہے' انہی باتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر مغرب والے عمل کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اہل مغرب کی پیروی کریں تو یہ درحقیقت اسلامی اصولوں پر ہی عمل ہوگا۔'

ہم اس سے پہلے وضاحت سے بتا چکے ہیں کہ مغربی تہذیب کے اصول حیات اسلامی اصول حیات کے بالکل برعکس ہیں۔ البتہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مغرب نے دنیوی ترقی کے لیے درکار جن معروضی وسائل (انسانی وسائل، نموئی وسائل، مادی وسائل وغیرہ جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے) پر قابو پایا ہے یہ وہی وسائل ہیں جو اسلامی تعلیمات پر عمل کے نتیجے میں خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں اور ماضی میں مسلمانوں نے انہی وسائل پر قابو پا کر دنیا میں ترقی کی تھی (جیسے محنت، نظم وضبط، منصوبہ بندی وغیرہ) لہٰذا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اہل مغرب جن وسائل پر قابو پا کر ترقی کر رہے ہیں یہ وہی وسائل ہیں جو اسلامی احکام پر عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کان دوسری طرف سے کیوں پکڑتے ہیں سیدھی طرف سے کیوں نہیں پکڑتے۔ مطلب یہ کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ کو ترقی کے ان مغربی اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے اور اس کی بجائے آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو ترقی کے ان اسلامی اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے جن پر عمل کر کے مغرب نے بھی ترقی کر لی ہے۔

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اسلام کی رجعت پسندانہ تعبیر کی بجائے ترقی پسندانہ اور روشن تعبیر کی ضرورت ہے جس کے لیے اجتہاد ناگزیر ہے اور ماضی کے اجتہادی قوانین کو آج کے جدید حالات اور ضروریات کی روشنی میں بدلنے کی ضرورت ہے۔'

ظاہر ہے جو مسلمان بھی اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے وہ اجتہاد کی مخالفت نہیں کر سکتا کیونکہ اجتہاد ہی بڑی حد تک اسلام کی بقاء، ترقی اور تسلسل کا ضامن ہے۔ اسی طرح اسلام جدت فکر، روشن خیالی، ترقی پسندی اور فکری حریت کا علمبردار ہے لیکن مغرب سے مرعوب ذہن اجتہاد سے یہ کام لینا چاہتا ہے کہ مغرب کی ہر بات کو عین اسلامی ثابت کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے اور مغربی معیارات کو سامنے رکھ کر مسلمان معاشرے کی کاٹ چھانٹ کی جائے بلکہ مغربی اصول وروایات کو ترقی کی وجہ قرار دے کر مغرب کی اندھی نقالی کی راہ نکالی جائے۔ ظاہر ہے نہ یہ اجتہاد ہے اور نہ اسلام کے ساتھ انصاف ہے

اگر ہم اپنی پچھلی دوسو سالہ فکری تاریخ پر نظر ڈالیں تو اسلام اور مغربی تہذیب کے حوالے سے ہمیں تین طرح کے رویے نظر آئے ہیں۔ ایک تو وہ رویہ ہے جس نے مغربی فکر کی بالادستی قبول کر لی اور اس کے مطابق اسلامی معتقدات اور نظریات کی کانٹ چھانٹ شروع کر دی۔ مصر میں یہ رویہ محمد عبدہ اور شیخ رشید رضا نے اپنایا اور اس وقت سے الازہر بڑے خلوص سے اسی راستے پر چلتا آ رہا ہے۔ برصغیر میں اس فکر کی بنیاد سرسید نے رکھی اور ان کی تعلیمی تحریک کے ذریعے یہ فکر عوام وخواص میں سرایت کرتی چلی گئی۔ امیر علی، قادیانی، چکڑالوی اور پرویز سے ہوتے ہوئے آج وحید الدین خاں اور جاوید احمد غامدی صاحب کے فکری دھاروں کی صورت میں رواں دواں نظر آتی ہے۔

دوسرا رویہ مغربی تہذیب کے خلاف ردعمل کا تھا جس نے مدافعت کا رنگ اختیار کرتے ہوئے اس کے اثرات کو قبول کر لیا، خواہ غیر شعوری طور پر ہی سہی، کیونکہ غالب فکر وتہذیب کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑی آسانی سے اپنے مخالفوں کو لڑائی کے اپنے منتخب کردہ میدان میں گھسیٹ لاتی ہے اور انہیں اپنی پچ پر کھیلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ رنگ ہمیں مولانا مودودی، مولانا آزاد، علامہ مشرقی، اور کسی حد تک اقبال میں نظر آتا ہے۔ مولانا آزاد کی فکری عبقریت اور علمی تبحر مغربی جمہوریت کی وادیوں میں گم ہو گیا، علامہ مشرقی بیلچے کے چند وار کر کے رن آؤٹ ہو گئے اور مولانا مودودی نے آخرت پر مبنی دین کو محض دنیوی 'نظام' اور 'تحریک' کہہ کر پیش کیا اور محض سیاسی جدوجہد اور انقلاب امامت کو پورے دین کی اقامت قرار دے دیا۔

ردعمل کا تیسرا رویہ روایتی علماء اور اہل مدارس ومساجد کا تھا جنہوں نے مغربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب کی دنیاوی برتری اور اس کے تہذیبی نمونے سے آنکھیں بند کرلیں اور بسم اللہ کے گنبد میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے شتر مرغ کی طرح سر ریت میں دھنسا کر یہ سمجھ لیا کہ طوفان ان کا کچھ بگاڑے بغیر گزر جائے گا حالانکہ مغربی فکر وتہذیب کی برتری کا طوفان آج بھی ان کے سر پر ناچ رہا ہے اور ان کا بہت کچھ بہا کر ساتھ لے جا چکا ہے۔

دراصل ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمان اہل علم صلابت فکری کا ثبوت دیتے۔ وہ مغربی فکر وتہذیب کو میرٹ پر رد کرتے۔ مسلم عوام وخواص میں اس کا شعور ابھارتے اور خود تجدد وتجمد سے بچتے ہوئے اعتدال کے راستے پر گامزن رہتے ہوئے مسلمان معاشرے کی رہنمائی کرتے اور مغربی تہذیب کے چیلنج سے عہدہ برآ ہوتے۔

تیسرا اعتراض

اب آیئے اس حوالے سے تیسرے اور آخری اعتراض کی طرف، جس کا مدعا یہ تھا کہ کیا ہم مسلمان مغرب سے کچھ بھی نہیں لے سکتے؟ سائنس وٹیکنالوجی بھی نہیں؟ اور اگر لے سکتے ہیں تو کن حدود وشرائط کے تحت؟

دیکھئے! ہر تہذیب کی بنیاد اس کے تصور علم پر ہوتی ہے جس کی اساس پر علوم کی تشکیل وتعمیر ہوتی ہے۔ اب اگر ہم آج کی اصطلاحات میں بات کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ علوم کے دو بڑے دائرے یا دو بڑی شاخیں ہیں: ایک سماجی علوم (Social Sciences) اور دوسرے سائنسی علوم (Natural Sciences) [اگرچہ لغوی لحاظ سے 'سائنسی علوم' کی اصطلاح پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کیونکہ عربی میں علم کے معنی سائنس کے بھی ہیں لیکن چونکہ یہ لفظ اردو میں ان معنوں میں مستعمل نہیں اس لیے اردو میں 'سائنسی علوم' کی اصطلاح عام مروج ہے]۔ سماجی علوم میں شامل ہیں: دین، سوشیالوجی، تعلیم وتدریس، علم سیاست، قانون، معاشیات، فلسفہ، نفسیات، منطق، تاریخ، جغرافیہ، تجارت..... وغیرہ جبکہ سائنسی علوم کا اطلاق ہندسہ (انجینئرنگ)،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طب (میڈیکل)، کیمیا، طبیعیات، حیاتیات اور عملی فنون (یعنی ٹیکنالوجی مثلاً کمپیوٹر، ٹیلی کمیونیکیشن وغیرہ) پر کیا جاتا ہے۔

اب جہاں تک آج کی دنیا میں مروج سماجی علوم کا تعلق ہے تو ان کے تصورات کا بڑی حد تک انحصار مغرب کے تصور علم پر ہے جو اپنی اصل میں ملحدانہ ہے کیونکہ نہ وہ وحی کی برتری کو تسلیم کرتا ہے اور نہ کسی خدا، رسول اور آخرت کو مانتا ہے لہٰذا مغرب کے سماجی علوم کی اساسات ہی نہیں ان کی جزئیات بھی ملحدانہ ہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے ناقابل قبول ہیں۔ اس لیے مسلمان مغرب کے سماجی علوم کو جوں کا توں قبول نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو اپنے دین وایمان کی قیمت پر۔ البتہ ان سے استفادے کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔ بطور تعارف ان کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ ان معاملات میں مغرب کی سوچ کیا ہے۔

۲۔ تقابلی مطالعے کی غرض سے بھی مغرب کے سماجی علوم کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ ایک مسلمان طالب علم کو یہ پتہ چل سکے کہ مغرب کی سوچ اسلام سے کس طرح اور کس حد تک مختلف ہے۔

۳۔ یہ کہ اگر جدید حالات پر مبنی اور جدید تناظر میں تازہ معلومات (Data) اکٹھی کی گئی ہوں تو ان سے تجزیہ وتحقیق میں مدد لی جا سکتی ہے بشرطیکہ یہ کام غیر جانبداری سے کیا گیا ہو اور کسی خاص ماحول اور معاشرے کی عکاسی نہ کرتا ہو۔

۴۔ ان کو ایک انسانی تجربے کے طور پر سامنے رکھا جائے مثلاً سیاسیات میں یہ دیکھیے کہ اسلام سے پہلے دنیا صرف شہنشاہیت اور آمریت سے شناسا تھی۔ اسلام نے آ کر شورائیت کو متعارف کروایا لیکن بدقسمتی سے شورائیت کا یہ تجربہ اپنی اصل روح کے ساتھ زیادہ دیر نہ چلا اور بعد میں خلافت وملوکیت کا ایک ایسا آمیزہ صدیوں مروج رہا جسے مسلمان اہل علم واصلاح نے محض اس لیے برداشت کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اسے ختم کرنے کی کوشش کہیں مسلم معاشرے کی بنیادوں کے اضمحلال کا باعث نہ بن جائے۔ اس کے بعد مغرب نے اپنے ہاں جمہوریت کے تجربات کیے جو وہاں کامیاب ثابت ہوئے۔

اب اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایسے تغیر پذیر اجتماعی معاملات میں، جیسے کہ سیاست ہے، خالق حقیقی نے اپنی رحمت سے ہمیں کوئی تفصیلی اور معین نظام نہیں دیا بلکہ محض پالیسی اصول دیے ہیں اور یہ امت اور اس کے اہل علم پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے ماحول اور معاشرے کی ضرورت کے مطابق اس کی تفصیلات خود طے کر لیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کا نظام ختم ہونے کے بعد اور استعمار کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد اب مسلمان ممالک گویا آزاد ہیں کہ اسلام کے سیاسی اصولوں کی روشنی میں اپنے ہاں تفصیلی سیاسی نظام تشکیل دے لیں۔ اب یہاں یہ تو نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیے کہ ہم مغربی جمہوریت کو، جیسی کہ وہ مغرب میں مروج ہے، من وعن اپنے ہاں رائج کر لیں کیونکہ اس کا تو بنیادی فلسفہ ہی غیر اسلامی ہے (مثلاً یہ اصول کہ انسان اللہ کی ہدایت اور اس کے طے کردہ حلال وحرام سے بے پرواہ ہو کر اپنی مرضی سے پارلیمنٹ میں جو قانون چاہے بنا سکتا ہے، وغیرہ) البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے ہاں اجتہاد کرتے ہوئے اور نیا سیاسی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہوئے مغرب کے سیاسی تجربے کو بھی، بطور ایک بڑے انسانی تجربے کے، اپنے سامنے رکھیں اور خصوصاً عصری ضروریات اور تقاضوں کے حوالے سے اس سے استفادہ کر لیں۔

سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کے ساتھ البتہ یہ معاملہ نہیں ہے کیونکہ ان کا زیادہ تر انحصار تجربے اور مشاہدے پر ہوتا ہے اور وہ اصلاً معروضی ہوتے ہیں مثلاً ایک کمپیوٹر پروگرام یا ایک الیکٹرانک مشین بناتے ہوئے اس بحث سے سابقہ نہیں پڑتا کہ خدا ہے یا نہیں اور قیامت آئے گی یا نہیں؟ دوسرے لفظوں میں سائنس کا براہ راست مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اور سائنس اصلاً نہ دینی حقائق کی تائید کرتی ہے نہ تردید لہٰذا بادی النظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی مغرب سے لے سکتے ہیں اور اس میں دینی اور شرعی لحاظ سے کوئی ہرج نہیں۔ لیکن یہاں کچھ باتیں نہایت اہم ہیں جو اس فیصلے کو مخدوش بنا سکتی ہیں:

۱۔ سائنس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن ہر سائنسدان بہر حال انسان ہوتا ہے اور اس کا ایک مذہب ہوتا ہے (یعنی دینی حقائق کے بارے میں اس کی ایک رائے، منفی یا مثبت، بہر حال ہوتی ہے) اور مغرب کی علمی و عملی فضا چونکہ الحاد و بے دینی پر مبنی ہے لہٰذا وہاں کے اکثر سائنسدان بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں، جن سے استفادے کے لیے گئے ہوئے مسلمان طلبہ ان اساتذہ سے متاثر ہو سکتے ہیں اور مشاہدہ یہ ہے کہ ہوتے ہیں۔

۲۔ مغرب کی علمی روایت چونکہ الحاد پر مبنی ہے لہٰذا ان کا تصور علم بہر حال سرایت کرتا رہتا ہے اور اس کے اثرات ان کے معروضی مطالعے اور سائنسی حقائق میں بھی در آتے رہتے ہیں اور دینی اصول و حقائق کو نقصان پہنچاتے ہیں مثلاً اگر ہم بالفرض یہ مان بھی لیں کہ ڈارون ایک سنجیدہ اور غیر جذباتی بائیولوجسٹ تھا اور اس نے سائنسی انداز سے تحقیق کر کے ارتقا کا نظریہ پیش کیا اور جب وہ خود تسلیم نہیں کرتا کہ اس کے پیش نظر تخلیق کے مذہبی تصور کو جھٹلانا تھا تو ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے ہم یہ ثابت کر سکیں کہ اس کا ذہن شعوری یا لاشعوری طور پر مغرب کے ملحدانہ تصور علم سے متاثر تھا اور نہ ہمارے پاس یہ کہنے کا کوئی جواز ہے کہ وہ اندر سے مذہب دشمن تھا لیکن عملاً ڈارون کے اس نظریے اور اس تحقیق کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہ کہ نظریہ ارتقاء مغرب میں مذہب کو فرسودہ، لایعنی اور بیکار ثابت کرنے کا سمبل بن گیا اور اس عہد میں مغرب میں دین اور دینی اصول و اقدار کو اس نظریے نے جتنا نقصان پہنچایا ہے شائد ہی اتنا نقصان کسی اور نظریے نے پہنچایا ہو۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان مغربی سائنسدانوں کی بات کسی نے نہیں سنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے سائنسی بنیادوں پر ہی ڈارون کے نظریے کو غلط ثابت کیا بلکہ معاشرے کی عمومی فضا چونکہ مذہب بیزاری پر آمادہ تھی اس لیے ڈارون کے نظریے کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور دیکھتے دیکھتے یہ نظریہ ایک سائنسی حقیقت بنا دیا گیا جبکہ وہ محض ایک نظریہ تھا، دو اور دو چار کی طرح کوئی ریاضی کا فارمولا نہ تھا۔

یہی حال فرائیڈ کا ہے جو ایک سنجیدہ ماہر نفسیات تھا اور جس کا دعوی یہ ہے کہ اس کے جنسی نظریات معروضی حقائق پر مبنی اور اس کے کلینکل تجربات کا نتیجہ ہیں اور بالفرض اگر ہم اس پر اصرار نہ بھی کریں کہ فرائیڈ کے پیش نظر مذہب کے نظریہ عفت کو ختم کرنا تھا یا یہ معاشرے میں جنسی انارکی پھیلانے کی یہودی سازش تھی یا اس کے نظریات مغرب کے ملحدانہ تصور علم کا براہ راست نتیجہ تھے لیکن عملاً اس کے نظریات کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہ کہ مغربی معاشرے میں اس کا یہ نظریہ کہ انسان ایک جنسی حیوان ہے اور اس کی جنسی ضرورت پوری کرنے پر کوئی بھی پابندی ذہنی بیماری کو جنم دیتی ہے، فوراً مقبول ہو گیا اور مذہب کا یہ نظریہ کہ انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ اور اشرف المخلوقات ہے اور نکاح اور خاندان کے ادارے اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں، ہوا میں تحلیل ہو گیا اور آج یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ مغرب آج جنسی بے راہروی میں جہاں تک پہنچ چکا ہے (باہمی رضامندی سے زنا کی قانوناً اجازت ہے، لواطت پر کوئی پابندی نہیں بلکہ اب تو ہم جنسوں کے نکاح رجسٹر بھی ہونے لگے ہیں، بغیر نکاح کے ازدواجی زندگی گزارنے کی عام اجازت ہے، ننگوں کے کلب عام ہیں جہاں آزادانہ شہوت رانی ہوتی ہے۔ غرض حیا اور عفت کے تصورات قصۂ ماضی بن چکے ہیں) اس میں ایک بڑا کردار فرائیڈ کے 'سائنسی تجربات' پر مبنی نفسیاتی نظریات کا ہے۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ مغرب کے 'سائنسی نظریات' اور 'سائنسی حقائق' معروضیت پر مبنی ہیں اور خالصتاً سائنسی تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ ہیں اور ان پر مغرب کے ملحدانہ تصور علم کے اثرات بالکل نہیں ہیں، نہایت کمزور موقف ہے جس کی تائید نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ مغرب کی اسلام دشمنی بھی اب ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ بدقسمتی سے مغرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مسلمانوں کو اپنا حریف سمجھتا ہے۔ مسلمان ملکوں نے مغربی استعمار سے جو آزادی حاصل کی ہے وہ انہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کی گئی بلکہ انہوں نے لڑ کر، ظلم و ستم سہہ کر اور قربانیاں دے کر حاصل کی ہے۔ مسلمان ممالک کی آزادی کے بعد بھی مغرب کی خواہش و کوشش یہی ہے کہ مسلمانوں ممالک ان کے دست نگر اور ان کے خوشہ چین رہیں۔ اس لیے اب بھی جب وہ مسلمان ممالک کی مدد کرتے ہیں، وہاں سماجی اور سائنسی ترقی کی بات کرتے ہیں تو وہ محض مالی اور تکنیکی مدد نہیں دیتے بلکہ ساتھ اپنے نظریات بھی برآمد کرتے ہیں۔ پھر تکنیکی مدد بھی وہ اتنی ہی کرتے ہیں کہ ہم ان کی تیار کردہ ٹیکنالوجی کے محض خریدار اور استعمال کنندہ (End Users) بنے رہیں۔ وہ اس طرح کی تکنیکی مدد نہیں کرتے کہ مسلمان ممالک ٹیکنالوجی میں خود کفیل ہو جائیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ پھر یہ مالی اور تکنیکی مدد محض ہماری آپشن نہیں رہتی وہ ہمارے گلے پڑ جاتی ہے یوں کہ ہم کمبل کو چھوڑنا چاہیں بھی تو کمبل ہمیں نہیں چھوڑتا اور جو اس چنگل میں نہ پھنسے اسے سزا دی جاتی ہے جیسے لیبیا، ایران اور ملائیشیا کو دی گئی اور جو ذرا اکڑفوں دکھائے اس کا وہ حشر کیا جاتا ہے جو عراق اور افغانستان کا کیا گیا۔ اور بعض مغربی دانشور تو لگی لپٹی کے بغیر صاف کہتے ہیں کہ اگر مسلمان ہم سے سائنس و ٹیکنالوجی لینا چاہتے ہیں تو انہیں پھر ہمارے نظریات بھی لینا ہوں گے اور مغرب کی بالادستی بھی تسلیم کرنا ہوگی۔ (۱)

۴۔ مغربی ممالک میں معاشرتی بے راہروی، لامحدود جنسی آزادی اور پرکشش مادی زندگی کے جو حالات ہیں ان میں جو مسلمان طلبہ سائنس و ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے وہاں جائیں گے، اس کا خاصا امکان ہے کہ وہاں جا کر وہ انہی برائیوں میں مبتلا ہو جائیں گے یا مغربی سوسائٹی کا حصہ بن جائیں گے، اسی کی خدمت کریں گے اور واپس مسلم ممالک میں جانے کا نام نہ لیں گے یا واپس جا

۱۔ دیکھیے مثلاً سیموئیل ہنٹنگٹن کی *The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order*, Touchstone, New York, 1997.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر مغرب کے انٹیلی جنس اداروں کے مہرے بن جائیں گے اور صرف ایک چوتھائی امکان یہ ہے کہ وہ مضبوط کردار اور یکسو ذہن رکھنے والے مسلمان کی حیثیت سے واپس جا کر اپنے اسلامی ملک کی خدمت کریں گے۔

اس تجزیے کو سامنے رکھیے اور خود فیصلہ کر لیجیے کہ سماجی و سائنسی علوم میں مسلمانوں کو مغربی ممالک سے کتنا اخذ و استفادہ کرنا چاہیے؟ نظری بات یہ ہے کہ محتاط اخذ و استفادہ میں کوئی حرج نہیں لیکن عملی بات یہ ہے کہ مسلم ممالک کو سارا زور اس پر لگا دینا چاہیے کہ وہ سب مل کر جلد سے جلد عظیم الشان تحقیقی ادارے اور یونیورسٹیاں بنائیں جہاں اعلیٰ پائے کی تدریس و تحقیق کا انتظام ہو اور جتنی جلد ممکن ہو وہ سارے سماجی علوم کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کریں اور سائنس و ٹیکنالوجی میں اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں تاکہ علم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی میں مسلمان مغرب کے محتاج نہ رہیں۔

سطور بالا میں جو کچھ ہم نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے اس دنیا میں ترقی کی اساس صرف اور صرف اسلام ہے۔ اگر وہ اسلامی اصولوں پر عمل کریں گے تو ان ضوابط پر خود بخود عمل ہو جائے گا جو دنیا میں انسان کو اسباب زندگی مہیا کرنے پر قدرت بخشتے ہیں لہٰذا وہ دنیا میں بھی ترقی کریں گے اور آخرت میں تو ان کا اجر، اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے، ان شاء اللہ محفوظ ہوگا ہی۔ اگر وہ دنیا میں ترقی کے لیے اسلام کے سوا کسی اور نظریے پر عمل کریں گے یا کسی دوسری غالب تہذیب کی پیروی کریں گے جس کا نظریۂ حیات غلط ہے اور محض اسباب دنیا مہیا کرنے کے اصولوں پر عمل کی وجہ سے وہ غالب ہے تو ان کی شخصیت کنفیوژن کا شکار ہو جائے گی اور حق و باطل کی کشمکش میں کچلی جائے گی۔ یہاں ہمیں وہ شعر یاد آ رہے جو ہم نے بچپن میں پڑھے تھے کہ۔

ایک تھا تیتر ایک بٹیر　　لڑنے میں تھے دونوں شیر
لڑتے لڑتے ہو گئی گم　　ایک کی چونچ اور ایک کی دم

لہٰذا مسلمان اگر دنیوی ترقی کے لیے مغرب کی پیروی کریں گے تو ان پر وہ مثل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صادق آئے گی کہ 'کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا' بلکہ یہ کہ 'دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا' لہٰذا مسلمانوں کے لیے دنیا میں ترقی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے 'یک در گیر و محکم گیر' یعنی اسلام سے مستحکم وابستگی۔

ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ ترکی نے ۷۵ برس قبل مغربی تہذیب کی پیروی شروع کی تا کہ وہ مغرب کی طرح ترقی یافتہ ہو جائے تو کیا وہ اس طویل مدت بعد ترقی کر کے مغرب کے برابر آ چکا ہے؟ کیا شاہ کا ایران مغرب کی پیروی کر کے ترقی کی معراج پر پہنچ گیا تھا؟ کیا پاکستان نے مغرب کی پیروی کر کے نصف صدی میں ترقی کر لی ہے جہاں پانچ کروڑ افراد خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اور روز خودکشیاں کرتے ہیں؟ ہاں! مغربی تہذیب کی پیروی کر کے جاپان نے ترقی کر لی ہے، جرمنی نے ترقی کر لی ہے، کیونکہ ان قوموں کا نظریۂ حیات مغرب سے ٹکراتا نہیں تھا۔ ہم مسلمانوں کا مسئلہ دوسرا ہے۔ ہمارے اصول حیات مغرب کے اصول حیات سے ٹکراتے ہیں لہٰذا ہم مغرب کی پیروی کر کے کبھی ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے دونوں نظریہ ہائے حیات میں تصادم شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی مسلمان معاشرہ مغرب کی پیروی کر کے ترقی نہیں کر سکتا' آج تک نہیں کر سکا اور نہ آئندہ کر سکے گا۔ یہ ایک اصولی، حتمی اور دوٹوک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں کے لیے ترقی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے نظریۂ حیات کی طرف لوٹ جائیں' اللہ سے وابستہ ہو جائیں' اس کے دین سے جڑ جائیں تو وہ دنیا میں بھی ترقی کریں گے اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربی تہذیب بمقابلہ اسلام

ایک تاثراتی تحریر.....بطور قند مکرر

ہم سے ایک دانشور نے کہا آپ کہتے ہیں کہ مغربی تہذیب ایک ناکام تہذیب ہے جو روبہ زوال ہے اور اسلامی تہذیب ایک کامیاب تہذیب ہے اور اس کے غلبے و برتری کے امکانات روشن ہیں۔ اور یہ کہ مسلمانوں کو دنیا میں ترقی کے لیے مغربی تہذیب کی پیروی کی ضرورت نہیں اور آپ مغرب سے استفادے کے بھی بہت محدود اور مشروط حد تک قائل ہیں۔ پھر آپ ترقی کے لیے مسلمانوں کو اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں جو اس وقت ایک نظریہ تو ہے تہذیب نہیں۔ دوسری طرف مغربی تہذیب ایک زندہ، قوی اور برتر تہذیب ہے جو پسماندہ مسلم ممالک کو روندتی چلی جا رہی ہے کیا آپ نظریے اور عمل میں فرق کے اس تفاوت کو اور اپنے موقف کی کمزوری کو محسوس نہیں کرتے؟

ہم کہتے ہیں کہ جارحانہ کھیل کا ایک انداز یہ ہوتا ہے کہ مخالف ٹیم کو اپنی مرضی کے میدان میں اور اپنی مرضی کی پچ پر کھلایا جائے۔ مغرب کی یہ شاطرانہ چال ہے کہ اس نے امت مسلمہ کے ساتھ اپنے اختلافات کو تہذیبی کشمکش کا نام دیا ہے (یہ ان کے علمی لوگوں کا موقف ہے، سیاسی لوگوں نے اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیا ہے اور دینی حمیت رکھنے والے سارے اسلامی عناصر کو دہشت گرد قرار دے کر ان کو بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں نہ صرف قابل گردن زدنی قرار دیا ہے بلکہ عملاً ان کے گرد گھیرا تنگ کر کے وہ ان کو کونے میں لگا رہا اور پوری بے رحمی سے انہیں کچل کر نیست و نابود کرنے کی کوشش کر رہا ہے)۔ ہمارے ہاں اس کا سیدھا سادھا عنوان یہ تھا کہ یہ اختلاف ادیان ہے یا ادیان کے درمیان کشمکش ہے۔ مغرب کی عیاری یہ ہے کہ وہ اپنا دین (عیسائیت) ترک کر چکا ہے اور جس 'دین' (یعنی نظریۂ حیات) کو اس نے اپنایا ہے وہ اسے دین کا نام نہیں دیتا، نہ دینا چاہتا ہے لہٰذا وہ اپنا موقف یوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ تہذیب کا علمبردار ہے جس کی قدریں جمہوریت، امن، رواداری، علم دوستی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے پاس ایک توانا دین ہے لیکن چونکہ وہ اس پر عامل نہیں لہٰذا وہ ایک توانا تہذیب کے حامل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ یوں مغرب کو الفاظ و اصطلاحات کی جنگ میں برتری حاصل ہو جاتی ہے اور وہ بڑے ٹھسّے کے ساتھ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تہذیب ارفع، اعلیٰ، قوی اور برتر ہے اور مسلم تہذیب کمزور، ناکارہ اور پسماندہ ہے۔ ہم اصطلاحات کے اس فرق پر اگر نظر رکھیں تو مغربی دانشوروں کی اس عیاری کو سمجھ سکتے ہیں کہ جب وہ اسلام اور مغرب کے اختلافات کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اسے تہذیبی کشمکش کا نام کیوں دیتے ہیں۔

جہاں تک اسلام اور مغربی تہذیب کے حوالے سے ہمارے موقف کا تعلق ہے وہ بالکل واضح ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ مسلمان ترقی کے لیے مغربی تہذیب کی پیروی کریں کیونکہ ہمارے نزدیک مغربی تہذیب ناکام ہو چکی ہے۔ مغربی تہذیب کی ناکامی ہماری نظروں میں تو بالکل واضح ہے تاہم جنہیں اس تہذیب کی ناکامی نظر نہیں آتی ہم ان کے لیے عرض کرتے ہیں کہ:

۱۔ ایک مسلمان کے نزدیک کامیابی کا معیار دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہے لہٰذا جو طریق کار دنیا میں تو اسے کامیاب بنا دے لیکن اس کی آخرت برباد کر دے وہ صحیح نہیں غلط ہے، وہ کامیاب طریق کار نہیں ناکام طریق کار ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ مغربی تہذیب دنیاوی کامیابی کی ضامن ہے تو بھی یہ بات بہرحال طے شدہ ہے کہ وہ آخرت کی زندگی کو ناکام بنانے والی ہے کیونکہ وہ دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے اللہ کی رہنمائی اور اتھارٹی کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتی تو جب مغربی تہذیب کی پیروی ایک مسلمان کی آخرت کو برباد کرتی ہے تو وہ کیسے اُسے ایک کامیاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب تسلیم کرسکتا ہے اور اس کی پیروی کرسکتا ہے؟

دیں دے کے جو آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

۲۔ لیکن جیسا کہ ہم نے ابھی کہا یہ محض مفروضہ ہے کہ مغربی تہذیب دنیا میں انسان کو کامیابی دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب انسان کو اس دنیا میں بھی کامیابی نہیں دیتی اور یہ بات ہم ابھی ثابت کردیں گے۔ چلیے پہلے یہ طے کرلیجیے کہ آپ کے نزدیک دنیا میں کامیابی کا معیار کیا ہے؟

- مال و دولت کی کثرت؟
- غلبہ، اقتدار اور طاقت؟
- سہولتوں اور آسائشوں کی فراوانی؟
- خوشی؟

چلیے اب ان معیاروں پر مغربی تہذیب کا ایک جائزہ لے لیجیے!

کثرت مال و دولت؟

جس آدمی کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو، کار ہو، کوٹھی ہو، بنک بیلنس ہو کیا وہ کامیاب ہوتا ہے؟

- ایک دفعہ ایک بوڑھے سیٹھ صاحب سادہ روٹی کھیرے کے ساتھ کھا رہے تھے کہ ایک دوست آگئے اور کہنے لگے: سیٹھ صاحب! آپ لنچ ایسے کرتے ہیں؟ سیٹھ صاحب کہنے لگے: جب صحت اور جوانی تھی اس وقت (غربت کی وجہ سے) کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اب اللہ کا دیا سب کچھ ہے لیکن معدہ کام نہیں کرتا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں یہ نہ کھاؤ، وہ نہ کھاؤ۔ اب ان کا حکم یہ ہے کہ تھوڑی سی سوکھی روٹی سلاد کے ساتھ کھا سکتے ہو چنانچہ وہی کھا رہا ہوں [صحت اچھی نہیں تو مال و دولت بیکار!]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ایک آدمی کے پاس بہت مال و دولت ہو لیکن اس کی اولاد نافرمان ہو تو کیا وہ خوش ہوگا؟
- ایک آدمی کے پاس بہت مال و دولت ہو لیکن اس کی بیوی کسی کے ساتھ چلی جائے تو کیا وہ خود کو خوش اور کامیاب سمجھے گا؟
- ایک آدمی کے پاس بہت مال و دولت ہو لیکن وہ بے اولاد ہو کیا وہ خوش اور کامیاب ہوگا؟
- ایک آدمی کے پاس بہت مال و دولت ہو لیکن معاشرے میں کسی وجہ سے اس کی عزت نہ ہو تو کیا وہ خود کو کامیاب سمجھ سکتا ہے؟

کیا آپ ان میں سے کسی بات کا جواب ہاں میں دے سکتے ہیں؟ نہیں دے سکتے نا؟ تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص خوش اور کامیاب ہے جس کے پاس بہت دولت ہو؟ پنجابی کی ایک ضرب المثل ہے کہ 'دولت کا کیا ہے وہ تو کنجروں کے پاس بھی بہت ہوتی ہے' [فلموں اور ٹی وی کے سٹارز اور فنکاروں سے معذرت کے ساتھ غالباً یہ ضرب المثل 'جاہل' اور 'دقیانوسی' لوگوں نے اس وقت وضع کی تھی جب مغربی تہذیب کی برکت سے فلم اور ٹی وی ابھی ایجاد نہیں ہوئے تھے اور وہ ناچنے گانے اور سوانگ بھرنے والوں کو حقارت سے میراثی، ڈوم اور کنجر کہتے تھے ورنہ آج کل تو مغربی تہذیب کی برکت سے اس 'معزز' پیشے سے وابستہ افراد کو سٹارز اور فن کار کہا جاتا ہے]۔

اسی لیے اقبال کو کہنا پڑا کہ ؎

اگرچہ زر بھی ہے جہاں میں قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں

اور

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور

میں تنگ اور بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو!

اور وہ بات تو خیر پرانی ہوگئی کہ جب سرور عالم ﷺ چٹائی پر دراز تھے اور [غالباً گرمی کی وجہ سے قمیض اتاری ہوئی تھی اور کھجور کی] چٹائی جسم مبارک میں کھب گئی اور نشان چھوڑ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر سے تشریف لائے اور جب یہ دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا: قیصر و کسری (جیسے دنیا کے حکمران) تو عیش کریں اور سرور عالم ﷺ کا یہ حال؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ! کیا تم نہیں چاہتے کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے۔ (۱)

غلبہ، اقتدار اور طاقت

غلبہ، اقتدار اور طاقت کا نشہ واقعی بہت تیز ہوتا ہے۔ آدمی سمجھنے لگتا ہے کہ میں خدا ہوں' میں جو جی چاہے کر سکتا ہوں، جس کو چاہوں قید کر دوں اور جسے چاہوں آزاد کر دوں، جس کو چاہے پھانسی چڑھا دوں اور جس کی چاہے سزائے موت بدل کر اسے زندگی دے دوں۔ جسے چاہوں معزز بنا دوں اور جس کی چاہوں عزت اتار کے رکھ دوں لیکن یہ سب دھوکے کی ٹٹی ہے، محض غلط فہمی اور پرچھائیں۔

سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ وہ جب ملک پہ ملک فتح کر رہا تھا ایک دن اپنے استاد ارسطو کے پاس سلام کو حاضر ہوا اور کہا میرے لائق کوئی خدمت (وہ سمجھتا تھا کہ استاد نے حکم دیا تو مالا مال کر دوں گا، دولت اور ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگ دوں گا) استاد نے اس پر ایک حقارت کی نگاہ ڈالی اور

۱۔ ابن الجوزی، الوفاء باحوال المصطفیٰ، ج ۲، ص ۴۷۵، القاہرۃ، ۱۳۷۷ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا: میاں! ذرا دھوپ چھوڑ کر کھڑے ہو۔

- نمرود کو اپنے اقتدار کا بڑا ہوکا تھا۔ لگا ابراہیم علیہ السلام سے بحث کرنے۔ میں یہ کر سکتا ہوں' میں وہ کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا اچھا میاں! ذرا سورج کو کل مغرب سے نکال کے دکھا دو جسے میرا رب روز مشرق سے نکالتا ہے' فبهت الذی کفر' تو وہ ہونق ہو کر رہ گیا۔ اس نے چلا کر کہا: اسے جلا کر بھسم کر دو، زندہ نہ چھوڑو۔ آگ نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو وہ حقیر ہو کر رہ گیا اور جب خدا کا کوڑا حرکت میں آیا تو ایک معمولی مچھر اس کی ناک کے راستے دماغ میں جا گھسا اور اسے آرام صرف اس وقت ملتا تھا جب اس کے سر پر جوتے مارے جاتے اور اسے کلی آرام اسی وقت آیا جب جوتے کھاتے کھاتے اس کا دم نکل گیا۔

- اور فرعون کہتا تھا کہ میرے علاوہ بھی کوئی خدا ہے؟ میرا حکم تو بحر و بر پر چلتا ہے اور موسی علیہ السلام تم! تم تو میری روٹیوں پر پلے ہو! سیدھی طرح بات بھی نہیں کر سکتے (وہ ہکلاتے تھے)۔ اور جب اس کے معمولی ملازموں (جادوگروں) نے حق کی ایک نشانی دیکھ لی تو اس کی خدائی کا انکار کر دیا۔ وہ چلایا: میں تمہارے ٹکڑے کروا کر کتوں اور چیلوں کو ڈال دوں گا۔ وہ ہنس کر کہنے لگے: میاں بگاڑ لو ہمارا جو بگاڑ سکتے ہو۔ کیا کر لو گے؟ زیادہ سے زیادہ یہ جان ہی لے لو گے ناں، تو لے لو۔ اور پھر جب موسی اور ہارون بہتے دریا میں آسانی سے [اپنے رب کی رحمت کی وجہ سے] گزر گئے اور فرعون جب ڈوب رہا تھا' غوطے کھا رہا تھا اور چیخ و پکار کر رہا تھا کہ 'مجھے بچاؤ' تو اضطراراً کہنے لگا 'اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ' [میں ایمان لایا موسی و ہارون کے رب پر] ہاں! اب تو تم ایمان لاؤ گے ہی۔

- اور خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید کی سواری پورے جاہ و جلال کے ساتھ گزر رہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی راستے میں بہلول دیوانہ آ گیا۔ خدام نے کہا، آداب بجالاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ خدام نے سختی کی تو اس نے گھڑے پر پڑے پیالے کو دیکھ کر کہا: اس کی تعظیم کروں جس کی سلطنت کی قیمت اس پیالے سے زیادہ نہیں۔ بات کسی طرح خلیفہ تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا بہلول کو عزت سے ہمارے پاس لاؤ۔ جب بہلول آیا تو ہارون الرشید نے کہا تم نے یہ کیا بات کہی تھی؟ وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا اور پھر کہا جناب! اگر آپ صحرا میں پیاس سے جاں بلب ہوں اور پانی موجود نہ ہو تو جان بچانے کے لیے آپ پانی کے آدھے پیالے کی کیا قیمت دیں گے؟ ہارون نے کہا: آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر اس نے کہا اگر آپ کو سخت پیشاب لگ رہا ہو اور کسی وجہ سے پیشاب بند ہو جائے تو اس پیشاب کے اخراج کے لیے آپ کیا دے سکتے ہیں تا کہ اس عذاب سے آپ کی جان چھوٹ جائے؟ خلیفہ نے کہا: میں باقی آدھی سلطنت بھی دے دوں گا۔ دیوانے نے مسکرا کر کہا: میں نے بھی تو جہاں پناہ! یہی کہا تھا کہ آپ کی ساری سلطنت ایک پیالہ پانی کے برابر وقعت نہیں رکھتی۔ ہارون یہ سن کر اتنا رویا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ تو خلاصہ یہ کہ قوت و اقتدار بلاشبہ بڑی اہم چیز ہیں لیکن ایسی بھی بڑی چیز نہیں کہ آدمی دنیا میں اس کے حصول کے لیے سب کچھ قربان کر دے۔

آسائشوں اور سہولتوں کی فراوانی

- ایک آدمی کھا کے لذت حاصل کرتا ہے، وہ خوش خوراک ہے۔ وہ کتنا کھا سکتا ہے؟ کتنی روٹیاں؟ کتنے بھنے ہوئے مرغ؟ کتنا میٹھا؟ زیادہ کھائے گا تو بیمار ہو کر ہسپتال پہنچے گا۔ مستقل زیادہ کھائے گا تو موٹا ہو جائے گا۔ حرکت دوبھر ہو گی اور زندگی بالآخر عذاب بن جائے گی۔
- ایک آدمی سو کے لذت حاصل کرتا ہے۔ وہ کتنا سو سکتا ہے؟ اگر وہ دن رات بھی سوتا رہے کوئی کام نہ کرے، کوئی مشقت نہ کرے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ کاہل اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سست ہو جائے گا کوئی کام نہیں کر سکے گا۔ جب کوئی کام نہیں کر سکے گا تو یہ سستی، کاہلی، آرام طلبی اس کی دنیا تباہ کر دے گی، وہ ہر جگہ ناکام ہوگا۔

ایک آدمی زیادہ سے زیادہ کتنا جنسی حظ حاصل کر سکتا ہے؟ اگر وہ یہ کام حرام طریقے سے کرتا ہے تو ہر لمحہ افشائے راز، بدنامی اور جھگڑے کا ڈر۔ اگر وہ پیشہ ور خواتین کے پاس جاتا ہے تو ضیاع مال اور بدنامی اور ضیاع وقت۔ اگر وہ حلال طریقے سے بھی کئی بیویاں کرتا ہے تو ان کے بھاری اخراجات، ان کی آپس کی لڑائیاں، لمبی چوڑی اولاد کی پرورش۔ پھر جو بھی صورت ہو کثرت جماع کا لازمی نتیجہ ہے صحت کی بربادی، معدہ تباہ، نظر کمزور، اعصاب کشیدہ، سستی اور ناطاقتی۔

اگر آدمی زیادہ سے زیادہ اختیار اور طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنا پڑیں گے جس سے کئی افراد پر ظلم ہوگا، بہت سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوں گے، بہت سے لوگوں کی بددعائیں لینا پڑیں گی۔ نتیجہ: بے سکونی اور ضمیر کی سرزنش۔

اگر آدمی حال مست رہنا چاہے کہ کوئی دکھ، کوئی غم پاس نہ پھٹکے، ہر وقت خوشی اور سرور حاصل رہے تو آدمی شراب پیتا ہے، افیون کھاتا ہے، ہیروئن استعمال کرتا ہے اور اگر یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو سستے نشے استعمال کرتا ہے' بھنگ اور چرس پیتا ہے۔ نتیجہ: افلاس، بیماری، معاشرتی تباہ حالی۔

ان سب باتوں سے پتہ چلا کہ سہولتوں اور آسائشوں کی کثرت اور لذت کوشی سے دنیا میں کامیابی نہیں ملتی۔ کامیابی اس کے برعکس محنت اعتدال، عفت اور پاکیزگی سے ملتی ہے۔

خوشی

ہم نے سطور بالا میں دیکھ لیا کہ:

- مال و دولت کی کثرت دنیا میں کامیابی و خوشی کی کلید نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- غلبہ واقتدار اور طاقت وحشمت کامیابی کا پیمانہ نہیں
- راحت، آسائشیں اور لذت کوشی بھی کامیابی کی ضامن نہیں

اب صرف آخری چیز رہ گئی اور وہ ہے خوشی، یعنی دنیا میں کامیاب انسان درحقیقت وہ ہے جو خوش ہے۔ یہ خوشی انسان کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

- مال ودولت کی کثرت سے؟
- غلبہ واقتدار اور طاقت وحشمت سے؟
- آسائشوں اور راحتوں کی فراوانی سے؟

لیکن ہم نے اوپر بحث کر کے دیکھ لیا کہ یہ چیزیں خوشی کی ضامن نہیں۔ پھر آخر خوشی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ انسان کو سچی خوشی صرف ایک طریقے سے مل سکتی ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے رب کی خوشی میں خوش رہنا سیکھ لے۔ جی ہاں! انسان کو سچی خوشی مل سکتی ہے اللہ کے حکم پر:

- بھوکے کو کھانا کھلانے سے
- روتوں کو ہنسانے سے
- یتیم کے آنسو پونچھنے سے
- بڑوں کی عزت کرنے سے
- چھوٹوں کو پیار کرنے سے
- سادگی سے
- توکل اور قناعت سے
- ایثار سے
- انسانوں سے محبت کرنے سے
- صلہ رحمی سے
- علم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حلم سے
- سخاوت سے
- سب کو مسکرا کر ملنے سے
- بروں کو برائی سے روکنے سے
- اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی سے
- لوگوں میں خوشیاں بانٹنے سے

اوران سب چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے منبع کو اگر ہم تلاش کریں تو وہ وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا: اپنے رب کی خوشی پہ خوش رہنا۔

- جب طائف کی گلیوں سے پتھر اٹھے چلے آ رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے غمناک نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے باری تعالیٰ! اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے اس سب کی پرواہ نہیں۔
- قیصر کا وفد مسلمانوں کے 'بادشاہ' سے ملنے آیا' نہ کوئی محل نہ کوئی گارڈ۔ ڈھونڈا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک درخت کے نیچے زمین پر سو رہے تھے اور تکیے کی جگہ پتھر تھا۔
- ہارون الرشید طواف کر رہا تھا کہ کوئی صاحب حرم میں داخل ہوئے تو سارا کعبہ ان کے گرد جمع ہو گیا یہاں تک کہ مطاف خالی ہو گیا۔ ہارون نے تعجب سے مصاحب سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ اس نے پتہ کر کے بتایا کہ عبد اللہ بن مبارک ہیں۔ ہارون نے حسرت سے کہا: اصل حاکم تو یہ لوگ ہیں۔
- ابراہیم بن ادھم کی ایک رات خواب میں فرشتے سے ملاقات ہو گئی جس کے پاس ان لوگوں کی فہرستیں تھیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ان میں ابراہیم کا نام شامل نہ تھا۔ ابراہیم نے کہا: بھائی! میرا نام اگر یہاں موجود نہیں تو ان لوگوں میں تو لکھ لو جو خدا کے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اگلی رات فرشتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ابراہیم کو ان لوگوں کی فہرست دکھائی جن سے اللہ محبت کرتا ہے تو اس فہرست میں ابراہیم کا نام موجود تھا۔

بوعلی قلندر اپنی جھگی میں بیٹھے تھے کہ ایک عقیدت مند روتا ہوا آیا کہ حاکم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ فقیر کو جلال آ گیا۔ لکھنے والے کو بلا کر کہا دلی کے بادشاہ کو لکھو کہ انصاف کرو ورنہ ہم تمہاری جگہ دوسرے آدمی کو بادشاہ بنا کر بھیج دیں گے۔

اس طرح کی باتوں سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے کہاں تک لکھیں، خلاصہ کیا ہے؟

- دولت چاہتے ہو تو اس کے سامنے جھکو جو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔
- عزت چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ عزت اور ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔
- طاقت چاہتے ہو تو اس کا در پکڑو جو قہار و جبار اور عزیز و مقتدر ہے۔
- خوشی چاہتے ہو تو اس کی خوشی چاہو جو لوگوں میں غم اور خوشیاں بانٹتا ہے۔

'اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ' [الرعد ۱۳:۲۸]

- اگر دنیا میں کامیابی خوشی، سکون اور قلبی اطمینان چاہتے ہو تو ایک اللہ کے آگے جھک جاؤ۔
- اگر خوشی چاہتے ہو تو اپنی خوشیوں کو اس کی خوشی کے تابع کر دو۔
- مال دار بننا چاہتے ہو تو اس کے در کے فقیر بن جاؤ۔
- حاکم بننا چاہتے ہو تو اسکے غلام بن جاؤ۔
- طاقت ور بننا چاہتے ہو تو اس کے آگے ضعیف بن جاؤ۔
- کتنا آسان نسخہ ہے!

بات طویل بھی ہو گئی اور پھیل بھی گئی۔

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ مغربی تہذیب نے بلاشبہ انسان کو بہت سہولتیں اور آسائشیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی ہیں لیکن کیا اس نے انسان کو خوشی بھی دی ہے؟ قلبی اطمینان اور ذہنی سکون بھی دیا ہے؟ کیا وہاں لوگ اپنی اولاد سے خوش ہیں؟ کیا خاوند بیویوں سے مطمئن ہیں؟ کیا بچے والدین سے خوش ہیں؟

سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی سر آنکھوں پر! انڈسٹریلائزیشن کی عظمت کے آگے سرِ خم تسلیم لیکن:

کیا اس تہذیب نے انسان کا معاشی مسئلہ حل کر دیا ہے؟

ہرگز نہیں، کہ چند امیر مغربی ممالک کے علاوہ، اور وہ بھی محض اس لیے امیر ہیں کہ وہ ساری دنیا کے وسائل ظلم و تعدی اور استحصال سے خود نچوڑ رہے ہیں، کیا عراق پر پہلا حملہ اس لیے کیا گیا تھا کہ انصاف و جمہوریت کا بول بالا کرنا مقصود تھا۔ ہرگز نہیں! اصل مقصد سعودیہ، کویت اور امارات کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا تھا چنانچہ وہ اس بہانے ہو گیا؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ افغانستان پر قبضہ جمہوریت کی اعلیٰ اقدار کے تحفظ کے لیے کیا گیا تھا؟ جی نہیں! دنیا کو بے وقوف بنانے کے لیے، البتہ نعرہ یہی لگایا گیا تھا لیکن اصل مقصد علاقے خصوصاً وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کے تیل اور معدنی ذخائر تک پہنچنا تھا۔ کیا عراق پر دوسرا حملہ صدام کی آمریت ختم کرنے اور عراقی عوام کے بنیادی حقوق بحال کرنے کے لیے کیا گیا تھا؟ نہیں۔ صرف عراقی تیل پر قبضہ کرنے کے لیے۔ یہ محض چند مثالیں ہیں ورنہ سارے معاملات کا تجزیہ کر کے دیکھ لیجیے آپ اسی نتیجے تک پہنچیں گے۔

دنیا کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔ کسی کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ذریعے لوٹا جا رہا ہے، کسی کو ہتھیار بیچ کر لوٹا جا رہا ہے، کسی کو فنی مہارت کے نام پر لوٹا جا رہا ہے اور کون لٹ رہے ہیں؟ غریب! اور امیر تر کون ہو رہا ہے؟ مغرب!

کیا مغربی تہذیب نے انسان کا سماجی اور معاشرتی مسئلہ حل کر دیا ہے؟

مغربی تہذیب اس میدان میں سب سے زیادہ ناکام ہوئی ہے۔ مغرب کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام ختم ہو کر رہ گیا ہے، نکاح کا ادارہ تباہ ہو گیا ہے، طلاقوں کی کثرت ہے، حرامی بچوں کی تعداد حلالیوں سے بڑھ گئی ہے، بے قید جنسی آزادی نے انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔ شراب نوشی، زنا، عمل قوم لوط کی قانوناً اجازت ہے اور.....اور.....

کیا مغربی تہذیب نے انسان کا امن وامان کا مسئلہ حل کر دیا ہے؟

اس میں مغرب سب سے زیادہ ناکام ہے۔ نیویارک میں ایک رات بجلی چلی گئی تو چوری، ڈکیتی، زنا بالجبر کا طوفان مچ گیا۔ مغرب میں کسی کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں۔ صرف پچھلی صدی میں مغرب میں دو جنگوں نے کروڑوں آدمیوں کو نگل لیا، لاکھوں مکان جلا دیے گئے، کروڑوں کھیت بھسم ہو گئے، کھربوں کا مالی نقصان ہوا۔ انسانی سطح پر جتنا نقصان ان دو جنگوں میں ہوا اتنا پوری انسانی تاریخ میں نہیں ہوا۔ کیا یہ کامیاب تہذیب کی نشانی ہے؟

کیا مغرب کا سیاسی نظام کامیاب ہے؟

ہرگز نہیں! نیشلزم نے انسان کو نسل، رنگ، زبان اور علاقے کی بنیاد پر تقسیم کر دیا۔ وہ جمہوریت جس کے گن گاتے مغرب نہیں تھکتا اس کے سوا کیا ہے کہ وہ انسان پر انسان کی خدائی کی سب سے بڑی مظہر ہے جہاں بنیادی کردار سرمایہ ادا کرتا ہے نہ کہ انسانی صلاحیتیں اور وسائل۔

.....ہم کہتے ہیں کہ جب مغربی تہذیب معیشت، معاشرت، سیاست، امن وامان جیسے بنیادی شعبوں میں ناکام رہی ہے تو آخر اس کی کون سی کامیابی ہے جس کے ہم گن گائیں سوائے سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی اور تمدنی سہولتوں کے؟ تو کیا ہم محض سائنسی ترقی کے لیے اس تہذیب کو سر پہ اٹھاتے پھریں خواہ اس نے ہمارا کوئی مسئلہ حل نہ کیا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب ناکام ہو چکی ہے، یہ ہے ہی ایک ناکام تہذیب۔ یہ بوڑھی ہو چکی ہے اور رو بہ زوال ہے، اب گری کہ گری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود بخود پکے ہوئے پھل کی طرح گرنے کو ہے
دیکھیے آخر کس کی جھولی میں گرتا ہے فرنگ

بلکہ اقبال تو بہت پہلے کہہ گئے ہیں کہ ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

یہ کہانی تھی مغربی تہذیب کی ناکامیوں کی۔ اب ایک نظر اسلامی تہذیب کے احیاء اور اس کی کامیابیوں کے امکانات پر بھی ڈال لیجیے:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس وقت عملاً صورت حال یہ ہے کہ اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کے ہم پلہ نہیں۔ مسلمان معاشرہ اس وقت دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے مغرب سے پیچھے ہے۔

اسی لیے ہم اسلامی تہذیب کا موازنہ مغربی تہذیب سے کر ہی نہیں رہے بلکہ ہم مغربی تہذیب کا موازنہ اسلام سے کر رہے ہیں [ذرا اس بحث کا عنوان دوبارہ دھیان سے پڑھ لیجئے وہ ہے 'مغربی تہذیب بمقابلہ اسلام' نہ کہ 'مغربی تہذیب بمقابلہ اسلامی تہذیب'] ۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ جن اصولوں پر مغربی تہذیب کی عمارت کھڑی ہے وہ غیر فطری، غیر انسانی اور غیر تعمیری ہیں۔ دنیا میں کامیابی کے چند معروضی اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ تہذیب تین صدیوں کی بہار دکھا گئی ورنہ یہ اصول اس قابل ہیں ہی نہیں کہ کسی صالح انسانی تہذیب کو پائدار بنیاد مہیا کر سکیں لہٰذا اس تہذیب کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گئی یا شام گئی [گو قوموں کی زندگی کے پیمانے سے ان کی صبح و شام بھی طویل ہوتی ہے]

اس کے برعکس اسلام کے اصول زندگی صحت مند اور توانا ہیں۔ وہ انسانی فطرت کے مطابق بھی ہیں اور تعمیری بھی۔ وہ ایک شاندار تہذیب کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر مسلمانوں نے ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی اور اسے پروان چڑھایا اور چھ سو سال تک عروج دیکھا۔ پھر جب انہوں نے اس کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے میں تساہل سے کام لینا شروع کر دیا تو یہ عمارت بیٹھتے بیٹھتے بھی پانچ سو سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے گئی۔ پھر یہ عمارت راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ اب پچھلے ایک سو سال سے اس کی راکھ سلگ رہی ہے اور چنگاریاں بھڑکنے کو ہیں۔ یہ اسلامی تہذیب کی نشأۃ ثانیہ کا دور ہے۔ یہ بڑھاپے کے عمل سے گزر چکی ہے، اس کے دانت گرنے کے بعد نئے سرے سے اگنا شروع ہو گئے ہیں اور بال سفید ہو کر گرنے کے بعد چمکدار اور سیاہ بال دوبارہ اگنے شروع ہو گئے ہیں۔ یہ ایک تازہ دم، طاقتور، نوعمر اور نوخیز تہذیب ہے جو جلد ہی جوان ہو کر اپنے جوبن پر پہنچ جائے گی اور مغرب کی بوڑھی، ناکام اور رو بہ زوال تہذیب کی جگہ لے لے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ ایک پراسیس ہے اور اس پراسیس کو اب کوئی روک نہیں سکتا! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب کے احیاء کا یہ پراسیس اب رکے گا نہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں مسلمانوں سے بہت زیادہ امیدیں ہیں۔ یہ بات نہیں، ہمیں پتہ ہے کہ مسلمان ابھی کمزور ہیں بلکہ بہت کمزور ہیں۔ دراصل جو چیز اس تہذیب کے احیاء کا سبب بن رہی ہے وہ خود مغربی تہذیب ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ مغربی تہذیب بوڑھی ہو چکی، یہ مر رہی ہے اور شمع جب بجھنے کو ہوتی ہے تو اس کا شعلہ ایک دفعہ زور سے بھڑکتا ہے اور جس طرح مرنے والے آدمی کو مرنے سے کچھ لمحے پہلے طاقت کا ایک جھٹکا لگتا ہے اور وہ سنبھل کر باتیں کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح مغربی تہذیب کی بجھتی شمع کا شعلہ بجھنے سے پہلے آخری بار زور سے بھڑک رہا ہے۔ اس کے قہر کا سارا رخ ملت اسلامیہ کی طرف ہے۔ اس وقت مغرب مغلوب الغضب ہو کر [امریکہ کے سارے صدور میں جتنا جذباتی، بھڑکیلا اور غیر متوازن صدر بش جونیئر ہے اتنا آج تک کوئی امریکی صدر نہیں ہوا۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد وہ باؤلا ہو گیا ہے اور اس کی دیوانگی پر دنیا انگشت بدنداں ہے] مسلم ممالک پر ٹوٹ پڑا ہے۔ اس کی ساری توپوں کا رخ اسلام کی طرف ہے۔ وہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر کچلنا چاہتا ہے اور کچل رہا ہے لیکن اس سب کا نتیجہ کیا نکلا؟ ۲۳ جولائی ۲۰۰۲ء کو سی این این نے بتایا کہ ۱۱ ستمبر کے بعد اب تک چونتیس ہزار امریکی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ مغرب میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے اور اس کی رفتار اگر یہی رہی تو ۲۰۲۵ء میں امریکہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اسلام کی اس کامیابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سہرا مسلمانوں کے سر نہیں، مغرب اور اس کے سرخیل امریکہ کے سر ہے۔

مغرب اور امریکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیوں ہیں؟ صرف اس لیے کہ اسلام ان کا واحد مدمقابل ہے [کمیونزم تو شکست کھا کر مٹ چکا] وہ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں تا کہ وہ خود بچ سکیں اور وہ اپنی آقائی کا ڈھنڈورا پیٹ سکیں اور مغربی تہذیب مستحکم ہو سکے لیکن اسی میں ان شاء اللہ اسلام کا احیاء ہے۔ وہ جتنا اسلام کو دبانے کی کوشش کریں گے وہ اتنا ہی ابھرے گا۔ وہ جتنا ابھرے گا ان کا غصہ اتنا ہی بھڑکے گا۔ وہ اسے کچلنے کے لیے مزید اقدامات کریں گے اور وہ مزید ابھرے گا۔ اس طرح مغربی تہذیب اور اسلام کی کشمکش کا نتیجہ بالآخر یہ نکلے گا کہ مغرب اپنی تہذیب کی بالادستی کی فکر میں بھاگ بھاگ کر تھک کر گر جائے گا اور اسلام کی تہذیب اس مقابلے میں روز بروز توانائی حاصل کرتی چلی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کے خلاف مغربی تہذیب کی اس جنگ میں اسلامی تہذیب کی کامیابی اور نشأۃ ثانیہ یقینی ہے اس لیے کہ اسے فروغ دینے والا مغرب ہے، مسلمان نہیں، مسلمان تو اس وقت اس قابل ہی نہیں کہ وہ مغرب کا مقابلہ کر سکیں، لیکن یہ بتدریج ہو گا کہ مغرب کے ظلم و زیادتی کے نتیجے میں مسلمان اپنے دین سے جڑتے جائیں گے اور اپنی تہذیب سے وابستہ ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ انتقامی کارروائیوں میں مشغول بوڑھا مغربی شیر تھک کر گر جائے گا اور اسلامی تہذیب کا تازہ دم اور جواں سال شیر اس کی جگہ لے لے گا۔ اور یہ کوئی بہت طویل پراسیس نہیں، شائد یہ ربع صدی ہی میں مکمل ہو جائے یا زیادہ سے زیادہ نصف صدی لے لے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز (اور یہ اللہ کے لیے مشکل کب ہے؟]

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
ان شاء اللہ تعالیٰ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

مسلم نشأۃ ثانیہ کی حکمت عملی

یہ سمجھ لینے کے بعد کہ مسلم امت کے دکھوں کا علاج صرف اسلام میں ہے اور صرف اس کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی مسلمان دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں، اب ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ دین اسلام سے محکم وابستگی اور اس پر کما حقہ عمل کرنے کی صلاحیت مسلمان کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب بہت اہم ہے اور دنیا میں ترقی کر سکنے کی کسی بھی سٹریٹجی پر عمل کر سکنے کا انحصار بھی اسی بات پر ہے کہ مسلمانوں میں دین پر عمل کرنے کی قوت پیدا ہو جائے۔ اسی لیے ہم اس ہدف کو حاصل کرنے کی حکمت عملی کو ترقی کا لائحہ عمل بیان کرنے سے پہلے لائے ہیں۔

بنیادی حکمت عملی۔ تعلیم وتزکیہ

جہاں تک مذکورہ، حکمت عملی کی دریافت یا تلاش کا تعلق ہے تو اس کے لیے ہمیں سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن وحکیم میں موجود ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اپنے آخری پیغمبر کو لوگوں کی اصلاح کا طریقہ کار بتایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

'كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ' [البقرہ ۲:۱۵۱]

(پھر ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے)

بلکہ قرآن نے آگے جا کر یہ بھی ذکر کیا ہے کہ پہلے پیغمبروں کا طریق کار بھی یہی تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى..... اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفُ الْاُوْلٰى . صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى.

[الاعلی ۸۷: ۱۴، ۱۵ اور ۱۸، ۱۹]

تحقیق کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا، جو اپنے رب کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا..... یہی نصیحت پہلے صحیفوں میں بھی موجود تھی، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

گویا یہ دو نکاتی سادہ اور بنیادی فارمولا ہے:

۱۔ کتاب و حکمت کی تعلیم؛ اور

۲۔ تزکیہ نفس

یعنی پیغمبروں کو یہ بتایا گیا کہ لوگوں کو سچا مسلمان بنانے کا نسخہ یہ ہے کہ ان کو تعلیم دو اس کتاب کی جو اللہ نے ان کی رہنمائی کے لیے بھیجی ہے اور انہیں عقل و دانش کی تلقین کرو اور ان کے نفوس کی ایسی تربیت کرو کہ ان الٰہی تعلیمات پر عمل کرنا ان کے لیے آسان اور مرغوب ہو جائے۔ گویا اس نسخے کا خلاصہ ہے تعلیم و تربیت یعنی لوگوں کو جو تعلیم دی جائے اس کا بنیادی جز و قرآن ہو نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر دنیا میں دوسرے علوم کی تعلیم دی جائے تو ضروری ہے کہ وہ الٰہی ہدایت (قرآن) کے خلاف نہ ہو بلکہ قرآن ہی پر مبنی ہو اور اسی کے مطابق ہو۔ حکمت (Wisdom) کا لفظ معروف بھی ہے اور وسیع معنوں کا حامل بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خالق یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں ہمارے سارے رویے عقل و دانش (Reason and Rationality) پر مبنی ہوں۔ بے عقلی، بے اعتدالی اور سستی جذباتیت پر مبنی نہ ہوں۔ نیز اس سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ تعلیم کتاب اور تزکیہ نفس کا جو کام کیا جائے وہ بھی حکمت و دانش پر مبنی ہونا چاہیے۔ انہی معنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل (یعنی سنت رسولؐ) کو بھی حکمت کہا جاتا ہے جو آپؐ نے لوگوں کو قرآن کی تعلیم اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرنے کے لیے اختیار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا بندہ بننے کا جو علم انسان حاصل کرے وہ محض علم و معرفت (Knowledge) نہ رہے بلکہ اس کی شخصیت کا عملاً حصہ بن جائے۔ دوسرے لفظوں میں انسان کی شخصیت اس علم کے مطابق ڈھل جائے۔ لغوی لحاظ سے تزکیے میں دو مفہوم ہوتے ہیں ایک میل کچیل سے پاک صاف کرنا اور دوسرے اس صفائی کو جلا دینا اور بڑھانا۔ گویا تزکیۂ نفس یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو ہر قسم کی اخلاقی گندگی، بے راہروی، برے کاموں اور گناہ و نافرمانی سے بچائے اور ہر قسم کے اچھے کاموں، عمدہ اخلاق، اعلیٰ خصائل اور نیکی کے اعلیٰ درجے کو اپنے اندر پروان چڑھائے۔ اب ظاہر ہے ایک مسلمان کے نزدیک اچھے اور برے کا معیار وہی ہے جو اس کے خالق و مالک نے اسے بتایا ہے، گویا تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان سارے برے کاموں سے بچنے کی اپنے نفس کو تربیت دے جن سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اسی طرح ان سارے اچھے کاموں کو کرنے کی اپنے نفس کو تربیت دے جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اور تزکیے کا اکٹھے ذکر کرنے سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ تزکیے کا یہ عمل قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے اور انہی پر مبنی ہونا چاہیے اور یہ بھی کہ خود قرآن کی تعلیم بھی گویا ایک وسیلہ ہے صحیح تربیت نفس کا۔ دوسرے لفظوں میں آخری ہدف تزکیہ ہی ہے کیونکہ وہ علم بیکار محض ہے جس پر عمل نہ کیا جائے اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ علم محض جان لینے کے لیے نہ ہو بلکہ عمل کرنے کے لیے ہو۔

قرآن حکیم کے انداز سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی وقتی فارمولا نہیں بلکہ ایک مستقل طریق کار ہے جو ہمیشہ کے لیے قابل عمل ہے۔ پہلے انبیاء کے لیے بھی یہی راہ عمل تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا گیا کہ اسی کو اپنی حکمت عملی کی اساس بنائیں اور انبیاء کے تتبع میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور امت محمدیہ کے خیر امت ہونے اور کار نبوت کے جاری رکھنے کے لیے مستقبل میں بھی جو لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت واصلاح اور فرد اور معاشرے کو بدلنے کا کام کرنا چاہیں ان کے لیے بھی راہ عمل یہی ہے۔ یہی بات امام مالکؒ نے فرمائی کہ جس نسخے سے عہد اول میں امت کی اصلاح ہوئی تھی اسی نسخے پر عمل کرنے سے بعد کے ادوار میں بھی امت کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بات یقین اور قطعیت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ آج بھی ہمارے زوال کا علاج اور ہمارے دیگر مسائل کا حل اسی نسخے میں ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کے ذریعے اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں نفوس کا تزکیہ کیا جائے اور ایسے افراد تیار کیے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت برضا و رغبت اور یکسوئی و دل جمعی سے کریں اور جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے تو اس کے نتیجے میں انسانوں کی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور ایسے افراد تیار ہو جاتے ہیں جو اسباب زندگی مہیا کرنے پر بہتر طور پر قادر ہوتے ہیں اور وہ ان وسائل کو استعمال کرنے کے بھی اہل ہو جاتے ہیں جو دنیا میں ترقی و عروج کے ضامن ہیں لہٰذا دنیا میں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ وہی کامیاب ہوں گے۔

سطور بالا سے واضح ہے کہ ہمارے زوال کے علاج کی بنیادی ضرورت انسان سازی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم اور قرآن کے ذریعے تزکیے (یعنی صحیح نظام تعلیم و تربیت) سے ایسے افراد تیار کیے جائیں جو زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اللہ کی اطاعت کریں، جو دین سے مستحکم وابستگی رکھتے ہوں اور جو اس کے لیے ہر قربانی دینے پر آمادہ ہوں۔ ایسے افراد ہی اسلامی غلبے کی ضمانت دیں گے اور امت کے ہر مسئلے کا حل ثابت ہوں گے۔

کیا تعلیم و تزکیہ سے سارے مسائل کا حل ممکن ہے؟

یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا تعلیم و تزکیہ کے صحیح اسلامی تصور پر عمل پیرا ہونے سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ یقیناً حل ہو جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مسائل متنوع ہیں۔ جہالت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غربت، نااتفاقی، بداخلاقی، سیاسی عدم استحکام، معاشرتی بے راہروی، کرپشن، بددیانتی وغیرہ وغیرہ لیکن اگر ہم لوگوں کو قرآن کی تعلیم اور قرآن پر مبنی تعلیم حکمت سے دیں اور قرآنی تعلیمات کے مطابق حکمت سے ان کے نفوس کا تزکیہ کریں تو ایک ایسی شخصیت پروان چڑھے گی جو جس شعبے میں بھی جائے گی اس کے مسائل حل کر دے گی۔

اور یہ کوئی مفروضہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدمی تیار کیے وہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ آنحضرتؐ کے تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افراد جہاں بھی گئے جس شعبے میں بھی گئے انہوں نے اس شعبے کے سارے مسائل حل کر دیے۔ حضرت ابوبکرؓ جیسا مدبر، حضرت عمرؓ جیسا منتظم، حضرت عثمانؓ جیسا سرمایہ دار، حضرت علیؓ جیسا فقیہ، حضرت خالدؓ جیسا سپہ سالار، حضرت ابیؓ بن کعب جیسا قاری، حضرت انسؓ جیسا خادم، حضرت عائشہؓ جیسی خاتون خانہ، غرض زندگی کے جس شعبے کا بھی نام لیجیے وہاں ایسے درخشاں ستاروں کے نام آپ کو ملیں گے جن کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ عاجز ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر جو صفات اور بے پناہ قوتیں اور صلاحیتیں اللہ نے رکھی ہیں صحیح اسلامی تعلیم و تربیت ان کو نکھارتی اور انہیں جلا دیتی ہے جس کے نتیجے میں وہ انسانی جوہر ابھر کر سامنے آجاتا ہے جو ہر شخص میں خفتہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے ایسے لوگ تیار ہوئے جن کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے اور پھر ان کا تسلسل صدیوں جاری رہا یہاں تک کہ صدیوں کے سفر میں پہلے مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت میں کمزوریاں در آئیں اور بالآخر ان کمزوریوں نے ان پر غلبہ پالیا نتیجتاً ان میں رجال کار پیدا ہونے بند ہو گئے اور معاشرہ زوال کا شکار ہو گیا۔

تزکیۂ نفس اور تصوف

ممکن ہے ہمارے مذکورہ بالا مؤقف پر کئی ذہنوں میں بہت سے سوالات پیدا ہوں مثلاً کوئی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے تزکیۂ نفس کی اصطلاح استعمال کی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو عام طور پر ہمارے ہاں صوفیوں میں مروج ہے اور آج کل تصوف کے اکثر رسوم و رواج چونکہ غیر اسلامی ہیں لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ تصوف کے ذریعے صحیح تزکیۂ نفس اور اس کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات پر صحیح طریقے سے عمل تو کیا ہوگا الٹا بدعقیدگی، بے عملی بلکہ بدعملی میں اضافہ ہوگا؟

ہمارا موقف یہ ہے کہ:

۱۔ تزکیۂ نفس نہ ہماری اصطلاح ہے نہ صوفیوں کی بلکہ یہ خالص دینی اور قرآنی اصلاح ہے۔ مسلمانوں کی علمی اور عملی روایت میں چونکہ اس کا ذکر اکثر اہل تصوف کے ہاں ملتا ہے اور تصوف ایک ادارہ ہے جو مسلمانوں نے تزکیۂ نفس کے لیے قائم کیا اس لیے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تزکیہ نفس محض صوفیوں کی اصطلاح ہے۔

۲۔ ہم نے تزکیہ نفس کا جو مفہوم سطور بالا میں بیان کیا ہے یعنی 'نفس انسانی کی ایسی تربیت کہ وہ اللہ کے احکام بجالائے، اس کی معصیت سے بچ سکے اور نیکی کے کام اعلیٰ درجے میں سرانجام دے سکے' وہ وسیع مفہوم کا حامل ہے جو اسلام کی اساس اور روح ہے اور دین کے سارے شعبوں (یعنی عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات وغیرہ) پر حاوی ہے۔ بدقسمتی سے آج کل اکثر صوفیاء کے ہاں تزکیہ نفس کا جو مفہوم رائج ہو چکا ہے (اور عام لوگ اسے ہی تزکیہ نفس سمجھتے ہیں) وہ نہایت ناقص ہے اور اس سے مراد محض ذکر، اوراد، چلّے اور عبادات سے شغف مراد لیا جاتا ہے، دین اور اس کے سارے شعبوں پر کما حقہ عمل نہیں۔ ظاہر ہے یہ خرابی مروجہ تصوف کی ایک خرابی ہے جس کے ذمہ دار اس عہد کے صوفی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اس خرابی سے الرجک ہو کر ہم اس تزکیۂ نفس ہی کو رد کر دیں جو خالص قرآنی چیز ہے اور عملاً ہمارے دین کی اساس اور ہمارے سارے دینی اعمال کی بنیاد اور روح ہے۔

۳۔ صدر اسلام میں جب مسلمانوں میں خرابیاں اور کمزوریاں پیدا ہونے لگیں تو علماء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصلحاء نے ان کی اصلاح کی کوششیں شروع کر دیں یہ کوششیں بالآخر ایک ادارے کی صورت میں منظّم ہو گئیں جس کا نام تصوف پڑ گیا جس کے پیش نظر یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعمیر سیرت اور تزکیہ نفس کا کام اسلامی تعلیمات کے مطابق سرانجام دیا جائے۔ متقدمین صوفیاء نے اس کے لیے جو حکمت عملی وضع کی وہ دو بنیادی اصولوں پر مبنی تھی ایک صحبت صالح اور دوسرے اللہ کا ذکر اور یہ دونوں اصول قرآن وسنت سے مستنبط ہیں لہٰذا اپنی اصل میں نہ یہ ادارہ غیر اسلامی ہے اور نہ اس کے بنیادی اصول ومقاصد۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف کی ابتداء کے جلد ہی بعد اس میں غیر اسلامی افکار ورسوم کی آمیزش ہونے لگی اور اس وقت جو تصوف ہمارے ہاں مروج ہے وہ خرابیوں اور غیر اسلامی باتوں سے بھرا پڑا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ کسی صحیح کام یا ادارے میں اگر خرابی پیدا ہو جائے تو اسے مذموم قرار دے کر رد اور ختم نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے اندر در آنے والی غلطیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ وہ صحیح اور اصل مقاصد (جو عین اسلامی ہیں) صحیح طریقے سے حاصل ہونے لگیں۔ لہٰذا تصوف کے ادارے سے مایوس اور اس سے الرجک ہونے کی ضرورت نہیں اس کی اصلاح اور تجدید کی ضرورت ہے تاکہ زندگی کے سارے شعبوں کی اصلاح کے لیے صحیح تزکیۂ نفس کے جس عظیم الشان مقصد کی خاطر یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا اسے وہ مؤثر صورت میں انجام دینے لگے۔

جو اصحاب اس موضوع پر مزید تفصیلات کے خواہش مند ہوں وہ ہمارا مطبوعہ کتابچہ 'حقیقت تزکیہ نفس' یا زیر طبع کتاب 'اسلام اور تزکیۂ نفس' کا مطالعہ فرمائیں۔

تعلیم وتزکیہ پر ترکیز سیاسی جدوجہد کے منافی نہیں

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ دعوت واصلاح اور تعلیم وتزکیہ پر اصرار کرتے ہیں وہ مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے اجتماعی اور سیاسی جدوجہد کو 'دنیاداری' کہہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے اعتناء نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک یہ رویہ بالکل غلط ہے کیونکہ مسلمان ریاستوں کو صحیح اسلامی ریاستیں بنانے کے لیے سیاسی جدوجہد ضروری ہے اور اس کام کی ایک شرعی حیثیت ہے لیکن یہ جدوجہد نہ تعلیم وتزکیہ کے اس مفہوم کی نقیض ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی سطور بالا میں کیا اور نہ اس کی نعم البدل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ:

۱۔ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم اور قرآن پر مبنی تعلیم دینا اور اس تعلیم کے مطابق ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا یہ ایک بنیادی اور وسیع تر نوعیت کا کام ہے۔ سیاسی جدوجہد کا اس سے کوئی مقابلہ نہیں نہ سیاسی جدوجہد اس کا نعم البدل ہے۔

۲۔ جب تک مسلم عوام کی مذکورہ مفہوم میں تعلیم وتربیت کا انتظام نہ کیا جائے انہیں صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے نہ تو متحرک کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی فعال اور نتیجہ خیز تائید حاصل کی جا سکتی ہے اور جب تک مسلم عوام کی حمایت میسر نہ آئے کوئی پائدار اور دوررس سیاسی تبدیلی معاشرے میں نہیں لائی جا سکتی اور بالفرض اگر کسی دوسرے ذریعے سے یہ تبدیلی آ بھی جائے تو اسے عوامی حمایت کے بغیر زیادہ دیر برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

۳۔ تعلیم وتزکیے کے مذکورہ نظام کے بغیر سیاسی قیادت کا وہ کیڈر مہیا ہو ہی نہیں سکتا جو مسلم معاشرے میں دین نافذ کر سکے۔ ہاں! دین کے نام پر سیاست ضرور کی جا سکتی ہے اور کچھ لوگوں کی لیڈری کا سکہ ضرور چل سکتا ہے جس سے دین کا کچھ بھلا، ظاہر ہے، نہیں ہو سکتا۔

۴۔ تعلیم وتزکیے کے مذکورہ نظام کے بغیر نہ تو موجودہ مسلم حکمرانوں کے کردار میں کسی اسلامی تبدیلی کی توقع کی جا سکتی ہے اور نہ یہ امید کی جا سکتی ہے کہ آئندہ کوئی صحیح الخیال مسلم قیادت ابھر کر سامنے آ سکے گی۔

خلاصہ یہ کہ مسلم معاشرے میں مذکورہ بالا تعلیمی وتربیتی کام کیے بغیر کوئی تبدیلی لائی ہی نہیں جا سکتی یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے مضبوط بنیادوں کے بغیر ایک بلند و بالا عمارت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھڑی کرنے کی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اول تو ایسی عمارت کھڑی ہی نہ کی جا سکے گی اور اگر کر بھی لی جائے تو وہ اتنی ناپائدار ہوگی کہ ناموافق حالات کا ایک ہلکا سا جھٹکا بھی برداشت نہیں کر سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کام کا حق ادا کیے بغیر پچھلی نصف صدی میں اسلامی تحریکوں نے مسلم ممالک میں جہاں بھی سیاسی تبدیلی لانے کی کوشش کی انہیں ناکامی ہوئی۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی حوالے سے سیاسی تبدیلی کے لیے بھی مذکورہ مفہوم میں تعلیم وتزکیہ کا کام ناگزیر ہے۔

تعلیم سے ہماری مراد صرف دینی تعلیم نہیں

یہاں کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ تعلیم سے ہماری مراد صرف دینی تعلیم ہے کیونکہ اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں بلکہ دنیا کا ہر وہ کام جو اخروی اور دینی مقاصد کے لیے کیا جائے عین دینی کام ہے، نیکی کا کام ہے اور آدمی اس پر مستحق اجر ہے۔ اس کی عمدہ ترین مثال وہ حدیث ہے جس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک آدمی اگر حلال طریقے سے جنسی حظ حاصل کرتا ہے تو وہ مستحق اجر ہے۔ صحابہ نے حیران ہو کر پوچھا وہ کیسے؟ (ان کے ذہن میں تھا کہ یہ تو خالص ذاتی اور دنیاوی کام ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (یہ سوچو) کہ اگر یہی کام وہ حرام طریقے سے کرتا تو کیا ہوتا؟[1] یعنی دنیا میں کتنے مفاسد کا سبب بنتا اور آخرت میں عذاب کا مستحق بھی ہوتا۔ لہٰذا اگر اس نے وہ کام اللہ کے بتائے ہوئے حلال طریقے سے اس طرح کیا ہے کہ وہ ان سارے مفاسد سے بچ گیا ہے تو وہ مستحق ثواب کیوں نہ ہو؟۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دنیاوی تعلیم وسیع تر شخصی، دینی اور ملی مقاصد کے لیے حاصل کرے تو وہ عین دینی کام ہے، کارِ ثواب ہے اور آدمی اس پر ان شاء اللہ مستحق اجر ہے۔

پھر اگر تعلیم کی غایت آپ کے سامنے ہو تو دینی اور دنیاوی تعلیم کے فرق کی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت آپ کے ذہن میں مزید واضح ہو جائے گی۔ دینی تعلیم کی غایت یہ ہے کہ آدمی وہ علم حاصل کر لے جس سے راہ ہدایت اس پر واضح ہو جائے اور وہ اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کر سکے۔ یہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس سے زائد دینی علوم میں مہارت حاصل کرنا یا دنیوی ضرورتوں کے لیے مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا تو یہ فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ یہ ہر فرد پر فرض نہیں بلکہ پورے معاشرے پر فرض ہے لہٰذا معاشرے کے اتنے افراد اگر یہ علم حاصل کر لیں جس سے معاشرے کی ضرورت پوری ہو جائے تو گویا معاشرے کے ہر فرد نے فرض ادا کر دیا اور اگر معاشرے کے اتنے ارکان یہ فرض ادا نہ کریں جس سے معاشرے کی ضرورت پوری ہو تو اس معاشرے کا ہر فرد اس کے لیے جواب دہ ہوگا۔ ان معنوں میں حسب ضرورت سائنس اور ٹیکنالوجی اور میڈیکل و انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنا بھی عین اسلامی ہے اور اسلامی نظام تعلیم کا حصہ ہے۔ بشرطیکہ ضروری اسلامی علوم اور اسلامی تربیت اس دنیوی تعلیم کا ایک لازمی حصہ ہو اور خود ان علوم میں بھی کوئی چیز خلاف اسلام نہ ہو بلکہ یہ تعلیم اسلامی نظام زندگی اور اسلامی نظام تعلیم سے ہم آہنگ ہو۔

دراصل تعلیم میں ہم جس چیز کو غیر اسلامی کہہ سکتے ہیں وہ دنیاوی علوم نہیں بلکہ علوم کو اس طرح حاصل کرنا ہے کہ اس سے تعلیم کی اس بنیادی غایت کی نفی ہوتی ہو جس غایت کے لیے شریعت نے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے یعنی خدا شناسی وخود شناسی۔ وہ عناصر جو تعلیم کو غیر اسلامی بنا دیتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۔ اگر مواد تعلیم ایسا ہو جس میں وہ بنیادی مواد شامل نہ ہو جس کو سیکھنا اسلامی زندگی گزارنے کے لیے ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۔ اگر مواد تعلیم ایسا ہو جس سے اسلامی عقائد واعمال پر ایمان متزلزل ہوتا ہو، ان کی حقانیت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہوں یا ان پر غیر اسلامی افکار واعمال کی برتری ثابت ہوتی ہو۔

۔ اگر طریق تربیت ایسا ہو کہ وہ اسلامی احکام پر عمل کی ترغیب نہ دے یا الٹا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر اسلامی افکار و اعمال سے مرعوبیت سکھائے یا ان پر عمل کی ترغیب دے۔
- اگر استاد ایسے ہوں جو طلبہ کے سامنے غیر اسلامی افکار و اعمال کا نمونہ پیش کریں۔
- اگر دینی تعلیم قرآن وسنت کی بجائے معاون علوم پر ترکیز کرے یا فرقہ واریت اور مناظرہ بازی سکھائے، امت میں تفرقہ پیدا کرے اور احسن انداز میں معاشرے کی دینی ضروریات پوری نہ کرے تو وہ بھی ناقص اور غلط ہے۔

اسلامی تعلیم کے اس معیار کے لحاظ سے جانچیں تو مسلم ممالک میں مروج جدید تعلیم کا بڑا حصہ غیر اسلامی ہے کیونکہ وہ مغربی افکار کی نقالی، ان سے مرعوبیت اور خوشہ چینی پر مبنی ہے۔ اس میں ضروری اسلامی علوم اور اسلامی تربیت شامل نہیں ہے، غیر دینی علوم کو اسلامی تناظر میں پیش نہیں کیا گیا، (یعنی نصاب غیر اسلامی ہے) تربیت اساتذہ کا منہج بھی اسلامی مقاصد کے لحاظ سے ناقص ہے..... وغیرہ وغیرہ۔

اس فصل کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم نشأۃ ثانیہ کی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ صحیح اسلامی نظام تعلیم وتربیت کے ذریعے مسلم معاشرے میں انسان سازی کا کام کیا جائے، تعمیر سیرت وکردار کا کام کیا جائے اور زندگی کے ہر شعبے کے لیے ایسے افراد تیار کیے جائیں جو دین سے محکم طور پر وابستہ ہوں، جو ہر معاملے میں اللہ کی اطاعت کریں، جو اس سے محبت کریں، جو صرف اسی سے ڈریں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر قربانی دینے پر آمادہ ہوں۔ ایسے افراد زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں گے خواہ وہ سائنس وٹیکنالوجی کا شعبہ ہو یا معیشت وسیاست کا، وہاں اسلامی تبدیلی لے آئیں گے اور اس قابل ہوں گے کہ مسلمانوں کے زوال کو عروج میں اور ان کی ذلت ونکبت کو عزت وعظمت میں بدل دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مسلم نشأۃ ثانیہ کا لائحہ عمل

یہودی دانشوروں نے پروٹوکولز مدون کر رکھے ہیں اور وہ برسوں پہلے سے ہر چیز کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ عیسائی مغرب میں بھی بہت سے تھنک ٹینک بنے ہوئے ہیں جو وہاں کے معاشرے کو درپیش مسائل کی تنقیح کرتے اور ان کے مناسب حل پیش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے ہاں اس قسم کی منظم سوچ اور مستقل ادارے کم ہیں جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم نشأۃ ثانیہ جیسے اہم موضوع پر منظم طریقے سے سوچا جائے اس کے لیے ہماری تجویز یہ ہے کہ ایک 'مرکز مطالعۂ مسلم نشأۃ ثانیہ' (Muslim Renaissance Study Center) قائم کیا جائے جس میں مسلم امہ کے بہترین دماغ باقاعدگی سے جمع ہوں۔ وہ مسلم امت کے زوال کے اسباب اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے طریقوں پر غور کریں اور امت کی رہنمائی کرتے ہوئے اس کے عروج اور غلبے کے لیے لائحہ عمل پیش کریں۔

اسی طرح ایک دوسرا تحقیقی و تجزیاتی ادارہ (تھنک ٹینک) 'مرکز مطالعۂ مغرب' (Institute of Occidental Studies) کے نام سے بننا چاہیے جو امت مسلمہ کے خلاف مغرب (نصاریٰ اور یہود و ہنود) کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو سمجھے اور اپنے نتائج فکر مسلم امت کے سامنے پیش کرتا رہے تاکہ ان سازشوں کا توڑ بھی ہوتا رہے اور مسلم عوام و خواص کی فکری تربیت بھی ہوتی رہے۔

مذکورہ بالا دونوں تھنک ٹینک جو لائحہ عمل پیش کریں ان پر عمل درآمد کے لیے بھی ایک ادارہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ہم نے اگلی فصل میں امت کی سطح پر مسلم نشأۃ ثانیہ کے عملی حصول کے لیے ایک 'مسلم یکجہتی محاذ' یا 'مسلم سالیڈریٹی فرنٹ' بنانے کی تجویز پیش کی ہے۔

بہرحال اس وقت چونکہ ایسا کوئی تحقیقی و تجزیاتی ادارہ موجود نہیں ہے اس لیے ہم یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتہائی عجز کے ساتھ اپنی طالب علمانہ حیثیت میں ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ کے لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ایک لائحہ عمل پیش کرتے ہیں تاکہ وہ امت کے فہیم عناصر کے لیے مزید سوچ کی ترغیب کی بنیاد بن سکے اور اس طرح امت کے سامنے ایسا لائحہ عمل آ سکے جو کسی عملی پیشرفت کی بنیاد بن سکے:

مجوزہ لائحہ عمل

یہ لائحہ عمل مندرجہ ذیل بارہ نکات پر مبنی ہے:

۱۔ اتحاد امت

۲۔ سیاسی و تزویراتی امور

۳۔ دفاع

۴۔ تعلیم و تربیت

۵۔ معیشت

۶۔ قانون و انصاف

۷۔ دعوت و اصلاح

۸۔ میڈیا

۹۔ معاشرت

۱۰۔ صحت

۱۱۔ صنعت

۱۲۔ زراعت

ہر شعبۂ حیات کے بارے میں لائحہ عمل کو ہم نے پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر میں تقسیم کیا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ مسلم جماعتیں اور ادارے جن کے پاس حکومتی اقتدار نہیں ہے وہ اس شعبے میں کیا کر سکتی ہیں اور پبلک سیکٹر سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر کسی مسلم ملک میں اقتدار ایسے لوگوں کے پاس ہو جو مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے کام کرنا چاہتی ہو تو وہ کیا کرے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم نے مجوزہ لائحہ عمل کو نکات وار بیان کیا ہے تا کہ مختصر اور ٹھوس انداز میں ساری تجاویز ایک نظر میں سامنے آ جائیں اور بات تفصیلات میں جا کر گم نہ ہو جائے تاہم کئی نکات کے بارے میں ہم نے وضاحت کی ضرورت محسوس کی ہے چنانچہ نکات وار لائحہ عمل بیان کرنے کے بعد ہم نے اہم امور کے بارے میں وضاحتی نوٹ لکھ دیے ہیں۔

ا۔ اتحاد امت

پرائیویٹ و پبلک سیکٹر

اتحاد امت مطلوب ہے کیونکہ یہ نہ صرف ایک شرعی تقاضا ہے بلکہ عروج امت اور مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا بنیادی ذریعہ بھی ہے۔ اتحاد امت کے موجودہ ادارے چونکہ فعال طریقے سے کام نہیں کر رہے اس لیے اتحاد اور اتحاد کے فوائد حاصل کرنے کے لیے یہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلے مرحلے میں اتحاد کے موجودہ پلیٹ فارموں کو استعمال کیا جائے اور انہیں فعال بنانے کی تگ و دو کی جائے۔

موتمر عالم اسلامی: مؤتمر موزوں ترین پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے اتحاد کے کاز کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ مؤتمر کو فعال بنانے کے لیے اس سے دو سطحوں پر کام لیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے مسلم عوام میں اتحاد امت کی تحریک چلائی جائے تا کہ گراس روٹ لیول پر اتحاد کے جذبات کو فروغ ملے جس کا اثر لازماً امت کے سوچنے سمجھنے والے اور مقتدر عناصر پر پڑے گا۔ دوسرے، مؤتمر کے موثر ارکان کے ذریعے مسلم حکمرانوں تک پہنچنے کی کوشش کی جائے اور ان میں سے جو لوگ تعاون کریں، ان کے ذریعے اتحاد امت کے مقصد کو آگے بڑھایا جائے۔

رابطہ عالم اسلامی: رابطہ کے ذریعے دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے کاموں کو موثر بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تحریک کو انتظامی اور مالی لحاظ سے سعودی عرب کے اثر سے نکال کر امت کا ایک آزاد، متحرک اور فعال پلیٹ فارم بنایا جائے اور اسے خفیہ ایجنسیوں کے اثرات سے پاک کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کانفرنس تنظیم: اسلامی کانفرنس تنظیم کو موثر اور فعال بنانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں:

۱۔ ان مسلمان ملکوں کو منظم کیا جائے جو اتحاد امت کے سنجیدہ حامی ہیں اور مسلم دشمن قوتوں کے ہتھکنڈوں کو سمجھتے ہیں اور ان کا ایک مضبوط گروپ بنایا جائے تا کہ ان سے کام لیا جا سکے۔

۲۔ تنظیم کو سعودی عرب کے مالی وانتظامی شکنجے سے نکالا جائے۔

۳۔ اسے مغربی ممالک اور ان کی ایجنسیوں کے اثرات سے پاک کیا جائے۔

۴۔ تنظیم کو اقوام متحدہ کی سیکوریٹی کونسل کی مستقل نشست دلائی جائے۔

۵۔ اس کے ذریعے مسلم امہ کی نشأۃ ثانیہ کی مجوزہ سٹریٹجی پر عمل درآمد کی کوشش کی جائے جیسے مشترکہ دفاع، مشترکہ کرنسی و تجارت، مشترکہ سائنسی وتحقیقاتی ادارے، مشترکہ نیوز ایجنسی اور ٹی وی چینل کا قیام وغیرہ۔

اگر مذکورہ تنظیموں کے ذریعے کام نہ چلایا جا سکے تو دوسرے مرحلے میں مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے اسلامی ممالک کے دینی حمیت رکھنے والے عناصر اور حکمرانوں کے ذریعے ایک نئی بین الملی تنظیم بنائی جائے جو مسلم ممالک کے درمیان موثر اتحاد قائم کرے اور اس کتاب میں پیش کیے گئے لائحۂ عمل کے مطابق مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد کرے اور دفاع، سیاست، تجارت، تعلیم، صنعت، میڈیا وغیرہ سب شعبوں میں فعال اور موثر بین الملی اور مشترکہ ادارے قائم کرے۔

یہ تنظیم کیسے بنائی جائے اور یہ کیسے کام کرے؟ اس کا ذکر اگلی فصل میں آ رہا ہے۔

۲۔ سیاسی وتزویراتی امور

مسلم ممالک کی داخلی سیاست

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں کو توجہ دلانا کہ وہ خدا کی خوشنودی اور مسلم عوام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواہش کے مطابق اپنے اپنے ملک میں اسلام نافذ کریں۔

۲۔ مسلم ممالک میں ان سیاسی قوتوں اور دینی تحریکوں کی حوصلہ افزائی کرنا جو اپنے علاقے میں اسلام نافذ کرنا چاہتی ہیں۔

۳۔ مسلم حکمرانوں اور مسلم ممالک کے سیاسی و اسلامی عناصر کو اسلام و مسلم دشمن قوتوں کی سازشوں اور مغربی فکر و تہذیب کی بالادستی کی کوششوں اور ان کے نتائج وعواقب سے آگاہ کرنا۔ انہیں اتحاد امت کی ضرورت کا احساس دلانا اور اس غرض کے لیے انہیں متحرک کرنا۔

۴۔ جن مسلم ممالک میں حکمران سیکولرسٹ، مغرب پرست، اشتراکی اور بے دین ہیں اور اسلامی عناصر کو کچلنے کی کوشش کرتے ہیں وہاں مقامی مسلم عوام کی بیداری اور اتحاد کی حوصلہ افزائی کرنا کہ وہ اپنی مرضی کے حکمران چن سکیں۔

پبلک سیکٹر

۱۔ حکومت وسیاست کے اسلامی تصورات (مثلاً حاکمیت الٰہ، شوریٰ، عدل ومساوات، اطاعت امام وغیرہ) کو مخلص اور لائق مجتہدین/ماہرین کی مدد سے جدید اداروں کی شکل دینا اور مغرب سے اگر 'الحکمۃ ضالۃ المؤمن' کے اصول کے تحت اور انسانی تجربات کے طور پر امور مباحہ میں سے کچھ لینا ہی ہو تو اسے مکمل اسلامی قالب میں ڈھالنا۔ ان اداروں کی منظوری مسلم عوام سے لینا اور ان کے تعاون سے ان پر عمل درآمد کرنا۔

۲۔ حکومت وسیاست کے مغربی نظام اور مغربی فکر پر مبنی سیاسی اداروں کو رد کرنا جیسے قوم پرستی، وطنیت، جمہوریت، انتخابات، پارلیمنٹ، سیاسی جماعتیں وغیرہ (مقصد یہ نہیں کہ یہ ادارے حرام ہیں بلکہ یہ ہے کہ اس طرح کے اداروں کی تشکیل اسلامی اصولوں پر کی جائے نہ کہ مغربی اصولوں پر)۔

۳۔ اگرچہ مذکورہ بالا نمبر سطر (۱) اور (۲) پر جامع ہیں تاہم ضرورت محسوس ہوتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ بطور وضاحت اسلام کے بعض اہم سیاسی اصولوں کا ذکر کر دیا جائے جن پر ہر مسلمان حاکم کو عمل کرنا چاہیے۔

الف۔ یہ مسلم عوام کا حق ہے کہ جسے چاہیں حاکم بنائیں اور اسے جب چاہیں معزول کر دیں۔

ب۔ اسلام کا مزاج شورائی ہے اور اس میں اقتدار طلبی اور جاہ پسندی کی کوئی گنجائش نہیں۔

ج۔ سیاسی آزادی ہر مسلمان کا ناقابل تنسیخ حق ہے اور کسی حکمران کو کسی صورت بھی مسلم عوام پر جبر و استبداد کی اجازت نہیں۔

د۔ ملازمین (فوجی کمانڈرز اور سول بیوروکریسی وغیرہ) کا کام سیاسی حکمران کی اطاعت کرنا ہے نہ کہ اس کے مدمقابل آ کر زبردستی حکومت پر قبضہ کر لینا۔

ھ۔ قیام نظام صلوۃ و زکوۃ، عدل و مساوات اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور تبلیغ و اشاعت دین ہر مسلم حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔

و۔ اتحاد و غلبہ امت کے لیے کام کرنا بھی ہر مسلم حکمران کا دینی فرض ہے۔

ہ۔ مسلم عوام کی حمایت سے اقامت دین، عوامی مصالح اور مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد کرنا۔

وضاحتیں

عوام اور حکمرانوں میں بُعد

داخلی سیاست کے حوالے سے اس وقت امت کا سب سے گھمبیر مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین اور روایات سے جڑے رہنا چاہتی ہے جبکہ بیشتر مسلم ممالک میں حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام اور اسلامی اقدار سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب کے اسیر ہیں اور ان کی آنکھیں اس کی ظاہری چکا چوند سے چندھیا چکی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت حال کا حل کیا ہو اور کون سی تدابیر اختیار کی جائیں کہ مسلم ممالک کی حکومتیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائیں جو دین سے مخلص ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوام سے مخلص ہوں اور عوام کے مسائل اسلامی حوالے سے حل کرنے کی خواہاں ہوں اور مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے بھی سنجیدہ کوششیں کرنے کے حامی ہوں؟

ظاہر ہے ابھی تک جادو کی کوئی کل ایسی ایجاد نہیں ہوئی جس کا بٹن دبانے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے اور مسلم ممالک کے ان تمام حکمرانوں کے تختے الٹ جائیں جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں ہیں، محض حب جاہ ومنصب کے اسیر ہیں اور مغرب کی ذہنی وتہذیبی غلامی میں مبتلا ہیں، بلکہ اہل مغرب کے ایجنٹ اور کارندے بنے ہوئے ہیں ظاہر ہے ایسا نہیں ہوسکتا تو جو ہوسکتا ہے ہمیں وہی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے:

ا۔ مسلم ممالک میں سیاسی میدان میں کام کرنے والی جدید دینی تحریکوں کو چاہیے کہ وہ مسلم عوام کو بیدار کریں اور ان کے اندر بنیادی انسانی اور سیاسی حقوق کے حصول کی تڑپ پیدا کریں اور انہیں منظم ومتحرک کریں۔ مسلم ممالک میں کام کرنے والی جدید دینی تحریکیں اپنے اخلاص اور محنت کے باوجود کیوں مسلم عوام کی مدد سے سیاسی تبدیلی نہیں لاسکیں؟ یہ ایک انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

الف) دینی تحریکوں نے عجلت سے کام لیا۔ ایک مضبوط جتھے سے حکومت تو ختم کی جاسکتی ہے، نظام کو نہیں بدلا جاسکتا۔ پائدار تبدیلی صرف اسی صورت میں آتی ہے جب عوام کسی دینی یا سیاسی آدرش کے لیے یکسو اور متحرک ہو جائیں۔ دینی تنظیموں نے جب اپنے پرجوش معتقدین کی ایک قابل لحاظ تعداد دیکھی تو وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئیں کہ اب منزل دور نہیں اور انہوں نے 'بزن' کا حکم دے دیا۔ حالانکہ سیاسی انقلاب کے لیے گرم جوشی دکھانے کی بجائے بہت ٹھنڈے دل ودماغ کی ضرورت تھی اور اس وقت تک ان تحریکوں کو حرکت میں نہیں آنا چاہیے تھا جب تک عوام کی بھرپور تائید انہیں حاصل نہ ہو جاتی۔ پھر بعض ممالک میں ان تحریکوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے طبقہ اشرافیہ کی طرح کام کیا۔ اس طرح وہ عوام میں گھلنے ملنے اور عوامی جماعت بننے کی بجائے محض ایک فکری تحریک بن کر رہ گئیں۔

ب) بدقسمتی سے خلاف راشدہ کے فوراً بعد سیاسی نظام پٹڑی سے اتر گیا۔ اہل علم و دین سیاست سے کنارہ کش کر دیے گئے اور اسلامی شورائیت کی جگہ قبائلی عصبیت، وراثتی نظام اور استبداد نے لے لی۔ امت نے معاشرے کے استحکام کی خاطر اس صورت حال کو بامر مجبوری قبول کر لیا۔ یہ صورت حال صدیوں تک جاری رہی۔ اس طرح جمہوری روایات بدقسمتی سے مسلم معاشرے میں جڑیں نہ پکڑ سکیں۔ اسی کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور پھر بتدریج مسلم ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو کسی مسلم ملک میں جمہوریت نہیں آئی یا تو فوجی جنرلوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہی عوام کو فتح کر کے استبدادی حکومت قائم کر لی یا پھر اقتدار اگر کسی سیاسی گروہ کے پاس آیا تو اس نے بھی جبر اور آمریت کا ہی وطیرہ اختیار کیا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ بیچارے مسلم عوام آج بھی محکوم و مجبور ہیں۔ کل ان کے حاکم انگریز، فرانسیسی یا جرمن تھے، آج اپنے ہی ان پر حاکم بنے ہوئے ہیں اور ان پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ یہ ایک سنگین صورت حال ہے اور جبر و ظلم کی اس طویل رات نے مسلم عوام کے حوصلوں کو پست اور ہمتوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

مسلم ممالک میں جبر و ظلم پر مبنی یہ سیاسی نظام ہی امہ کی پسماندگی اور ہر شعبہ زندگی میں تخلف کا بہت بڑا سبب ہے کیونکہ یہ مسلط شدہ گروہ نہیں چاہتا کہ عوام میں تعلیم عام ہو اور ان میں اپنے حقوق کا شعور پیدا ہو۔ ملکی دولت وہ اپنے اللے تللے پر خرچ کر دیتا ہے اور عوام بھوکوں مرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ آمر عدالتی نظام پر بھی قبضہ کر لیتے ہیں اور عوام انصاف سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ تاحیات اقتدار سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں اس لیے وہ پرامن انتقال اقتدار کے ہر سیاسی راستے کو بند کر دیتے ہیں چنانچہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزاد سیاسی جماعتیں بننے دی جاتی ہیں اور نہ سیاسی سرگرمیوں کو آزادانہ فروغ پانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ پھر ان آمروں کو چونکہ پتہ ہوتا ہے کہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے عوام ان کے ساتھ نہیں اس لیے وہ اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور طول دینے کے لیے سپر طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر لیتے ہیں، بلکہ گٹھ جوڑ بھی کیا کر لیتے ہیں درحقیقت ان کے ایجنٹ اور گماشتے بن جاتے ہیں، ان کی خواہشات پوری کرتے ہیں اور ان کے مقاصد کے لیے کام کرتے ہیں اور یوں وہ ان کی اشیر باد سے اپنے اقتدار کو طول دینے میں لگے رہتے ہیں لیکن اپنی پست حیوانی خواہشوں کے اسیر اس طبقہ غلاماں کو کبھی احساس نہیں ہوتا کہ مسلم عوام اور مسلم امت کو ان کی اس حیوانیت کی کیا قیمت چکانا پڑ رہی ہے؟

ج) اس صورت حال کا تیسرا بڑا سبب غیر مسلم طاقت ور ممالک (جنہیں سپر پاورز بھی کہا جاتا ہے) کی اسلام اور مسلم دشمنی ہے۔ وہ ہمیشہ سازشیں کرتے رہتے ہیں کہ مسلم ممالک ترقی نہ کریں، ان کی مالی حالت بہتر نہ ہو جائے، ان میں تعلیم عام نہ ہو جائے، ان میں جمہوریت نہ آ جائے، چنانچہ یہ بات حیران کن ہے کہ امریکہ اور یورپی ممالک اپنے ہاں تو جمہوریت نافذ کیے ہوئے ہیں لیکن مسلم ممالک میں وہ آمروں کی بھرپور تائید کرتے ہیں تاکہ آمریت قائم و دائم رہے اور مسلم عوام سکھ کا سانس نہ لے سکیں۔ اس مقصد کے لیے وہ خصوصی اور بھرپور منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اپنے ایجنٹ حکمرانوں کو پوری طرح استعمال کرتے ہیں کہ کہیں اسلامی رجحانات رکھنے والے گروہ طاقتور نہ ہو جائیں، یا انتخابات نہ جیت لیں یا کسی بھی طرح برسر اقتدار نہ آ جائیں۔ اس کے لیے کبھی ترغیب سے کام لیا جاتا ہے، کبھی ترہیب سے اور کبھی سازشوں سے۔ ناگزیر ہو جائے تو وہ کھلی جارحیت سے بھی گریز نہیں کرتے۔

بہرحال موانع جو بھی ہوں حقیقی مسئلہ یہی ہے کہ مسلم معاشروں کے اندر وہ عناصر جو دینی نقطۂ نظر سے سیاسی تبدیلی چاہتے ہیں، طاقت کیسے حاصل کریں؟ ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک پائدار سیاسی تبدیلی کا منبع صرف مسلم عوام ہیں۔ لہٰذا دینی طاقتوں کو تعلیم و تربیت کے پرامن ذرائع استعمال کر کے بہر قیمت مسلم عوام کو تعلیم دینی چاہئے اور ان کی تربیت کرنی چاہئے اور اس وقت تک صبر سے کام کرتے رہنا چاہیے جب تک عوام کی اکثریت ان کی ہم نوا نہ ہو جائے۔ اس سے پہلے مسلم حکمرانوں کو چیلنج کرنا اور ان کے مدمقابل بن کر سیاسی میدان میں اتر آنا اپنا راستہ کھوٹا کرنے کے مترادف ہے۔ مسلم تحریکیں پچھلے ۷۵ سال سے یہ کام کر رہی ہیں اور انہیں کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی (سوائے ایران کے جس کے اپنے مخصوص حالات تھے) لہٰذا ان تحریکوں کو اپنے حالات اور طریقِ کار کا تجزیہ کر کے اپنی ناکامیوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔

حکمت عملی کے حوالے سے ہم یہاں ایک تجویز سنجیدگی سے ان جدید مسلم تحریکوں کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ان تحریکوں کو، پہلے مرحلے میں خود کو متبادل حکمران کے طور پر سامنے نہیں لانا چاہئے اور خود مسلم حکمرانوں کا حریف بن کر ان کے خلاف میدان میں نہیں اترنا چاہیے۔ کیونکہ پچھلے چودہ سو سال سے امت اس کی خوگر نہیں رہی کہ سیاسی اقتدار علماء کے ہاتھ میں ہو لہٰذا وہ علماء کا احترام تو کرتی ہے لیکن سیاسی اقتدار کی جدوجہد میں ان کا ساتھ نہیں دیتی (اس کے کئی دوسرے اسباب اور موانع بھی ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا) بلکہ شروع میں دوسرے سیاسی گروہوں کو سامنے لانا چاہیے جو ان کے نقطۂ نظر کے قریب ہوں۔ ابتداء میں اگر ان کے ذریعے پچاس فیصد مقاصد بھی حاصل کیے جا سکیں تو انہیں قبول کر لیا جائے کیونکہ کلی محرومی کے مقابلے میں نصف سے محرومی قابل قبول ہونی چاہیے (یہ پہلا مرحلہ دس سے تیس سال پر محیط ہو سکتا ہے)۔

دوسرے مرحلے میں پھر یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اہل دین کی اپنی حکومتیں قائم کی جائیں اور اگر دینی قوتیں ہمارے مجوزہ طریقے پر فعال طریقے سے کام کرتی رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلم معاشرے پر ان کی گرفت اتنی مضبوط نہ ہو جائے کہ وہ دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرحلے میں یہ مقصد حاصل نہ کر سکیں۔

دینی سیاسی تحریکوں کے لیے صحیح لائحہ عمل

یہاں اس خدشے کا اظہار کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے مسلم تحریکوں کے لیے جو تجویز پیش کی ہے اس سے تو محض وہ تبلیغی جماعتیں بن کر رہ جائیں گی اور ان کے قیام کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا؟

ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اصل میں لوگ افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے تصور دین کو 'پورا دین' اور 'عین دین' بنا لیا ہوا ہے اور دوسروں کے دینی کاموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یا سرے سے انہیں دینی کام ہی نہیں سمجھتے، ظاہر ہے یہ ایک غلط روش ہے۔

صحیح تصور دین یہ ہے کہ ریاست و سیاست دین کا ایک اہم جزء ہیں اور یہ دونوں ادارے اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق کام نہ کر رہے ہوں تو وہ بڑی خرابی کا باعث بنتے ہیں لہٰذا ان کی اصلاح کرنا مقاصد دین میں سے ہے۔ یہ ہے سیاست کا دین میں صحیح مقام۔ اب جو لوگ افراط سے کام لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سیاسی کام ہی اصل دینی کام ہے باقی ہیر پھیر ہے۔ اور جو لوگ تفریط سے کام لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل دین تو نماز، روزہ اور ذکر و فکر ہے، رہی سیاست تو یہ محض دنیاداری اور حب جاہ ہے۔ ظاہر ہے یہ دونوں نقطہ ہائے نظر انتہا پسندی پر مبنی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ریاست و سیاست کا نظام غیر اسلامی بنیادوں پر چل رہا ہو تو دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور دین کے دوسرے شعبوں میں بھی اسلامی احکام پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے لہٰذا ریاست و سیاست کی اصلاح دینی لحاظ سے بھی بہت ضروری ہے۔ اسی طرح دین کے سیاسی پہلو پر کام کرتے ہوئے اگر باقی دین نظروں سے اوجھل ہو جائے یا اس کی اہمیت نظروں سے گر جائے تو اس سے بھی بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے لہٰذا ریاست و سیاست کے حوالے سے دین کے صحیح تصور کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ یہاں ایک اہم بات کو سمجھنے میں اکثر لوگ غلطی کر جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سیاسی اصلاح کے لیے کتنی دینی سرگرمی ضروری ہے؟ ظاہر ہے یہ دین کا نہیں حکمت عملی کا مسئلہ ہے اور اس کا انحصار کام کی ضرورت اور فرد کی صلاحیت پر بھی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی اصلاح کی غرض سے اگر تنہائی میں حاکم کو نصیحت کر دیتا ہے تو گویا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا (۱)۔ اسی طرح آپؐ کا فرمان ہے کہ جابر حاکم کے سامنے حق بات کہہ دینا بھی جہاد سے کم نہیں (۲)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کل کے مروجہ مفہوم میں چوبیس گھنٹے کی سیاست کرنا یا الیکشن لڑنا اور سیاست کو پیشہ بنا لینا ہر مسلمان کا دینی فریضہ نہیں ہے۔ ایک مسلمان اگر مسلم حاکم کو نصیحت کر دے، زبانی یا خط لکھ کر یا اخبارات میں مضمون لکھ کر یا وہ صحیح آدمی کو ووٹ دے یا صحیح آدمی کی حمایت کرے تو یہ بھی سیاسی سرگرمی ہے اور اس سے بھی آدمی اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

پھر بعض لوگ یہ غلطی بھی کرتے ہیں کہ وہ ایک مسلم حکومت کے ساتھ جس کے سارے اعمال ان کی رائے میں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق نہیں ہوتے، کافر حکومت کی طرح برتاؤ کرنے لگتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جس طرح ایک شخص جب کلمہ پڑھ لیتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے تو قانوناً اسے ایک مسلمان کے سارے حقوق مل جاتے ہیں خواہ اس کے عمل میں بعض کمزوریاں باقی ہی کیوں نہ ہوں، اسی طرح جب ایک ریاست مسلمانوں کی ریاست ہو، اس کے حکمران مسلمان ہوں، وہ اسلامی شریعت کی بالادستی کا اقرار کرتے ہوں تو وہ ایک اسلامی ریاست ہے اگر اس کے حکمرانوں کے بعض کام کسی کی رائے میں اسلام کے مطابق نہ ہوں تو پرامن ذرائع سے ان کی اصلاح کی جانی چاہیے جس طرح کہ ایک بے عمل مسلمان کی اصلاح کی جاتی ہے لیکن ایسی حکومت کو نہ تو کافر حکومت کہنا چاہیے اور نہ اس کے ساتھ کافروں جیسا

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ص ۴۰۴

۲۔ ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلوک کرنا چاہیے۔ایسی حکومت کے خلاف نہ تو جہاد جائز ہے، نہ اس کے خلاف کسی طرح کی مسلح جدوجہد کی جاسکتی ہے اور نہ زیرزمین کارروائیاں کی جاسکتی ہیں۔اس کی اصلاح کے لیے صرف پرامن اصلاحی جدوجہد ہی کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح وہ ممالک جہاں مسلمان معمولی اقلیت میں ہوں وہاں ان پر واجب نہیں ہوتا کہ وہ اس جگہ اسلامی ریاست قائم کریں بلکہ انہیں چاہیے کہ مقامی حالات کے مطابق جہاں تک ہو سکے منظم اجتماعی زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور معروضی حالات میں یہ بھی عین اسلام کے مطابق ہوگا۔

سیاست میں اجتہاد کی ضرورت

اس وقت بہت سے مسلم ممالک میں فوجی یا سول آمریتیں قائم ہیں۔ کچھ میں جمہوریت کے پردے میں آمریت موجود ہے۔تاہم یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلم ملک آئینی حکومت اور جمہوریت کی طرف آتا بھی ہے تو وہ مغرب کے ماڈل کی ہی پیروی کرتا ہے۔اسلامی حوالے سے نئے سیاسی ادارے قائم نہیں کرتا؟ سوال یہ ہے کہ اس مظہر کا سبب اور علاج کیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا سیاسی نظام ابتداء ہی سے پٹری سے اتر گیا تھا اور وہ اپنی آئیڈیل شکل میں تجربات کی بھٹی سے گزرتا ہوا قابل عمل اداروں کی صورت میں پروان نہیں چڑھا۔تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس معاملے میں ہم بالکل ہی تہی دست ہیں۔ ہمارے پاس قرآن وسنت کی صورت میں اصول موجود ہیں۔خلفاء راشدین کا عمل موجود ہے۔ بعد میں قائم ہونے والی خلافت، سو فیصد اسلامی آدرشوں کے مطابق نہ سہی، بہرحال امت کا ایک عملی تجربہ تو ہے۔لہٰذا اسے بھی سامنے رکھا جاسکتا ہے اور عصری ضرورتوں اور مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم عصر ریاست کے لیے ایک قابل عمل سیاسی ڈھانچہ اجتہاد کے ذریعے تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ مسلم ممالک میں ایسے علماء اور سکالرز موجود نہیں ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کے اجتہاد کے اہل ہوں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اکثر و بیشتر حالات میں ایسے حکمران موجود نہیں ہیں جن کی نیت اور خواہش یہ ہو کہ وہ اسلامی تناظر میں ایک نیا سیاسی ڈھانچہ تشکیل دیں۔ ہمارے ہاں اکثر حکمران وہ ہیں جو امریکہ و یورپ کے ایجنٹ ہیں، ان کی تہذیب کے رسیا ہیں اور مغربی تہذیب اور اصولوں کو ہی مدار ترقی سمجھتے ہیں لہٰذا بظاہر اسلام کا نام لینے کے باوجود وہ اصلاً اسلامی تعلیمات کے مطابق سیاسی اذارے قائم ہی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس سے ان کے ذاتی اور طبقاتی مفادات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اگر عوام کا دباؤ شدید ہو تو وہ درخ اندوزی سے کام لیتے ہیں لیکن یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر والا معاملہ ہوتا ہے اور نیم دلی اور بددلی سے کیے گئے اس طرح کے اکثر اقدامات غیر موثر ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسئلہ اپنی اصل میں نہ دینی ہے نہ اس میں دین اور اہل دین کے لیے کوئی بڑا چیلنج ہے۔ نہ اس میں کوئی بڑی پیچیدگی یا عملی مشکل حائل ہے کہ یہ کام ہو نہ سکتا ہو۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی حکمرانوں میں اس کام کے لیے اخلاص نیت اور حقیقی عزم موجود نہیں ہے لہٰذا عوامی دباؤ پر وقت گزاری کے لیے کچھ نمائشی اقدامات کر لیے جاتے ہیں، حقیقی پیش رفت عام طور پر حکمران کے پیش نظر ہی نہیں ہوتی۔ اگر نیت درست ہو تو یہ کام کوئی ایسا مشکل یا ناممکن نہیں جیسا کہ ایران نے عملاً کر کے دکھا دیا ہے اور پاکستان سمیت کئی دیگر مسلم ممالک میں بھی بعض تجربات ہوئے ہیں۔

جمہوریت کی مخالفت

ہماری اس وضاحت سے کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم جمہوریت کے مخالف ہیں۔ ہم جمہوریت کے مخالف نہیں بلکہ ہم تو آمریت کے مقابلے میں اس کے زبردست موید ہیں۔ دراصل ہم جس چیز کے مخالف ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں مغربی جمہوریت کی ہو بہو نقالی کی جائے۔ یہ بالکل بے عقلی کی بات ہے کہ مسلمان ممالک جمہوریت کے مغربی ماڈل کی پیروی کریں کیونکہ جمہوریت کا مغربی ماڈل غیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اصولوں پر مبنی ہے اور ہمیں بہر حال ایسا سیاسی نظام چاہیے جو ہمارے عقائد اور ہمارے آدرشوں کے مطابق ہو۔

اصطلاحات کے استعمال کا مسئلہ بھی اہم ہے ہمیں مغربی اصطلاحات کی بجائے اپنی اصطلاحات کو رواج دینا چاہیے لیکن اگر ہم شورائیت کی اصطلاح استعمال کریں تو بعض لوگ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ شوریٰ وہ ہوتی ہے جس سے محض مشورہ لیا جائے اور فیصلہ حکمران اپنی مرضی سے کریں۔ یہ اسلامی شورائیت کا بالکل غلط تصور ہے۔ اسلام میں شورائیت کا صحیح تصور یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کا فیصلہ حکمران کی ذاتی رائے پر غالب ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے اردو زبان میں اسلام کے سیاسی نظام پر زیادہ کام نہیں ہوا۔ عربی میں اس موضوع پر خاصا کام ہوا ہے اور انگریزی میں بھی بعض اچھی چیزیں موجود ہیں۔ یہاں یہ موضوع ضمنی طور پر ہمارے سامنے آیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق ہمارے شامل حال رہی تو ہم ان شاء اللہ اس موضوع پر الگ سے اور تفصیل سے لکھیں گے۔

زیر بحث مسئلے میں ہماری رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں جمہوریت ضرور ہونی چاہیے لیکن ایسی جمہوریت جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو نہ کہ مغربی جمہوریت جو سراسر غیر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے۔

اسلامی جمہوریت کیا ہے؟

سطور بالا میں ہم نے اسلامی جمہوریت کی تائید کی ہے لیکن جن مسلمان ممالک میں جمہوریت کے تجربے ہوئے ہیں وہاں بھی دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ وہاں سیاست پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے اور وہی لوگ سیاست میں ہیں جو امیر اور کھاتے پیتے لوگ ہیں سوال یہ ہے کہ جب تک عام آدمی سیاست میں موثر کردار ادا نہ کر سکے کیا وہ صحیح جمہوریت ہو سکتی ہے یا کیا اسے اسلامی جمہوریت کہا جا سکتا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ جس سیاسی نظام میں عام آدمی کو سیاست میں حصہ لینے اور برسر اقتدار آنے کے مواقع حاصل نہ ہوں اسے نہ تو حقیقی جمہوریت کہا جا سکتا ہے اور نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی جمہوریت۔ مسلمان معاشروں میں سیاست جس طرح جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور فوجی آمروں کے قبضے میں ہے وہ بہرحال قابل مذمت ہے۔ اگر حکمران مخلص ہوں تو بڑی آسانی سے ایسا سیاسی اور انتخابی نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں جاگیر، سرمائے، قبیلوں، برادریوں اور مسلکوں کا غیر ضروری دباؤ کم ہو، انتخابی حلقے چھوٹے بنائے جا سکتے ہیں، الیکشن مہم حکومت کی طرف سے چلائی جا سکتی ہے، الیکشن میں سرمائے کے استعمال پر سخت قدغنیں لگائی جا سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ بشرطیکہ حکمران اپنے مخصوص مفادات نہ رکھتے ہوں اور عوام کو حکمران چننے کا حق صحیح معنوں میں دینا چاہتے ہوں۔

سیاست خارجہ

ا۔ بنیادی اصول

الف: قرآن کہتا ہے کہ کفار مسلمانوں کے دشمن ہیں اور انہیں دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں سے جس ظاہری دشمنی کا ان سے اظہار ہوتا ہے ان کی باطنی نفرت اس سے بھی شدید تر ہے [1] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا 'الکفر ملة واحدة'، [2] یعنی سارے کفار (مسلمانوں کے مقابلے میں) ایک امت ہیں لہٰذا عالم کفر (امریکہ، یورپ، روس، چین، اسرائیل، بھارت وغیرہ) کے بارے میں کسی مسلمان کو یہ غلط فہمی کبھی لاحق نہیں ہونی چاہیے کہ یہ مسلمانوں کے دوست ہیں یا ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی مسلم و اسلام دشمنی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان کے آپس میں کچھ اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن اسلام اور عالم اسلام سے دشمنی کے معاملے میں یہ ہمیشہ یک جان ہوتے ہیں۔

۱۔ آل عمران، ۳:۱۱۸

۲۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن ہمیں باوجود کوشش کے یہ الفاظ کسی کتب حدیث سے نہ مل سکے۔ لگتا ہے یہ اثر یا مقولہ ہے اگرچہ اس کا مضمون صحیح ہے اور قرآن و سنت پر مبنی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ب: نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ "الحرب خدعه"(۱) یعنی جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے لیے ہر طرح کی سٹریٹجی اختیار کی جا سکتی ہے اور لاریب اس وقت مسلم امہ حالت جنگ میں ہے اور یہ جنگ عالم کفر نے اس پر زبردستی تھوپی ہوئی ہے اور یہ امت کی بقاء کی جنگ ہے۔ یہ جنگ فلسطین، افغانستان، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، عراق، برما، سوڈان، فلپائن..... غرض ہر جگہ لڑی جا رہی ہے۔ اس لیے مسلم امت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ جارح دشمن قوتوں کے خلاف ہر طرح کے اقدامات کرے تا کہ دشمن کمزور اور ناکام ہو اور مسلمان اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

ج: اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ غیر مسلموں کا مسلمانوں پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں اور اسلام سمجھائیں تا کہ اللہ ان کے دل اسلام کے لیے کھول دے۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دعوت کا یہ فریضہ سرانجام دیں اور اس کے لیے پوری قوت صرف کریں۔ اسی طرح اسلام چونکہ امن وسلامتی کا دین ہے لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ غیر مسلم افراد اور قوموں کے ساتھ امن وآشتی سے رہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جو اسلام دشمن قوتیں اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں، ہم انہیں صرف قرآن و حدیث کے وعظ سناتے رہیں، بلکہ ہمارا یہ کام بھی ہے کہ اپنی اور جسد ملت کی بہر طور حفاظت کریں اور دشمنوں کی مکمل ہزیمت کے لیے کسی قسم کی جدوجہد سے پیچھے نہ ہٹیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا اسوہ ہے۔

ii۔ امریکہ: اگرچہ یہود، ہنود اور اشتراکی بھی اسلام و مسلم دشمنی میں کسی سے پیچھے نہیں اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں تاہم یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ رأس الکافرین اور رأس الشیاطین کا درجہ اس

۱۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب الحرب خدعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت امریکہ کو حاصل ہے جو مغربی فکر وتہذیب کا نمائندہ اور اس وقت دنیا کی واحد سپر پاور بنا ہوا ہے اور اس کا رویہ خالصتاً فرعونیت اور شرک (انا ولا غیری) کا ہے لہٰذا اس کے خلاف ایسے اقدامات ضروری ہیں کہ وہ مستقبل میں مسلم ممالک کو مزید نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس کے لیے ہم درج ذیل اقدامات تجویز کرتے ہیں: [یہاں مسودے میں دیے گئے اکثر نکات خوف فساد خلق سے حذف کر دیئے گئے ہیں جو کسی مناسب موقع اور موزوں پلیٹ فارم پر پیش کر دیے جائیں گے۔]

الف: کالے امریکیوں کو زیادہ سے زیادہ مسلمان کر کے منظم کیا جائے۔ گوروں میں بھی اسلام کی تبلیغ زیادہ سے زیادہ کی جائے۔

ب: مسلمان زیادہ سے زیادہ امریکہ ہجرت کریں۔ وہاں الگ الگ رہنے کی بجائے مجمعات اور اپنی الگ بستیوں اور محلوں میں رہیں۔ اپنے آپ کو ملکی سطح پر منظم کریں اور طاقت کے مراکز تک پہنچنے کے لیے کوشاں رہیں۔

ج: امریکیوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ یہودی لابی امریکی مفادات کے خلاف کام کر رہی ہے۔

د: یہ کوشش کی جائے کہ اگر مستقبل میں کوئی جنگ ہو تو وہ مسلم ممالک کی بجائے امریکہ و یورپ میں ہو اور اگر کہیں اور ہو تو بھی امریکہ اس کا افعال فریق ہو تا کہ اس جنگ کے نتیجے میں وہ کمزور ہو جائے۔ بہتر ہوگا کہ یہ جنگ امریکہ اور یورپ یا امریکہ اور چین کے درمیان ہو کیونکہ امریکہ کے بعد یہی دونوں دنیا کی سپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ امریکہ سپر پاور نہ رہے اور نہ چین و یورپ سپر پاور بن سکیں اور مسلم امہ کو اس خلا میں سپر پاور بننے کا موقع مل جائے۔

ح: امریکہ و یورپ اور امریکہ و چین میں اختلافات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و: مسلم ممالک وافراد، امریکی (ویورپی) بنکوں سے اپنا سرمایہ فوراً واپس منگوالیں۔

ز: ہر مسلم حکومت کا پہلا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ امریکی دباؤ سے نکلے اور آزاد پالیسیاں اپنائے۔ امریکہ خدا نہیں ہے۔ لیبیا اور ایران نے اس کی علی الاعلان مخالفت کی تو امریکہ نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟ لہٰذا ہر مسلم حکمران کو امریکہ کی سیادت سے انکار کر دینا چاہیے۔ جس مسلم ملک میں حکمران امریکی ایجنٹ اور پٹھو ہوں، وہاں ان کے خلاف مسلم عوام میں نفرت پیدا کی جائے تا کہ ان کی بجائے ایسے حکمران برسر اقتدار آسکیں جو امریکہ کے غلام نہ ہوں اور اسلامی ذہن رکھتے ہوں۔ اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ جو مسلم ممالک امریکہ مخالف ہیں ان کو، دیگر اختلافات سے قطع نظر، صرف اسی ایک نقطے پر متحد کیا جائے کہ وہ دیگر مسلمان ممالک سے امریکی اثرات ختم کرنے کے لیے مل کر جدوجہد کریں۔

iii۔ چین: اس امر سے ہرگز غافل نہ ہوا جائے کہ چین ہم مسلمانوں کا دوست نہیں ہے۔ آج اس کا رویہ، اپنی بعض مصلحتوں کی وجہ سے، مسلمانوں سے کچھ نرم ہے لیکن چینی ترکستان میں مسلمانوں پر مظالم، وسط ایشیائی ریاستوں میں اسلامی قوتوں کا راستہ روکنے اور روس و امریکہ کی ان ساری کوششوں کا وہ آج بھی حامی ہے جو وہ مسلمانوں کو کچلنے کے لیے کر رہے ہیں اور مستقبل میں اس کا رویہ اسی طرح اسلام دشمن ہوگا جیسے آج امریکہ اور روس کا ہے۔

iv۔ روس: کمیونزم کی شکست وریخت کے باوجود روس آج بھی دوسرے درجے کے عالمی طاقت ہے اور امریکہ و چین دونوں کی اشیر باد اسے حاصل ہے۔ چیچنیا اور تاتارستان میں مظالم، وسط ایشیائی ریاستوں میں اس کا اسلام دشمن کردار اور عالمی سطح پر یہود و ہنود و نصاریٰ کی حمایت اور اسلام دشمنی آج بھی اس کا شیوہ ہے لہٰذا اس کے خلاف مزاحمت اور اسے کمزور کرنا عالمی اسلامی غلبے کے لیے بہت ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

v۔ یورپی یونین: بالکل یہی حال یورپی یونین کا ہے اور اس کے بارے میں ہمارا رویہ بھی ویسا ہی ہونا چاہیے جیسے امریکہ، روس اور چین کے خلاف۔

vi۔ اسرائیل: اسرائیل کی ساری اچھل کود امریکہ و مغرب کے سہارے پر ہے۔ اس بارے میں بھی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ یہود اور اسرائیل مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اسرائیل کا خاتمہ ہر مسلمان کی اولین آرزو بلکہ حسرت ہے اور اس کے لیے ہر قسم کے سیاسی اور فوجی اقدامات جائز ہیں خصوصاً اسرائیل کے ہمسایہ عرب ممالک کا اسلامی بنیادوں پر حقیقی اور موثر اتحاد اور فوجی لحاظ سے ان کی مضبوطی تا کہ وہ مل کر اس کا خاتمہ کر سکیں۔

vii۔ بھارت: بھارت صرف کشمیریوں پر ہی مظالم نہیں ڈھا رہا اور اندرون ملک مسلمان اقلیت (آبادی تقریباً ۲۰ کروڑ) ہی پر ظلم و ستم نہیں کر رہا بلکہ وہ اہم اسلامی ملک پاکستان کا بھی جانی دشمن ہے اور اسے بہر قیمت ختم کرنا اور جھکانا چاہتا ہے۔ وہ اسلام دشمن قوتوں (امریکہ، روس، اسرائیل) کے ساتھ مل کر بنگلہ دیش، افغانستان اور وسط ایشیائی ملکوں کے اسلامی مستقبل کے خلاف بھی سازشیں کر رہا ہے لہٰذا اسے توڑنے اور کمزور کرنے کے لیے بھی مسلمانوں کو مشترکہ کوششیں کرنا ہوں گی۔

وضاحتیں

عالم کفر کے خلاف اقدام

ہم نے الکفر ملة واحدہ کی جو بات کی ہے اور یہ جو کہا ہے کہ امریکہ، یورپ، روس، چین، جاپان، بھارت، اسرائیل سب اسلام دشمن ہیں اور آپس میں ان کے لاکھ اختلافات ہوں، مسلمانوں کو کچلنے اور دبانے میں وہ باہم متفق ہیں، یہ تو قابل فہم ہے لیکن بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امت مسلمہ متحد نہیں اور مسلم ممالک سب کچھ دیکھنے، سمجھنے بلکہ بھگتنے کے باوجود عالم کفر کے خلاف حرکت میں آنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو درکنار ان کے خلاف زبان کھولنے پر بھی تیار نہیں تو کسی دشمن کے خلاف کوئی قدم کیسے سوچا یا اٹھایا جا سکتا ہے؟

دیکھیے! دنیا کا ہر کام ایسے ہی ہوتا ہے کہ پہلے احساس بیدار ہوتا ہے، پھر آدمی سوچنا شروع کرتا ہے، پھر جب عمل کرنے کی نیت کرتا ہے تو منصوبہ بندی کرتا ہے، وسائل وحالات کا جائزہ لیتا ہے، پھر عزم پختہ کرتا ہے اور بالآخر حرکت میں آجاتا ہے۔ اس وقت امت پر بے حسی طاری ہے، ہم اسے جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسے بتا رہے ہیں جاگو! دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔

اس مرحلے پر ضروری ہے کہ ہمارا ذہن بالکل واضح ہو کہ دشمن کون ہے؟ دوست کون ہے؟ مقصد اور ہدف کیا ہے؟ لہٰذا دوٹوک انداز میں امت کے سامنے یہ رکھنا ضروری ہے کہ دشمن کون ہے اور یہ کہ دشمن کے ساتھ دشمن جیسا ہی سلوک کیا جاتا ہے اور دشمن کے خلاف وہی منصوبہ بندی کی جانی چاہیے جو ہر فرد اور ہر قوم اپنے دشمن کے خلاف کرتی ہے۔ یہ اس کے بعد کا مرحلہ ہے کہ ہم دشمن کے خلاف عملاً کیا کر پاتے ہیں اور کیا نہیں؟ پہلے ذہن تو واضح ہونا چاہیے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حالات مایوس کن ہیں اور ہم کمزور اور دشمن طاقتور ہے اور ہم غالباً اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تو ہم تو اس مایوسی کے قائل نہیں۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ آخر کس نے ہماری تقدیر کا لکھا ہمیں پڑھ کر بتا دیا ہے کہ ہماری تقدیر میں رات کی تاریکی ہی ہے..... نہیں ہمارے مقدر میں صبح کا اجالا بھی ہے اور ان شاء اللہ وہ بہت دور نہیں ہے [اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (ھود ۱۱:۸۱)] کیا صبح قریب نہیں آن لگی؟

۳۔ دفاع

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ نوجوانوں میں روح جہاد پیدا کرنا

۲۔ مسلمان حکومتوں کو دفاع کے معاملے میں مشترکہ کوششوں پر ابھارنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کسی مسلم ملک پر کفار کے حملے اور غلبے کی صورت میں عوام کو مزاحمت کے لیے تیار کرنا۔

پبلک سیکٹر

۱۔ مسلمان ممالک کے درمیان مشترکہ دفاع کا معاہدہ کروانا جس میں کسی ایک مسلمان ملک پر حملہ سب پر حملہ تصور کیا جائے اور سب اس کے دفاع کے پابند ہوں۔

۲۔ مسلم ممالک کے مشترکہ سرمائے سے روایتی اور جدید اسلحہ سازی (تحقیق و مینوفیکچرنگ) خصوصاً ایٹمی صلاحیت، میزائل و لیزر ٹیکنالوجی، طیارہ سازی وغیرہ کے مشترکہ ادارے قائم کرنا۔

۳۔ مشترکہ بحری بیڑہ قائم کرنا جو میزائلوں، طیارہ بردار جہازوں اور ایٹمی اسلحہ سے لیس آبدوزوں پر مشتمل ہو۔

۴۔ جدید اسلحے سے لیس مسلم ممالک کی مشترکہ سریع الحرکت فوج قائم کرنا جس میں سب مسلم ممالک کے فوجی ہوں تاکہ وہ بوقت ضرورت کسی بھی مسلم ملک کی مدد کر سکے۔

۵۔ جن مسلم ممالک کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے وہ اسے دوسرے مسلم ممالک کو منتقل کریں۔

۶۔ ہر مسلمان نوجوان کو لازمی فوجی تربیت دینا

۷۔ افواج کی تربیت اسلامی نقطۂ نظر سے کرنا تاکہ ہر سپاہی اور افسر پختہ ایمان کا حامل، عملی مسلمان اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہو۔

۸۔ مضبوط فوج (بری، بحری اور ہوائی) کی تیاری جو ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس ہو۔ جو اپنوں کے لیے باعث قوت اور دشمنوں کے لیے باعث ہیبت ہو۔

وضاحتیں

فوج کا سیاسی اقتدار پر قبضہ

مسلمان ممالک میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ فوج سیاسی حکومتوں کا تختہ الٹ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برسر اقتدار آ جاتی ہے کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے؟

یہ ایک بہت افسوسناک صورت حال ہے جو بہت سے مسلم ممالک کو درپیش ہے۔ اس کا نہ کوئی اسلامی جواز ہے نہ اخلاقی۔ اسلامی لحاظ سے دیکھیے تو مسلمان حاکم قرآن کی رو سے اولی الامر ہونے کی حیثیت سے واجب الطاعت ہے (النساء ۴:۵۹) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ نے بہر طور مسلم حکمران کی اطاعت کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلم حاکم کی اطاعت کرو خواہ وہ نکٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ (۱) عربوں خصوصاً قریشیوں کے لیے کسی حبشی غلام کی اطاعت کا تصور جتنا مشکل ہوسکتا تھا اسے ذہن میں رکھ کر اس حکم کی گہرائی کا اندازہ کیجئے۔ دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا کہ حکمرانوں کی اطاعت کرو خواہ وہ تمہارے حقوق نہ بھی دیں (۲) قرآن وحدیث کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام کے فقید المثال جرنیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیف اللہ کا خطاب پانے والے مسلم سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کیا تو انہوں نے ذرا بھی چوں چرا نہیں کی اور فوراً سبکدوش ہو گئے۔

اخلاقی لحاظ سے فوجی قبضے کا اس لیے کوئی جواز نہیں کہ آج کل ہر فوجی سربراہ نے آئین کی پاسداری کا حلف اٹھایا ہوتا ہے اور سیاسی سربراہ (صدر یا وزیر اعظم) آئینی طور پر مسلح افواج کا سپریم کمانڈر ہوتا ہے اور فوجی کمانڈر کی حیثیت ایک سرکاری ملازم کی سی ہوتی ہے چنانچہ کسی مسلم ملک کی فوج کا سربراہ یا دوسرا افسر جب سیاسی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کرتا ہے تو وہ اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتا ہے، آئین کو توڑتا ہے اور اپنے سپریم کمانڈر کی حکم عدولی کرتا ہے۔ ظاہر ہے ان اخلاقی جرائم پر وہ سخت ترین سزا کا مستحق ہے نہ کہ اقتدار کا اور اگر مسلم ممالک میں عدلیہ کے ارکان اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے اور ایسے حکمرانوں کے اقتدار کو غیر آئینی قرار دے دیتے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ
۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فی طاعۃ الامراء وان منعوا الحقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا بعد میں برسر اقتدار آنیوالے سیاسی حکمران جرات کا مظاہرہ کرتے اور اقتدار پر قبضہ کرنے والے جرنیلوں کو سخت سزا دیتے تو دوبارہ کسی جرنیل کو اقتدار پر قبضہ کرنے کی جرات نہ ہوتی لیکن عدلیہ اور سیاسی حکومتوں کی بزدلی نے فوجی جنرلوں کو شیر کر دیا اور وہ جب چاہتے ہیں سیاسی حکومت کو ہٹا کر اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

دیکھا جائے تو اس وقت دنیا میں جتنی بھی سیاسی حکومتیں کامیابی سے کام کر رہی ہیں تو ان کی پشت پر اخلاق اور قانون کی طاقت ہوتی ہے لہٰذا جب ایک فوجی جنرل اقتدار پر قبضہ کرتا ہے تو وہ ہر اخلاق اور قانون کی نفی کرتا ہے۔ وہ گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ قانون اور اخلاق کوئی چیز نہیں اصل چیز طاقت ہے یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ظاہر ہے یہ جنگل کا قانون تو ہو سکتا ہے کسی مہذب سوسائٹی کا نہیں۔ لہٰذا اگر عدلیہ، پریس، دانشور، وکلاء، ٹریڈ یونین تنظیمیں، سیاسی جماعتیں، مذہبی ادارے وغیرہ اگر سب مل کر مضبوط رائے عامہ کی دیوار کھڑی کر دیں اور فوجی جنرلوں کو پتہ چل جائے کہ ساری قوم مزاحمت کرے گی تو انہیں اقتدار پر قبضہ کرنے کی ہمت نہ ہو لیکن سیاسی حکمرانوں کی کرپشن، نااہلی، آپس کی لڑائیاں، بزدل عدلیہ اور کمزور رائے عامہ بالواسطہ طور پر فوجی جنرلوں کی حوصلہ افزائی کا سبب بنتی ہے اور وہ جب چاہتے ہیں اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

اقتدار پر فوجی جنرلوں کے قبضے کا سب سے بڑا سیاسی نقصان یہ ہوتا ہے کہ ملک کا سیاسی استحکام خطرے میں پڑ جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر فوجی جنرل آمر بھی ہوتا ہے۔ اس کی عمر بھر کی ادارہ جاتی تربیت جمہوری نہیں، حکم دینے اور حکم ماننے کی ہوتی ہے۔ اس کا مزاج جمہوری ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا فوجی آمریت ملکی سیاست کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے، آئین ختم کر دیا جاتا ہے، سیاسی جماعتیں اور پارلیمنٹ توڑ دی جاتی ہے، پریس پر پابندی عائد ہو جاتی ہیں، ذرائع ابلاغ حکومت کے کنٹرول میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں سیاسی بے چینی عام ہو جاتی ہے، معیشت رک جاتی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خارجی حوالے سے ملک تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فوجی اقتدار ایک ہشت پا کی طرح ملک کی سیاسی، معاشرتی اور نظریاتی رگوں کا سارا خون چوس لیتا ہے۔

فوجی آمریت کے اسباب پر اگر ہم غور کریں تو کئی ایک ہیں مثلاً سیاسی جماعتوں کا کمزور ہونا، ان کی کرپشن، آپس کی لڑائیاں، بزدل عدلیہ، کمزور پریس، غیر مضبوط رائے عامہ اور فوجی افسروں میں حب جاہ و منصب، اقتدار کا چسکہ، فقدان اطاعت اور دنیا پرستی کے جراثیم کا ہونا۔اور ہاں! ایک بڑا سبب اسلام دشمن طاقتوں کی حوصلہ افزائی بھی ہے جس کی بظاہر صورت یہ بنتی ہے کہ اکثر مسلم ممالک جنگی اسلحہ امریکہ اور یورپی ممالک سے خریدتے ہیں۔ پھر اس اسلحے کے استعمال کی تربیت کے لیے مسلم فوجی افسران وہاں جاتے ہیں۔اس طرح فوجی حلقوں میں تعاون بڑھتا ہے جس کے نتیجے میں فریقین کے مابین باقاعدہ فوجی تربیت کے معاہدے ہو جاتے ہیں۔اس طرح جتنے بھی مسلمان ممالک ہیں ان کے اعلیٰ فوجی افسران وہ ہوتے ہیں جنہوں نے امریکہ اور مغربی ممالک میں تربیت پائی ہوتی ہے۔ان میں سے اکثر فوجی افسران دوران تربیت سی آئی اے اور دیگر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔دنیوی ترغیبات، جلد ترقی، آمدنی میں اضافہ، غیر ملکی بنکوں میں اکاؤنٹ، بچوں کی وہاں تعلیم ..... غرض بے شمار پھندے ہیں جن میں ان فوجی افسران کی اکثریت پھنس جاتی ہے۔جب بھی کوئی مسلمان سیاسی حکومت مغرب کی مرضی کے مطابق دم نہ ہلائے تو اسے سبق سکھانے کے لیے امریکی سی آئی اے اور دوسرے انٹیلی جنس ادارے حرکت میں آجاتے ہیں اور سیاسی حکومت کا تختہ الٹ کر فوجی حکومت برسر اقتدار آجاتی ہے۔

اہل مغرب کو فوجی حکومت اس لیے پسند ہوتی ہے کہ سارا معاملہ ایک فرد سے کرنا پڑتا ہے اور اسے ترغیب سے قائل کرنا یا ترہیب سے جھکانا اور ڈرانا آسان ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جمہوری حکومت سے معاملہ کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا کیونکہ اسے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے اور بہرحال رائے عامہ کا لحاظ رکھنا پڑتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لیے یہ بات ہم سب کے روزمرہ مشاہدے کی ہے کہ بظاہر جمہوریت کے نعروں کے باوجود عملاً امریکہ و یورپ کو مسلمان ممالک میں قیام جمہوریت سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ فوجی حکمرانوں کو پسند کرتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس فوجی حکومت پر بھی دباؤ ڈالنے کے لیے بعض اوقات سیاست و جمہوریت کی حوصلہ افزائی کو ایک حربے کے طور پر استعمال کر لیا جاتا ہے۔

فوجی اقتدار کے حربی نقصانات

مسلم ممالک میں فوجی جنرلوں کے برسر اقتدار آنے کے حوالے سے ہم نے اس وقت تک جو گفتگو کی وہ سیاسی حوالے سے تھی لیکن ملکی دفاع کے حوالے سے بھی اس کے نقصانات کچھ کم نہیں؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کی فوج کو اگر سیاست کا چسکا پڑ جائے تو اس کا اصل نقصان اس ملک کے دفاع ہی کو پہنچتا ہے کیونکہ اس طرح کے جو جنرل سیاسی اقتدار پر قبضہ کرتے ہیں یہ نہیں کرتے کہ فوج کو چھوڑ دیں اور صرف سیاست پر قناعت کریں بلکہ فوج چونکہ ان کی قوت کا منبع ہوتی ہے اس لیے وہ فوجی عہدہ بھی اپنے پاس رکھتے ہیں اور سیاسی بھی۔ اس سے خود فوج کا بہت نقصان ہوتا ہے مثلاً:

۱۔ فوج کی حیثیت ایک سیاسی پارٹی کی سی ہو جاتی ہے۔

۲۔ سول اداروں میں کام کرنے سے فوج میں کرپشن پھیل جاتی ہے اور فوجی افسر مال بنانے میں لگ جاتے ہیں۔

۳۔ فوج کا نظم وضبط تباہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ فوجی افسر سخت کوشی کی بجائے آرام و آسائش کے عادی ہو جاتے ہیں۔

۵۔ فوجی قیادت صرف ملکی دفاع کے لیے مختص نہیں رہتی۔ سیاسی مصروفیات کی وجہ سے وہ سارا وقت دفاع کو نہیں دے سکتی یوں ملکی دفاع کمزور پڑ جاتا ہے کیونکہ یہ اتنا بڑا اور ذمہ داری کا کام ہے کہ پارٹ ٹائم توجہ دینے سے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

۶۔ کامیاب دفاع کے لیے ضروری ہے کہ عوام فوج کا احترام کرتے ہوں، اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہوں لیکن سیاست میں دخیل ہونے کی وجہ سے اس کی یہ متفق علیہ حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ سیاست دانوں کو فوجی اقتدار ختم کرنے کے لیے عوام میں اس کے خلاف تحریک چلانی پڑتی ہے جس سے فوج کے خلاف نفرت پھیلتی ہے۔

۷۔ پھر فوجی حکمرانوں کو چونکہ ملک چلانے کی کوئی تربیت نہیں ہوتی اس لیے بلند بانگ دعوے کرنے کے باوجود وہ اکثر ناکام ہو جاتے ہیں..... ان سول حکومتوں سے زیادہ ناکام جن کی ناکامی کا ہوا دکھا کر وہ خود اقتدار میں آتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ تعلیم وتربیت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلمان حکومتوں کو توجہ دلانا کہ وہ نظام تعلیم وتربیت کو اسلامی بنیادوں پر استوار کریں۔

۲۔ مسلم کمیونٹی کو متحرک کر کے اور اس کی مدد سے جہاں تک ہو سکے مسلم ممالک میں مروج نظام تعلیم کی اصلاح کرنا اور تعلیم وتربیت کے صحیح اسلامی تصور کے مطابق تعلیمی وتربیتی ادارے قائم کرنا۔

۳۔ نیچے پبلک سیکٹر میں تعلیم وتربیت کے حوالے سے ہم نے مسلم حکومتوں کے کرنے کے جو کام گنوائے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو پرائیویٹ سیکٹر بھی انجام دے سکتا ہے۔

پبلک سیکٹر

۱۔ جدید علوم کے نصابات کی اسلامی تصور علم کے مطابق تدوین وتشکیل نو کرنا اور ضروری دینی علوم کو جدید تعلیم کا لازمی حصہ بنانا۔

۲۔ جب دینی تعلیم ایک تخصص کے طور پر دی جائے تو اس میں عصری علوم وفنون کی تفہیم کا بھی انتظام کرنا۔

۳۔ طلبہ کی تربیت وتزکیہ کو تعلیم کا لازمی جزو بنانا۔

۴۔ مغربی فکر وتہذیب کے رد وابطال کو ہر سطح کی تعلیم کے قالب وروح میں شامل کرنا۔

۵۔ مسلم معاشرے میں سو فیصد خواندگی کے لیے ہر ممکن وسیلہ استعمال کرنا (مثلاً جی ڈی پی کا ۵ سے ۱۰ فیصد تک اس غرض کے لیے مختص کرنا، مساجد کو مرکز بنانا، کمیونٹی کو اس غرض سے متحرک کرنا..... وغیرہ)۔

۶۔ پرائیویٹ سیکٹر میں تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی اور ان میں رابطے، اشتراک اور تعاون کی صورتیں پیدا کرنا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ اعلیٰ تعلیم (خصوصاً سائنس وٹیکنالوجی) میں اور جنل تحقیق کی ضمانت، حوصلہ افزائی اور اس کے لیے وافر وسائل مہیا کرنا۔

۸۔ اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اور ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلیمی اداروں میں طلبہ کی تربیت وتزکیہ کا فعال نظام قائم کرنا کیونکہ فرد ہی اجتماعیت کی بنیادی کڑی ہے اور اس کی اصلاح پر ہی سارے معاشرے کی اصلاح کا دارومدار ہے۔

۹۔ ہر شعبہ زندگی میں صحیح الفکر علما اور سکالر پیدا کرنے کے لیے ایسے تعلیمی اداروں کا فروغ جہاں رسوخ فی العلم، حریت فکر، تجربہ وتحقیق، تزکیہ وتربیت اور عصری تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کا احساس غالب ہو۔

۱۰۔ جدید تعلیم کے اس نظام کا انہدام جو ملحد مغربی فکر پر مبنی ہے اور اسلامی اصولوں پر اس کی تشکیل نو خصوصاً انگریزی ودیگر مغربی زبانوں کی بالادستی کا خاتمہ۔

۱۱۔ مسلم ممالک کے مشترکہ سرمائے سے اتنے اعلیٰ پائے کے تعلیمی وتحقیقی اداروں کا قیام خصوصاً سائنس وٹیکنالوجی کے شعبے میں جو امت کی تیز رفتار ترقی کا سبب بنیں تاکہ ہمیں اپنے بچوں کو یورپ وامریکہ نہ بھجوانا پڑے اور اگر بھجوانا پڑے تو اس امر کا انتظام کہ جو بچے وہاں جائیں، وہ وہاں کے معاشرے کو متاثر کریں نہ کہ خود وہاں سے متاثر ہو کر واپس آئیں۔

۱۲۔ تعلیم وتربیت کے شعبے میں مغرب اور اس کے ایجنٹوں اور اداروں کی مداخلت کا خاتمہ۔

۱۳۔ مندرجہ بالا اصولوں پر نصابات کی تدوین نو اور اساتذہ وطلبہ کے نظام تربیت و تزکیہ کی تشکیل جدید۔

۱۴۔ اسلامی تناظر میں اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کرنا تاکہ فن تعلیم کے علاوہ وہ یہ بھی سیکھ سکیں کہ خود اچھا مسلمان کیسے بننا ہے اور بچوں کو اچھا مسلمان کیسے بنانا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ مخلوط تعلیم کا خاتمہ اور بچیوں کے لیے ہر سطح پر الگ تعلیم کا انتظام کرنا، ان کے لیے خصوصی نصاب کی تیاری اور خصوصی تعلیمی ماحول قائم کرنا۔

۱۶۔ تعلیم کے معیار کو بلند کرنا تاکہ مسلم معاشرے کو ذہین اور لائق افراد کار میسر آسکیں۔

وضاحتیں

انگریزی زبان کی مخالفت

بعض احباب کہتے ہیں کہ آپ جب مغربی تہذیب کی مخالفت کرتے ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن جب آپ انگریزی زبان کی تدریس کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ رویہ معقول نہیں لگتا کیونکہ انگریزی اس وقت بین الاقوامی رابطے کی زبان بن چکی ہے لہٰذا اعلیٰ تعلیم کے حصول اور بزنس وغیرہ کے لیے اس کا سیکھنا ناگزیر ہے۔ اندریں حالات انگریزی سیکھنے کی مخالفت کو محض دقیانوسیت ہی کہا جاسکتا ہے؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ تاثر بالکل غلط ہے کہ ہم انگریزی زبان کی تدریس کے مخالف ہیں۔ دراصل ہم جس چیز کی مخالفت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

- انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔
- انگریزی زبان پہلی جماعت بلکہ پریپ اور نرسری سے پڑھانی شروع کر دی جائے۔
- انگریزی کو سکول کی سطح پر لازمی کر دیا جائے۔
- انگریزی کو اردو پر ترجیح دی جائے۔
- انگریزی کلچر کو پروان چڑھایا جائے۔

کیونکہ یہ ساری باتیں مسلم طلبہ اور مسلم امہ کے لیے نقصان دہ ہیں۔ جب آپ چار پانچ سال کے بچے کو سکول میں انگریزی پڑھانا شروع کرتے ہیں تو یہ اس کے ساتھ فنی اور نظریاتی دونوں لحاظ سے زیادتی ہے۔ فنی لحاظ سے اس لیے کہ بچے نے اس وقت تک کسی ایک زبان میں بھی مہارت حاصل نہیں کی ہوتی۔ زبان سیکھنے کے لیے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ بچہ پہلے کسی ایک زبان کے بنیادی اسالیب (Language Patterns) پر عبور حاصل کر لے تو پھر دوسری زبانیں سیکھے۔ ہم بچے کے ساتھ یہ زیادتی کرتے ہیں کہ بچہ گھر میں پنجابی/سندھی/پشتو/بلوچی/سرائیکی یا پوٹھوہاری بولتا ہے۔ سکول میں اسے اردو سیکھنا ہوتی ہے جو پاکستان کی قومی اور رابطے کی زبان ہے۔ پھر مسلمان ماں باپ کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ بچہ عربی زبان [کم از کم پڑھنا] ضرور سیکھ لے تاکہ وہ قرآن حکیم پڑھ سکے۔ پھر دنیا کی دیکھا دیکھی اور ماڈرن بننے کے شوق میں اسی عمر میں بچے کو انگریزی بھی شروع کرا دی جاتی ہے۔ اس طرح چار پانچ سال کے بچے پر ہم دیگر مضامین کے علاوہ چار زبانیں بیک وقت سیکھنے کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ چونکہ اس وقت تک بچے کو کسی ایک لینگوئج پیٹرنز میں بھی مہارت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے دماغ کے کمپیوٹر کا کنفیوز ہو جانا فطری ہے۔ اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا ہے کہ ہمارے ۸۰ سے ۹۰ فیصد طلبہ کسی ایک لینگوئج پیٹرن میں بھی مہارت حاصل نہیں کر پاتے اور وہ ساری زندگی کے لیے ساری زبانوں میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیے کہ اگر کسی شخص کو زبان پر ہی عبور حاصل نہ ہو تو وہ 'علم' خاک حاصل کرے گا کیونکہ 'علم' حاصل کرنے کا ذریعہ تو زبان ہے۔ لہٰذا جو شخص زبان میں کمزور ہو حتمی بات ہے کہ وہ کوئی تخلیقی کام نہیں کر سکتا، کسی علم وفن میں اعلیٰ پائے کی مہارت حاصل نہیں کر سکتا، اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتا، تحقیق نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

نظریاتی لحاظ سے دیکھیے تو یہ ضروری ہے کہ بچپن ہی میں اسلامی تعلیمات بچے کے ذہن میں راسخ کرنے کی کوشش کی جائے اور اسے ان پر عمل کی ترغیب دی جائے۔ اس صورت میں یہ مستقبل میں اس کی شخصیت کا حصہ بنیں گی اور اس کی تعمیر سیرت و کردار میں اہم رول ادا کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان اور اقامت کہو [1] جب بولنا سیکھنے لگے تو پہلے اللہ کا لفظ

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المولود یؤذن فی اذنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکھاؤ جب ذرا سمجھ دار ہو جائے تو اسے نماز کی ترغیب دو اور مسلسل دو تین سال تک ترغیب دیتے رہو۔ پھر بھی اگر وہ نماز پر پختہ نہ ہو تو اس پر سختی کر کے اسے نماز پڑھاؤ (۱) لیکن آپ جب چار پانچ سال کے بچے کو بسم اللہ اور کلمہ یاد کروانے کی بجائے A سے Apple اور B سے Ball پڑھائیں اور ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار اس سے یاد کروائیں اور کورس میں پڑھوائیں اور ساتھ ہی مغربی لباس پہننے کا حکم دیں تو سوچا جا سکتا ہے کہ اس کے ذہن و کردار کی ساخت کس صورت میں پروان پڑھے گی؟

ہم کہتے ہیں کہ یہ ہر زندہ معاشرے کا حق ہے اور اس کے نظام تعلیم کو اس کی گارنٹی دینی چاہئے کہ وہ بچے میں وہ اصول و اقدار راسخ کرے جن پر کہ وہ معاشرہ یقین رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ایک مسلمان بچے کا بھی یہ حق ہے کہ اسے اسلامی تعلیم و تربیت دی جائے تاکہ وہ مستقبل میں ایک اچھا اور باعمل مسلمان بن کر ابھرے۔ اس کی بجائے اگر آپ اسے بدیسی زبان پڑھاتے اور بدیسی کلچر اور تہذیب اس پر لادتے ہیں تو یہ اس معاشرے کے ساتھ بھی ظلم ہے اور اس بچے کے ساتھ بھی۔

تعلیمی لحاظ سے انگریزی پڑھانے کے مذکورہ بالا اقدامات کے نتائج انتہائی ہولناک ہیں لیکن ہمارے حکمران اور بیوروکریٹ، جن کے ہاتھ میں تعلیمی پالیسیاں بنانا اور انہیں نافذ کرنا ہے مغربی تہذیب کی بالادستی سے اتنے مرعوب ہیں اور اس تہذیب نے ان کی عقلیں اس طرح خبط کر دی ہیں کہ انہیں اس صورت حال کی نزاکت کا ذرا بھی احساس نہیں۔ سکول سطح پر انگریزی کو لازمی کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر بچے انگریزی میں فیل ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے (اگرچہ اس کے دوسرے اسباب بھی ہیں لیکن لازمی انگریزی بھی اس کا ایک بڑا سبب ہے) کہ پرائمری پاس کرنے تک ہمارے پچاس فیصد بچے سکول چھوڑ جاتے ہیں اور جو باقی میٹرک تک پہنچتے ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد میٹرک میں انگریزی میں فیل ہو جانے کی وجہ سے کالج میں تعلیم حاصل

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکتی۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اعلیٰ تعلیم (پوسٹ گریجوایٹ) کی شرح دو فیصد سے بھی کم ہے۔اس طرح تدریس انگریزی کو سکول کی سطح پر لازمی کر کے ہمارے بزرجمہر قوم کو جاہل بنا رہے ہیں اور شرح خواندگی میں زبردست کمی کر رہے ہیں۔

یہ ہے ان کا کارنامہ۔کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کو کس حکیم نے مشورہ دیا ہے کہ سکول سطح پر انگریزی کی تدریس لازمی کرو اور نتیجتاً قوم کو جاہل رکھو اور شرح خواندگی نہ بڑھنے دو؟ اصول کی بات تو یہ ہے کہ ثانوی (مادری اور قومی کے علاوہ دوسری) زبانیں گریجوایشن کے بعد سکھائی جائیں جیسا کہ ساری دنیا میں ہوتا ہے کہ تخصص، تحقیق اور اعلیٰ تعلیم کے لیے جس اضافی زبان کی ضرورت ہوتی ہے وہ سیکھ لی جاتی ہے یا یونیورسٹی اسے سیکھنا لازمی قرار دے دیتی ہے جیسے ایک امریکی اگر اسلام سیکھنا چاہتا ہو تو اس کے لیے عربی سیکھنا لازمی ہوگا یا انٹرنیشنل ریلشنز کا ایک امریکی طالب علم پاکستان پر تحقیق کرنا چاہے تو اس کے لیے اردو جاننا لازمی ہوگا۔اسی طرح ہمارے ہاں بھی پوسٹ گریجوایشن سطح پر بعض تخصصات میں انگریزی کی تدریس لازمی کی جاسکتی ہے۔یا چلیے آپ بہت ہی انگریزی پسند ہیں تو اسے میٹرک کے بعد لازمی کر دیجیے یا پھر میٹرک میں آپشنل (اختیاری) کر دیجیے کہ جس طالب علم نے مستقبل میں سائنس یا بزنس کے مضامین پڑھنے ہوں وہ میٹرک میں انگریزی پڑھ لے لیکن میٹرک میں انگریزی لازمی کرنے کی بہرحال کوئی تک نہیں؟

پھر انگریزی کو محض اگر ثانوی زبان کے طور پر پڑھایا جاتا تو ہمیں یا کسی اور کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا؟ لیکن ہمارے ہاں تو انگریزی کی یہ مثال ہے کہ گویا نوکرانی نے پہلے مالکن کی جگہ لی پھر صاحب خانہ کو مغلوب کیا اور اس کے بعد گھر پر بھی قابض ہوگئی۔ مطلب یہ کہ اس وقت جو حیثیت اردو کی ہونی چاہیے تھی وہ انگریزی نے سنبھال رکھی ہے۔ذریعۂ تعلیم اردو ہونا چاہیے تھا، دفتری زبان اردو ہونی چاہیے تھی، مقابلے کے امتحانوں کی زبان اردو ہونی چاہیے تھی۔ہمارے صدر اور وزیراعظم کو بیرون ملک اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندرون ملک سرکاری تقریبات میں صرف اردو بولنی چاہیے تھی لیکن ان ساری جگہوں پر اردو کی بجائے انگریزی براجمان ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اردو کو آئینی تحفظ حاصل ہے اس کے باوجود اردو کی کوئی نہیں سنتا۔ جو بھی حکومت آتی ہے اور اس میں عقل اور تعلیم سے پیدل جس شخص کو بھی وزیر تعلیم بنایا جاتا ہے وہ آکر پہلا اعلان یہی کرتا ہے کہ انگریزی پہلی جماعت سے پڑھائی جائے گی اور انگریزی کی بہت اہمیت ہے اور انگریزی کے اتنے لاکھ اساتذہ تیار کیے جائیں گے..... وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ کوئی نہیں سوچتا کہ زبان کسی ملک اور معاشرے کی پہچان ہوتی ہے۔ آپ فرانس جائیں کوئی فرانسیسی انگریزی نہیں بولے گا، اٹلی جائیں کوئی اطالوی انگریزی نہیں بولے گا، چین جائیں کوئی چینی انگریزی نہیں بولے گا لیکن کس قدر شرم کی بات ہے کہ آپ پاکستان جائیں تو ہر آدمی فخر سے انگریزی بولے گا۔ پچھلے دنوں صدر اور سپہ سالار پاکستان نے علی الاعلان کہا کہ ہمیں فخر ہے کہ ہم اچھی انگریزی بولتے ہیں۔ جی ہاں! انہیں انگریزی بولنے پر فخر ہے لیکن اردو انہیں آتی نہیں کیونکہ یہ غلام ابن غلام ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن انگریزی آج بھی ہم پر حکمران ہے۔ مغرب آج بھی ہم پر انگریزی کے ذریعہ حکومت کر رہا ہے۔

ہماری یہ بات ہرگز مبالغے پر مبنی نہیں کیونکہ ہر زبان کسی نہ کسی مخصوص تہذیب اور کلچر کی نمائندہ ہوتی ہے۔ برصغیر میں اردو کی پہچان مسلمانوں سے اور ان کی تہذیب، تمدن، ثقافت اور مذہب سے ہے۔ ہندی صرف ایک زبان نہیں وہ ہندوؤں کی زبان ہے اور ہندو تہذیب اور کلچر کی نمائندہ ہے۔ اسی طرح انگریزی محض ایک زبان نہیں وہ ایک مخصوص تہذیب اور کلچر کی نمائندہ ہے جو اپنی فکر اور روح میں غیر اسلامی بلکہ اسلام دشمن ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ انگریزی نافذ کر دیں تو اس کے ساتھ الحاد نہ آئے، مغربی تہذیب و تمدن نہ آئے۔ زبان ایک سواری (Vehicle) ہوتی ہے وہ جہاں بھی جاتی ہے اس کا سوار (اس کی فکر اور تہذیب) اس کے ساتھ جاتا ہے۔ اگر ہماری بات کا یقین نہ آئے تو پاکستان کی گلی گلی میں کھلے انگلش میڈیم سکولوں کا جا کر جائزہ لے لیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انگریزی آئے نہ آئے نصاب پڑھایا جاتا ہے آکسفورڈ کا چھپا ہوا، لڑکوں کے لیے پینٹ بشرٹ نکٹائی اور بوٹ پہننا لازمی ہیں۔ لڑکیوں کو سر پر دوپٹہ یا سکارف لینے کی اجازت نہیں ضروری ہے کہ وہ وی (V) کی شکل میں گلے میں لٹکایا جائے۔ پھر لڑکیاں لڑکے اکٹھے پڑھتے ہیں۔ استانی صاحبہ کے اپنے بال کٹے ہوتے ہیں۔ یہ ہے ایک اسلامی ملک کی تعلیم کا نقشہ۔ ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انگریزی یا کوئی بھی دوسری زبان اگر بحیثیت ثانوی زبان سیکھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اسے قومی زبان کی جگہ دے دی جائے تو پھر اس قوم کی شناخت گم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ قوم فکر و کردار کے بحران کا شکار ہو جاتی ہے جیسا ہم پاکستانیوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

جب ہم انگریزی کو قومی زبان کی جگہ دینے کے نقصانات کی بات کر رہے ہیں تو ہم اس بات کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو قوم اپنی زبان چھوڑ کر کسی بدیسی زبان کو اپنانے کی کوشش کرتی ہے تو بشمول دیگر نقصانات کے اس کا ایک عظیم نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم تخلیقی اور تحقیقی لحاظ سے بانجھ ہو جاتی ہے کیونکہ ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ ہر آدمی اپنی مادری زبان میں سوچتا ہے لہٰذا کسی معاشرے کے افراد جوں جوں اپنی زبان سے دور ہوتے ہیں اور کسی دوسری زبان میں وہ اتنی مہارت حاصل نہیں کر پاتے جتنی کہ وہ اپنی زبان میں کرتے، اتنے ہی وہ اعلیٰ معیار (Excellence) سے دور ہوتے جاتے ہیں اور تخلیقی اور تحقیقی لحاظ سے بانجھ ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے دیکھتے جاپان نے ترقی کی ہے جاپانی زبان اپنا کر، جرمنی نے ترقی کی ہے جرمن زبان کو اپنا کر، چین ترقی کر رہا ہے چینی زبان اپنا کر لیکن ہمارے غلام ابن غلام حکمران اور ماہرین تعلیم کہتے ہیں تم ترقی کرو گے انگریزی پڑھ کر۔ نتیجہ یہ ہے کہ پچھلے پچاس سالوں میں ہم نے بلاشبہ ترقی کی ہے لیکن کس چیز میں؟ ناخواندگی میں، کرپشن میں، قرضوں میں، ذلت و رسوائی میں اور ہر طرح کے تنزل میں۔

بات کو سمیٹتے ہوئے ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم بحیثیت ایک ثانوی زبان کے انگریزی زبان کی تدریس کے ہرگز خلاف نہیں ہیں۔ ہم صرف انگریزی زبان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلبے کے خلاف ہیں کیونکہ یہ فکری اور تہذیبی غلبے پر منتج ہوتا ہے۔ بلکہ ہم تو اس بات کے حامی ہیں کہ ہمارے اہل فکر و نظر کو خصوصاً علماء اور اسلامی سکالرز کو انگریزی ضرور پڑھنی چاہیے تاکہ وہ مغربی فکر و تہذیب کا براہ راست مطالعہ کر سکیں اور اس کے نقائص اور ممیزات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ جائیں تاکہ ان کے مقابلے میں وہ اسلامی نقطۂ نظر کو زیادہ موثر انداز میں تقابلی مطالعے کے ساتھ پیش کر سکیں۔

مغربی سائنس و ٹیکنالوجی کی مخالفت

کیا آپ مغرب سے سائنس و ٹیکنالوجی لینے کی بھی مخالفت کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ؎

ہم دعا لکھتے رہے اور وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

ہم تو چاہتے ہیں کہ مسلمانان عالم سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کریں بلکہ ہر میدان میں ترقی کریں اور یہ کتاب تو ہے ہی خاص اس موضوع پر لہٰذا اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی ہم پر یہ الزام لگائے کہ ہم سائنس و ٹیکنالوجی کی مخالفت کرتے ہیں البتہ ہم جس چیز کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کیا ترقی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک پسماندہ قوم ایک برتر تہذیب کی پیدا کردہ سائنس و ٹیکنالوجی کی نقالی کر لے یا مزید صحیح لفظوں میں اس کی پیدا کردہ سائنس و ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے لگے؟ ہمارے خیال میں کوئی صاحب عقل آدمی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا سوائے ان لوگوں کے جو نہایت سطحی سوچ رکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنس و ٹیکنالوجی اہم ہیں لیکن ہماری طالب علمانہ رائے میں وہ عوامل سائنس و ٹیکنالوجی سے بھی زیادہ اہم ہیں جو سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ ہمیں پھر ایک عوامی شعر یاد آ گیا ؎

تیری آرزو ہے تیری آرزو ہو پوری
میری آرزو ہے تیری آرزو بدل جائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غور فرمایے کہ ہم نے ترقی کے معروضی عوامل پندرہ گنوائے ہیں اور سائنس و ٹیکنالوجی کو ان میں تیرھویں نمبر پر رکھا ہے۔ ایک سطح بیں آدمی ہوتا تو سائنس وٹیکنالوجی کو پہلے نمبر پر رکھتا لیکن ہم پوری کوشش کے باوجود اسے ایک نمبر بھی اوپر نہیں لے جا سکے۔ بلاشبہ سائنس وٹیکنالوجی اہم ہے اور اس کے بغیر ہمارے زمانے میں ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کی جا سکتی ہے جب تک تعلیم عام نہ ہو اور تعلیم کا معیار اونچا نہ ہو، جب تک تحقیقی ادارے نہ ہوں اور کیا تعلیم و تحقیق کے لیے کثیر فنڈز مختص کیے جا سکتے ہیں جب تک قوم کے پاس وافر پیسہ نہ ہو اور کیا وافر پیسہ آ سکتا ہے جب تک منصوبہ بندی نہ ہو اور جب تک کسی ملک میں سیاسی استحکام نہ ہو۔ اور استحکام کیسے آ سکتا ہے جب تک لوگ کسی اصول ضابطہ کے پابند نہ ہوں اور کوئی نظریہ ایسا نہ ہو جو لوگوں کے اندر کے تخلیقی جوہر کو ابھارے۔ غرض آپ غور کرتے جائیں تو اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی ضروری ہے لیکن یہ ترقی ہوا میں نہیں ہو سکتی۔ یہ چند عوامل کے مجموعے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہم خواب تو دیکھتے ہیں سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کے لیکن ان عوامل کو اہمیت دینے کو تیار نہیں جو ترقی کا باعث بنتے ہیں۔

یہ بات نہایت مطلوب ہے کہ مسلم ممالک سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کریں لیکن یہ ترقی اس طرح نہیں ہوگی کہ مسلمان مغربی سائنس وٹیکنالوجی کی نقالی کرتے رہیں یعنی وہ اپنے سائنس دان ٹریننگ کے لیے مغرب بھیجیں جہاں وہ ان مشینوں اور آلات کو استعمال کرنا سیکھ آئیں جو مغرب نے ایجاد کیے ہیں پھر چند سال بعد مغرب مزید ایجادات کر لے گا تو آپ پھر اپنے ٹیکنیشن وہاں بھیجیں گے۔ اس طرح تو آپ تا قیامت مغربی سائنس وٹیکنالوجی کی پیروی ہی کرتے رہیں گے اور محض اس کی ٹیکنالوجی استعمال کرتے رہیں گے۔ ہم جو بات کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کو ایسی پالیسیاں اپنانی چاہئیں کہ وہ سائنس وٹیکنالوجی میں مغرب کے مدمقابل ہوں بلکہ اس سے آگے نکل جائیں ..... ممکن ہے ہماری اس بات پہ کچھ لوگ مسکرائیں لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں کہ یہ خواب وخیال کی باتیں نہیں، یہ عملاً ممکن ہے بشرطیکہ ہماری بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔ دیکھیے! اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا بہت بڑی بات ہے لیکن ہم اس سے آگے کی بات کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ تُو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟ دیکھیے مغرب نے جو ترقی کی ہے اس کی منطقی اساس ہے اس کے نظریۂ حیات کے ساتھ اس کی کمٹمنٹ۔ ہمیں سائنس وٹیکنالوجی میں مغرب سے آگے نکلنے کے لیے بہت تیز دوڑنا ہوگا، اس سے بھی تیز، مزید تیز اور اس کی ایک ہی منطقی اساس ہوسکتی ہے اور وہ ہے ہمارے نظریۂ حیات کے ساتھ ہماری کمٹمنٹ۔ صرف یہی چیز ہماری طاقت کا منبع ہے۔ امت مسلمہ خصوصاً اس کے حکمران ابھی تک بھول بھلیوں میں گم ہیں، صراط مستقیم ان پر واضح ہی نہیں ہو رہی، ان کی نظر بس یہیں تک جاتی ہے کہ ترقی کرنا ہے تو مغرب کی پیروی کرو۔ ہم کہہ رہے کہ عزیزم! یہ رستہ ترکستان کو جاتا ہے کعبے کو نہیں۔ آخرت کی کامیابی تو رہی ایک طرف، ہم کہہ رہے ہیں کہ تم دنیا میں بھی اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے، سائنس وٹیکنالوجی میں بھی اس وقت تک پیش رفت نہیں کر سکتے جب تک تم اپنے دین سے نہیں جڑ جاتے، جب تک تم اپنی تہذیب سے وابستہ نہیں ہو جاتے۔ یہ جڑنا تمہیں وہ طاقت دے گا جس سے تم تیز دوڑ سکو گے، اور تیز، اور تیز، مغرب سے بھی تیز.....یالیت قومی یعلمون [کاش میری قوم جان سکتی]۔

ممکن ہے کوئی صاحب کہیں کہ آپ دلائل دیتے دیتے جذباتی ہو گئے ہیں اور دلائل پیچھے رہ گئے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ جذباتی پن خود بھی ایک دلیل ہے..... بشرطیکہ کوئی غور کرے۔

تزکیہ وتربیت مگر کیسے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعلیم کے ساتھ تربیت اور تزکیے پر آپ کا اصرار بجا لیکن جب مسلم روایت میں تزکیے کا ذکر آتا ہے تو ہمارے ذہن میں تصوف کے حوالے سے ایک مرشد اور ایک مرید کا تصور ابھرتا ہے، اوراد واذکار کی جھلک نظر آتی ہے جس میں بسا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوقات قوالیوں کی جھنکار اور دھمال کی دھمک بھی سنائی دیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ تعلیمی اداروں میں تزکیے اور تربیت کی بات کرتے ہیں تو اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟

ہم کہتے ہیں کہ یہ سوال بلاشبہ اہم ہے اس لیے کہ ہمارے عہد میں بدقسمتی سے تعلیم کو تربیت سے جدا کر دیا گیا ہے۔ اب تعلیم کا مقصود محض علم حاصل کرنا سمجھا جاتا ہے بلکہ علم حاصل کرنا بھی دور کی بات ہے محض ڈگری لینا لوگوں کے پیش نظر ہوتا ہے تاکہ ملازمت مل جائے اور آدمی دال روٹی کے قابل ہو جائے۔ ظاہر ہے اکتساب رزق بھی مقاصد شریعت میں سے ہے لہٰذا یہ مذموم نہیں لیکن یہ سمجھنا کہ تعلیم سے مقصود صرف ڈگری حاصل کرنا اور روزگار کے قابل ہو جانا ہے، نہایت بے عقلی کی بات ہے۔

قرآن حکیم سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم کا مقصود ہے تزکیۂ نفس یعنی تعمیر شخصیت یا تعمیر سیرت و کردار۔ جب تعلیم کتاب و حکمت وسیلہ ہوں تزکیے کا تو ظاہر ہے کہ یہ تزکیہ سراسر نتیجہ ہوگا قرآنی تعلیمات کا۔ لہٰذا تعلیم جب بھی صحیح معنوں میں قرآن پر مبنی ہوگی اس کے نتیجے میں نفس کا تزکیہ ضرور ہوگا۔ مطلب یہ کہ اسلام میں تعلیم کا حقیقی مقصود ہے تزکیۂ نفس یا سیرت و کردار کی ایسی تعمیر جو اطاعت الٰہی پر منتج ہو۔

اب ہمارے موجودہ تعلیمی نظام میں جو ہم نصابی یا غیر نصابی سرگرمیاں پائی جاتی ہیں ان کا زیادہ سے زیادہ ہدف چند بنیادی اوصاف کی نمود ہے جیسے صفائی، نظم و ضبط، قوت ابلاغ وغیرہ اور اس میں بھی بوجوہ وہ ناکام ہے جبکہ اسلام میں تزکیے کا ہدف ہے ساری انسانی صلاحیتوں اور توانائیوں کی ایسا نمود جو اطاعت الٰہی پر منتج ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ جب نہ ہمارا نظام تعلیم پوری طرح اسلامی ہے اور نہ اس کا ہدف اسلامی معنوں میں تعمیر سیرت و کردار ہے تو پھر موجودہ تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ کیسے نکل سکتا ہے کہ اس نظام تعلیم کے تیار کردہ افراد اچھے اور باکردار مسلمان ہوں اور ان کی زندگی اطاعت رب کا نمونہ ہو؟

اس میں شک نہیں کہ ماضی میں جب تعمیر سیرت و کردار کے حوالے سے مسلمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں خرابیاں پیدا ہوئیں تو اس امر کی اصلاح کے لیے تصوف کا ادارہ وجود میں آیا۔ تفصیلات سے قطع نظر اس ادارے کی اصلاحی حکمت عملی کی اساس دو نکات پر مبنی تھی: ایک صحبت صالح اور دوسرے کثرت ذکر۔ یہ دونوں اصول جو قرآن وسنت سے مستنبط ہیں اصلاح نفوس میں بہت کارگر ثابت ہوئے اور انہوں نے کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کو بدل ڈالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ نظام بڑوں کے لیے تھا، نہ کہ نسل نو کے لیے۔ اب یہ بات ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ ہم انتظار کریں کہ ہمارے بچے بڑے ہو جائیں اور وہ بگڑ جائیں تو پھر ہم تصوف کے اصولوں کے مطابق ان کی اصلاح کی کوشش کریں بلکہ عقل عام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بچپن ہی میں اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ بڑے ہو کر باعمل اور باکردار مسلمان بنیں۔

یہ کام اس طرح ہو سکتا ہے کہ نظام تعلیم سے متعلق ہر فرد اس کار خیر میں لگ جائے لیکن یہ کام عملاً کیسے ہو؟ اس غرض سے پہلے ہم کچھ اصولی باتیں عرض کریں گے اور پھر کچھ عملی تجاویز دیں گے:

تربیت: چند اصولی باتیں

۱۔ مؤثر تربیت کے لیے ناگزیر ہے کہ بچے کو فکر و نظر کی یکسوئی میسر ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سکول میں جو کچھ استاد اسے بتائے اور عمل کرنے کو کہے، اس کے والدین اس کی تصویب و تائید کریں۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ بچے کی مثبت تربیت نہ ہو سکے گی بلکہ بھلائی اور برائی کی اس کشمکش کے اس پر منفی اثرات بھی مرتب ہوں گے مثلاً اگر استاد ایک بچے کو سمجھائے کہ ٹی وی کے آگے بیٹھ کر فضول وقت ضائع نہیں کرنا اور والدین روزانہ رات دو تین بجے تک فلم دیکھیں اور بچہ بھی ان کے پاس بیٹھ کر فلم دیکھے تو ظاہر ہے بچے کی مثبت تربیت نہ ہو سکے گی۔ اس کا سیدھا حل تو یہ ہے کہ بچہ سکول کے پاس چوبیس گھنٹے رہے تاکہ سکول اس پر اپنا رنگ چڑھا سکے لیکن اگر سکول اقامتی نہ ہو (جیسا کہ عام طور پر ہمارے سکول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں) اور والدین بچے کے معاملے میں استاد سے تعاون بھی نہ کریں تو استاد پر گویا دوہری ذمہ داری آن پڑے گی کہ وہ بچے کی تربیت بھی کرے اور اس کے والدین کی بھی اور جس طرح کے حالات ہمارے معاشرے کے ہیں اس میں استاد کی کامیابی کے امکانات محدود ہیں۔

۲۔ دین بچے کو پرکشش بنا کر پیش کیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ کام صرف استاد ہی کر سکتا ہے۔ ایک استاد بچے کے لیے دین کو پرکشش کیسے بنا سکتا ہے؟ اس کے دو طریقے ہیں: ایک تو یہ کہ وہ خود دین پر عمل کرے (محض وعظ و نصیحت نہ کرے) اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کرے کہ وہ بچے کے لیے مخلص اور خیر خواہ ہے۔

اگر کسی استاد میں یہ دو خوبیاں ہوں تو لامحالہ بچہ اس سے متاثر ہوگا اور اس کے اندر آمادگی پیدا ہوگی کہ وہ اپنے استاد کو نمونہ (ماڈل) سمجھ کر دل سے اس کی پیروی کرے۔ ظاہر ہے تربیت کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ بچہ استاد کو ماڈل سمجھے لیکن خود استاد کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ سچ مچ بچوں کے لیے ماڈل بن گیا ہے کیونکہ جس وقت عملاً وہ خود کو ماڈل سمجھے گا اسی وقت سے اس کا اخلاقی زوال شروع ہو جائے گا اور وہ بچوں کے لیے ماڈل نہیں رہے گا۔

۳۔ اگر گھر اور سکول میں بچے کی تربیت پر اتفاق نہ ہو اور استاد بھی بچے کے لیے دین کو پرکشش بنا کر پیش نہ کر سکے تو گویا ان دونوں سطحوں پر ناکامی کے بعد اب بچے کے لیے، تربیتی لحاظ سے، پیر ٹکانے کا آخری موقع یہ ہے کہ اسے جو تعلیم دی جائے اور جو مواد تدریس اس کے لیے تیار کیا جائے وہ صحیح اور مناسب ہو۔ صحیح اور موزوں تدریسی مواد (نصاب) وہ ہوتا ہے جس میں تین خوبیاں ہوں: ایک یہ کہ وہ ڈائریکٹ ہو، براہ راست ہدف کو چھوئے اور واسطوں میں نہ الجھے۔ دوسرے یہ کہ سادہ ہو، کہ ثقالت الجھاؤ پیدا کرتی اور قوت تاثیر کو کند کرتی ہے اور تیسرے یہ کہ وہ Relevant ہو، غیر متعلق چیزوں میں نہ الجھے۔ اگر مواد تعلیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یہ تین خوبیاں ہوں تو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ دیگر موثرات تربیت کی غیر موجودگی میں محض یہ مواد تدریس شائد تربیت تو نہ کر سکے تاہم بچے کے اندر ایک خفتہ صلاحیت (Potentia) ضرور پیدا کر دے کہ کل کلاں زندگی میں جب بھی تربیت کے لیے موافق ماحول اسے ملے تو یہ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح شعلۂ جوالہ بن جائے اور اس کی مکمل اصلاح پر منتج ہو۔

ان اصولوں کی بنیاد پر جب طلبہ کے لیے تربیت کا ایک پیکیج بنایا جائے تو ایسا کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے:

۱۔ تعلق کی اساس کو مضبوط بنایا جائے

۲۔ بچے میں عمل کے لیے آمادگی پیدا کی جائے

۳۔ اسے دین کا مکمل تعارف کروایا جائے

۴۔ اسے عملی کاموں میں ڈالا جائے یعنی تربیت کی بنیاد حکم کی بجائے شراکت (Participation) ہو اور اس میں ترجیح عبادات کی بجائے اخلاق و معاملات کو ہو، خاص کر دفع منکرات کو۔

۵۔ بہتر یہ ہے کہ معلم ہی مربی ہو اور اسے تربیت کے لیے کافی وقت دیا جائے جیسے ایک پریڈ روزانہ۔

۶۔ علم کی مختلف سطحوں کے لحاظ سے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مبتدی کے لیے دین کو پرکشش بنانا چاہیے، متوسط کے لیے دین کو اس کی ضرورت بنانا چاہیے اور منتہی کو حقائق کے فہم اور عملی نفاذ کی جزئیات سے واقف کروانا چاہیے۔

تربیتی پیکیج

ان اصولوں کی بنیاد پر تربیت کے لیے ایک عملی پیکیج بنانا چاہیے۔ یہ پیکیج کیا ہونا چاہیے اور کیسا ہونا چاہیے؟ ہم نے اس کے لیے 'تعلیمی ادارے اور کردار سازی' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس پیکیج کے حوالے سے ۳۱ عملی تدابیر دی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ چند اہم باتوں کی طرف ہم یہاں بھی اشارہ کیے دیتے ہیں:

۱۔ اس کام کی پیشگی شرط (Pre-requisite) یہ ہے کہ تعلیمی ادارے کی انتظامیہ کا تصور تربیت واضح ہو، وہ اسے اہمیت دیتی ہو اور اس کے لیے ہر قسم کے اقدامات کرنے کے لیے خوش دلی سے تیار ہو۔

۲۔ بہتر یہ ہے کہ تعلیمی ادارہ اقامتی ہو یا صبح سے شام تک کا ہو تاکہ طلبہ زیادہ سے زیادہ وقت تعلیمی ادارے میں صرف کریں اور تعلیمی ادارہ جو رنگ ان کی شخصیت میں بھرنا چاہتا ہے وہ بھر سکے۔ اگر تعلیمی ادارہ صرف ڈے سکالرز پر مشتمل ہو یعنی طلبہ تعلیم سے فراغت کے بعد دوپہر کو گھروں کو واپس چلے جاتے ہوں تو ادارے کو والدین سے قریبی رابطہ رکھنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ ہمارے ہاں عمومی تصور یہی ہے کہ والدین بچے کو تعلیمی ادارے میں بھیج کر بھول جاتے ہیں کہ انہیں سکول سے رابطہ بھی رکھنا ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں:

۱۔ داخلے اور انٹرویو کے وقت والد کا ساتھ ہونا ضروری ہو۔

۲۔ سکول فیس ہر ماہ والد سے وصول کی جائے، بچے سے نہیں۔

۳۔ بچے کی تربیت کے بارے میں ماہانہ رپورٹ والدین کو ارسال کی جائے۔

۴۔ کلاس ٹیچر روزانہ ایک والد سے ملاقات کرے۔ اس طرح ہر بچے کے والد سے اس کا رابطہ رہے گا جس میں بچے کی تربیت کے مسائل زیر بحث آئیں گے۔

۵۔ یوم والدین کا انعقاد باقاعدگی سے کیا جائے۔

اس طرح اغلب یہ ہے کہ سکول بچے کی تربیت کے ساتھ ساتھ اس کے والدین پر بھی اثر انداز ہو سکے گا۔

۳۔ تعلیمی ادارے کی انتظامیہ اگر طلبہ کی تربیت کرنا چاہتی ہے تو اس کی کامیابی کا زیادہ تر انحصار اس امر پر ہے کہ اس کے پاس موزوں اساتذہ ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا نہیں۔ موزوں اساتذہ عام طور پر تیار شدہ نہیں ملتے۔ اس لیے انتظامیہ کو اپنی پسند کے اساتذہ خود تیار کرنا ہوں گے۔ اس کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ تازہ گریجوایٹس میں سے چند سلیم الفطرت، ذہین اور محنتی نوجوانوں کا انتخاب کر لیا جائے پھر خود ان کی تربیت کی جائے۔ اگر سربراہ ادارہ/صدر معلم یہ کردار ادا کر سکے تو بہت خوب ورنہ ایک ماسٹر ٹرینر یا چیف مربی کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔ جوان اساتذہ کی تربیت کرے اور تدریس کی پیشہ ورانہ اور فنی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو اس چیز کی تربیت بھی دے کہ خود اچھا مسلمان کیسے بننا ہے اور بچوں کو اچھا مسلمان کیسے بنانا ہے؟ اس کے لیے عمل تدریس کی ابتدا سے پہلے کچھ کل وقتی (Full time) تربیت درکار ہوگی اور اس کے بعد تربیت دوران کار (On the job training) کا عمل مسلسل جاری رکھنا ہوگا۔

۴۔ پاکستان میں مروج نصاب تعلیم اسلامی تربیت کے حوالے سے موزوں نہیں ہے تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ اس نصاب میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں:

- یہ وحدت فکر سے عاری ہے اس کے جدید مضامین کی اساس مغربی تصور علم ہے البتہ کہیں کہیں اسلامی تصورات کا پیوند لگایا گیا ہے جو بالکل ناکافی اور نامکمل و بے جوڑ ہے۔
- اسلامی علوم جو الگ سے پڑھائے جاتے ہیں وہ اپنے کیف و کم (Quantity and Quality) دونوں لحاظ سے قطعاً ناکافی ہیں۔

اسلامی تربیت کا تصور اس میں موجود نہیں۔

دینی تعلیم میں تخصص کے جو پرائیویٹ مدارس ہیں، وہاں معاصر علوم سے شناسائی کا بھی گزر نہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ نصاب میں وحدت فکر پیدا کی جائے۔ اسلامی تصور علم کی بنیاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر سارے علوم کی تدوین نو کی جائے، اس میں تربیت کو وہ اہمیت دی جائے جس کی وہ متقاضی ہے تا کہ ایک یکسو مسلم شخصیت پروان چڑھ سکے۔ ظاہر ہے یہ حکومتوں کے کرنے کا کام ہے یا کم از کم اس کے لیے ایک بہت بڑا ادارہ چاہیے تاہم جب تک یہ کام نہیں ہوتا ایک مسلم تعلیمی ادارہ یہ تو کرسکتا ہے کہ اس کے اساتذہ ان خامیوں کی نشاندہی کرلیں جو ہر کلاس کے ہر مضمون میں پائی جاتی ہیں اور پھر وہ حتی المقدور اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ نصاب کی خامی ایک اچھا استاد پوری کرسکتا ہے جبکہ استاد کی خامی اچھا نصاب پوری نہیں کرسکتا۔

۵۔ تعلیمی ادارے کی انتظامیہ اور اساتذہ مل کر بچوں کی اسلامی تربیت کیسے کریں گے اور اس کے لیے موزوں ماحول کیسے پیدا کریں گے؟ اس کے لیے مندرجہ ذیل اشارات سامنے رکھے جائیں:

ا۔ تعلیمی ادارے میں تربیت کا نیٹ ورک قائم کیا جائے یعنی ہر کلاس میں ایک استاد مربی اور طلباء کا ایک نمائندہ مربی ہو۔ پھر سارے سکول کا ایک چیف مربی ہو جو بہتر ہے کہ سکول کا منتظم یا صدر معلم ہو۔

یہ کمیٹی سارے سال کے لیے ایک تربیتی پیکیج تیار کرے، ہر ماہ اس پروگرام پر عمل درآمد کا جائزہ لے۔ ہر ہفتے مسائل کا شکار بچوں (Problem Kids) کے لیے اس کے خصوصی اجلاس ہوں وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ تربیت کے دو حصے کرنے ہوں گے اور دونوں کو توجہ دینی ہوگی۔ ایک بنیادی انسانی اوصاف کی نمود جیسے صفائی، محنت، ڈسپلن، قوت ابلاغ وغیرہ دوسرے اسلامی اخلاق وعبادات کی تربیت جیسے نماز پڑھنا، کھانے کے آداب، دیانت، صدق وغیرہ۔

۳۔ سختی کی بجائے نرمی اور سزا کی بجائے شفقت کا اصول اپنایا جائے۔ اگر پہلے آمادگی پیدا کرلی جائے تو عمل کروانا آسان ہو جاتا ہے اور اگر حکم کی بجائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شراکت کا اصول اپنایا جائے تو عمل کے کیف وکم میں لازماً اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ اخلاق حسنہ کے اپنانے اور بری عادتوں سے بچنے کے ہفتے منائے جائیں مثلاً سکول میں ایک ہفتہ بھر یہ پروگرام چلے کہ کسی کو گالی نہیں دینا۔ صباحی خطابات میں یہی بات آئے، سکول میں جگہ جگہ اس کے بینرلگ جائیں، ہوسٹل میں بھی کتبے لگیں، اس موضوع پر بزم ادب کی طرف سے تحریری اور تقریری مقابلہ ہو، سکول میں چارٹ بنیں، روزانہ رپورٹ لی جائے کہ کس کلاس کے کس بچے نے پچھلے چوبیس گھنٹے میں گالی دی ہے؟ غرض سارا سکول پورا ہفتہ اس بری عادت سے بچنے کی عملی مشق بن کر رہ جائے۔ اسی طرح ہر اخلاقی خوبی کو اپنانے اور ہر بری عادت کو چھڑوانے کے ہفتے منائے جائیں۔

۵۔ سکول میں عملی تربیت کے مواقع مہیا کیے جائیں مثلاً نماز کے وقت سکول میں بچوں سے عملاً نماز پڑھوائی جائے، ان کو وضو کرنا سکھایا جائے۔ کھانے کا وقت ہو تو اسلامی آداب کے مطابق کھانا کھانا سکھایا جائے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے اور بعد کی دعا پڑھنے کی مشق عملاً کروائی جائے۔ اس طرح ساری قرآنی و مسنون دعائیں بچوں کو یاد کرائی جائیں اور ان پر عمل کی رپورٹ ان سے لی جائے۔

۶۔ تربیتی نگرانی کی غرض سے ہر بچے کی فائل کھولی جائے جس میں اس کے اخلاق و کردار سے متعلق تفصیلات ہوں۔ بوقت ضرورت بچے کے والدین سے رابطہ کیا جائے۔ مربی استاد بچے کے والدین کو سکول بلائے اور بچے کی تربیت کے مسائل پر ان سے مشاورت کرے اور ان کی مدد سے ان مسائل کو حل کرے۔ تربیت کی سالانہ جانچ (Evaluation) میں بھی اس فائل سے مدد لی جائے۔

۷۔ جو بچے اعلیٰ اخلاقی کردار کا مظاہرہ کریں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں انعامات دیے جائیں۔ جو بچے اخلاق و آداب میں کمزور ہوں ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ کم از کم مطلوب معیار تک پہنچ سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جس طرح باقی سارے تدریسی مواد کا امتحان ہوتا ہے اسی طرح تربیت کا بھی امتحان ہو، اس کا بھی ریکارڈ رکھا جائے، اس کے بھی نمبر لگائے جائیں، اسے لازمی مضمون سمجھا جائے اور بچوں اور ان کے والدین پر واضح کر دیا جائے کہ اس پرچے میں فیل ہونے والا بچہ کلی طور پر فیل سمجھا جائے گا خواہ وہ سارے تدریسی مضامین میں پاس ہی کیوں نہ ہو۔ تربیتی امتحان کے لیے متعدد طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

سطور بالا میں ہم نے بچوں کی تعمیر سیرت و کردار کے لیے محض چند اصولی اقدامات کا ذکر کیا ہے ان اصولوں کی بنیاد پر ہر سطح کے تعلیمی ادارے کے لیے تربیت کا تفصیلی اور قابل عمل پیکیج تیار کیا جا سکتا ہے اور اس پر عمل درآمد کروایا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر استاد اور تعلیمی ادارے کی انتظامیہ کو یہ احساس ہو کہ اس نے بچوں کی تربیت کرنی ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق کرنی ہے تو یہ کام کوئی ایسا ناممکن نہیں۔ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کو احساس ہی نہیں کہ اسلامی تربیت بھی کرنے کا کوئی کام ہے اور یہ استاد اور تعلیمی ادارے کی اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے۔

۵۔ معیشت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم حکمرانوں کو توجہ دلانا کہ وہ اپنی معیشت کو اسلامی بنیادوں پر استوار کریں۔

۲۔ ایسے علمی، تحقیقی اور تعلیمی ادارے قائم کرنا جہاں اعلیٰ پیمانے پر اسلامی معیشت کی تدریس و تحقیق کا انتظام ہو اور دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ اسلامی معاشی اصول آج بھی قابل عمل ہیں اور دنیا کا ہر مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔

۳۔ ملکی قوانین کے تحت جو معاشی ادارے قائم کیے جا سکتے ہوں وہ قائم کرنا مثلاً بلاسود بنک، تجارتی کمپنیاں، زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کا انتظام..... وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پبلک سیکٹر

۱۔ خود انحصاری کی پالیسی اپنانا اور یہود و نصاریٰ کے مالیاتی اداروں اور سودی قرضوں کے چنگل سے نکلنا۔

۲۔ تمام مسلم ممالک کی ایک مشترکہ معاشی اور مالیاتی پالیسی بنانا خصوصاً دنیا کے جن حصوں میں وہ تجمعات (گروپوں) کی صورت میں ہیں، وہاں وہ لازماً مشترکہ منڈیاں بنائیں، کرنسی بھی ایک کر دیں ..... وغیرہ وغیرہ جیسے افریقی ممالک، عرب ممالک، مشرق بعید کے ممالک، وسط ایشیائی ممالک وغیرہ۔

۳۔ مسلم ممالک کی ایک مشترکہ مضبوط کرنسی تاکہ کسی مسلم ملک کو ڈالر، یورو وغیرہ سے اپنی کرنسی ملحق نہ کرنی پڑے۔

۴۔ مسلم ممالک کے ایک مشترکہ مستحکم بنک کا قیام جس میں مسلم افراد/اداروں/ حکومتوں کا سرمایہ محفوظ رہے اور انہیں اس کے لیے امریکی و یورپی بنکوں سے رجوع نہ کرنا پڑے۔

۵۔ مختلف مسلم ممالک کے صنعتکار مل کر ایسی ملٹی نیشنل کمپنیاں بنائیں جو ساری اسلامی دنیا میں کام کریں اور غیر مسلم ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جگہ لیں۔

۶۔ مسلم ممالک کو درکار افرادی قوت کے لیے باہم تعاون کرنا تاکہ مسلمان ماہرین کو مغربی ممالک میں جا کر کام نہ کرنا پڑے اور وہ غیروں کی بجائے مسلم ملت کے کام آئیں نیز مسلمان ممالک کو غیر مسلم ماہرین کی محتاجی نہ رہے۔

۷۔ نظام معیشت کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنا خصوصاً نظام زکوٰۃ و عشر کا فوری نفاذ اور سود کا فوری خاتمہ

۸۔ ملک میں تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنانا، اس طرح کہ دولت مندوں کے وسائل کا بہاؤ ناداروں کی طرف ہو جائے۔

۹۔ ہر سطح پر سادگی کو رواج دینا اور اسراف سے بچنا خصوصاً حکمرانوں کا ایک عام آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسی زندگی بسر کرنا۔

۱۰۔ غیر مسلم ممالک سے درآمدات پر پابندی لگانا۔

۱۱۔ غیر مسلم ممالک کو خام مال کی برآمد بند کر دینا اور اسے خود استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا یا ضرورت مند مسلم ممالک کو بیچنا۔

۱۲۔ ہر قیمت پر اپنی معیشت کو خود کفیل بنانا خصوصاً زراعت و صنعت کو۔

۱۳۔ غیر مسلم ممالک اور اداروں خصوصاً ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے قرض لینے کا سلسلہ فوراً بند کر دینا۔

۱۴۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ایسے ہی دوسرے اداروں سے معذرت کرنا کہ ہم فوری طور پر سود ادا کر سکتے ہیں اور نہ اصل زر جب تک کہ ہمارے عوام کی معاشی حالت نہ سنبھل جائے۔ اس طرح حاصل ہونے والی رقوم عوام کی بہبود اور ضروریات زندگی بآسانی اور کم قیمت پر فراہم کرنے پر صرف کرنا تاکہ مسلم عوام کی مہنگائی سے جان چھوٹے اور انہیں نان جویں کی محتاجی سے نجات ملے۔

۱۵۔ امریکی و یورپی بنکوں سے اپنا سرمایہ فوراً نکال لینا اور مسلم امہ کے مجوزہ مشترکہ بنک میں جمع کروانا۔

۱۶۔ ملکی معیشت خصوصاً بنکوں کا نظام فوراً غیر سودی بنیادوں پر چلانے کا انتظام کرنا۔

یہ بہت مشکل نہیں ہے اس میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ نام نہاد ماہرین معیشت ہیں جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جیسے یہودی مالیاتی اداروں کے پروردہ ہیں اور جو ہر مسلم ملک کی وزارت مالیات میں براجمان ہیں۔ ان ماہرین سے جان چھڑا لی جائے اور ان کی جگہ ایسے ماہرین کا تقرر کیا جائے جو اسلامی اور قومی مفاد کو ہر دوسری چیز سے مقدم سمجھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحتیں

کیا بلاسود معیشت ممکن ہے؟

بہت سے لوگ سوچتے ہیں کہ کیا آج کے زمانے میں سود کے بغیر معیشت چل سکتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ بالکل چل سکتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان معاشرہ پچھلے چودہ سو سال سے بلا انقطاع قائم ہے۔ وہ اپنے زمانے کا ترقی یافتہ معاشرہ تھا جس میں تجارت زوروں پر تھی، بین الاقوامی تجارت بھی موجود تھی اور سارا معاشی نظام سود کے بغیر چلتا تھا۔ اگر کل یہ سب کچھ ممکن تھا تو آج کیوں ناممکن ہے؟

ہمارے اس موقف پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ آج انڈسٹریالائیزیشن اور کمپیوٹرائزیشن کا دور ہے، سابقہ دور میں کاروبار کی یہ تیزی اور وسعت نہ تھی لہٰذا آج کے دور کو زمانہ ماسبق کے پیمانوں سے نہیں ماپا جاسکتا؟ ہم اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہمارا موقف یہ ہے کہ صورت حال میں کوئی جوہری تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اگر تجارت کی نو بنو صورتیں سامنے آرہی ہیں تو جس طرح ماضی میں مسلمان فقہاء نے اسلامی اصولوں کا اطلاق بدلتے ہوئے تجارتی اوضاع پر کیا تھا اسی طرح آج بھی کیا جاسکتا ہے۔

ہاں! یہ تبدیلی ضرور واقع ہوئی ہے کہ پہلے زمانے کے مسلمان حکمران اور تجار اسلام کی معاشی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کرنا چاہتے تھے لہٰذا علماء وفقہاء انہیں جو مشورہ دیتے تھے وہ اس پر عمل کرتے تھے۔ تجویز کردہ حل کے نفاذ میں اگر کوئی پیچیدگی پیدا ہوتی تھی تو وہ پھر فقہاء کے علم میں لائی جاتی تھی اور ان سے مشورہ لیا جاتا تھا، اس طرح وہ نظام چل رہا تھا۔ اب وہ کیفیت نہیں رہی۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں کی بہت بڑی اکثریت سرے سے اپنی کوئی رائے ہی نہیں رکھتی۔ ان کی آنکھوں پر مغربی فکر وتہذیب کی برتری اور اس کی مادی اور معاشی بالادستی کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ مغربی ممالک اور یہودیوں کے سرمایہ فراہم کرنیوالے بین الاقوامی سودی اداروں (ورلڈ بنک، آئی ایم ایف وغیرہ) کے مقروض ہیں۔ انہی اداروں کے تربیت یافتہ نام نہاد مسلم ماہرین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معیشت ان ممالک کے وزراء اور مشیر بن کر ان کی معاشی پالیسیاں چلاتے ہیں اور ظاہر ہے وہ مغربی تہذیب اور اس کی معاشی حکمت عملی کے خلاف سوچ ہی نہیں سکتے لہٰذا مسلمان حکمران، جن کی اکثریت معیشت کی ابجد سے بھی ناواقف ہوتی ہے، ملک کے لیے معاشی پالیسیاں بنانے اور چلانے کے سلسلے میں ان نام نہاد ماہرین کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہتے ہیں اور اس طرح مغربی حکومتیں اور معاشی ادارے اپنے ان تربیت یافتہ اور بعض اوقات تنخواہ یافتہ افراد کے ذریعے مسلم ممالک میں جو پالیسیاں چاہتے ہیں، نافذ کرواتے ہیں۔ ان حالات میں کسی مسلم حاکم سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ سود کے بغیر معیشت چلانے کو ممکن العمل کہے گا کیونکہ اس کے وزیر خزانہ صاحب فوراً کہہ دیں گے کہ جناب اس طرح تو ملک کی معیشت برباد ہو جائے گی، یہ تو ممکن ہی نہیں۔ بس کسی طرح ان مولویوں کو خاموش کرا دیں یا معاملہ ملتوی کرا دیں تاکہ آپ کا دور حکومت کسی طرح کے فتنے کے بغیر بخیر و خوبی گزر جائے۔ بعد کا معاملہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ یہ منظر نامہ جس کی تصویر کشی ہم نے اوپر کی ہے شائد ایک آدھ استثنیٰ کے علاوہ اکثر و بیشتر مسلم ممالک کا ہے لہٰذا سود کے خلاف مسلم حکمرانوں کی طرف سے آواز کیسے اٹھے؟

کچھ اس سے ملتا جلتا احوال بڑے سرمایہ داروں کا ہے۔ مسلم ممالک کی حالت یہ ہے کہ ان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں، ملک کے جو تھوڑے بہت وسائل ہیں وہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور صاحب ثروت افراد کے قبضے میں ہیں۔ یہ سرمایہ دار عموماً بنکوں سے سودی سرمایہ لے کر کام کرتے ہیں اور اپنی جیب سے پیسے لگائے بغیر دو کے چار بناتے ہیں۔ ملک کی معاشی پالیسیوں پر بھی وہی اثر انداز ہوتے ہیں وہ کیوں چاہیں گے کہ سرمایے کی مرکزیت کا یہ نظام ٹوٹے۔ ان کا مفاد تو اس میں ہے کہ سرمایہ صرف انہی کو ملتا رہے اور صرف انہی کے طبقے میں گردش کرتا رہے۔ سرمایہ داروں میں سے جو لوگ کچھ مذہبی حس رکھتے ہیں وہ یا تو اس قسم کے بزنس میں پڑتے ہی نہیں یا پھر

"محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کی تاویلیں سن کر گھڑ کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیتے ہیں کہ بنک کا 'منافع' سود نہیں ہوتا، جدید دور میں بنکنگ کے بغیر کاروبار نہیں ہوسکتا اور بنک سود کے بغیر کام نہیں کرتا لہٰذا ہم مجبور ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک علماء، عوام، دینی جماعتوں اور اسلامائزیشن سے متعلق حکومتی اداروں کا تعلق ہے تو وہ کبھی کبھار شور کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اس لیے کہ ان کے بس میں کچھ نہیں۔ بین الاقوامی اسلام دشمن طاقتیں اور ان کے مقامی ایجنٹ حکمران نہ عوام کو منظم ہونے دیتے ہیں اور نہ دینی جماعتوں کو اتنا طاقتور ہونے دیتے ہیں کہ وہ عوامی رائے عامہ کی مدد سے دین دشمن پالیسیوں کو ختم کروا سکیں اور اسلام کے حق میں کوئی بڑی تبدیلی لا سکیں۔ ہاں! دباؤ کم کرنے کی خاطر حکمران ایسے چھوٹے موٹے کام کرتے رہتے ہیں جن سے عوام بھی خوش ہو جائیں اور دینی جماعتیں بھی جیسے جمعہ کی چھٹی، احترام رمضان آرڈیننس، نظام صلوۃ کا نفاذ، رمضان کے آخر میں شبینوں کا انتظام، ربیع الاول کے مہینے میں قومی سیرت کانفرنسیں نیز آئین، تعلیمی پالیسی اور ایسے ہی دوسرے پالیسی ڈاکومنٹس میں اسلامی اصولوں کا ذکر وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے اس طرح کے نمائشی اقدامات سے حقیقی صورت حال کے بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری طرف یہ دیکھیے کہ اس وقت بیسیوں اسلامی بنک، مسلم ممالک ہی نہیں یورپ اور امریکہ میں بھی کام کر رہے ہیں اور ان میں سے آج تک کوئی اس لیے ناکام نہیں ہوا کہ وہ سود نہیں لے رہا بلکہ یہ بنک خوب ترقی کر رہے ہیں۔ ایران، سوڈان اور جزوی طور پر پاکستان، بنگلہ دیش اور سعودی عرب میں بلاسود بنکاری اور معیشت کے آج تک جتنے بھی تجربے ہوئے ہیں وہ ناکام نہیں ہوئے۔ لہٰذا یہ کہنا منطقی طور پر غلط ہے کہ سود کے بغیر بنک نہیں چلائے جا سکتے یا اسلامی اصولوں پر معیشت نہیں چلائی جا سکتی۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ چونکہ یہودی سازش سے دنیا کا معاشی نظام اس وقت سود پر چل رہا ہے اس لیے اگر کوئی مسلم ملک بغیر سود کے اپنی معیشت چلانا چاہے تو اسے متعدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشکلات اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مسلمان ملکوں کی ایک اور مصیبت یہ ہے کہ ان میں سے شائد ہی کوئی خود کفیل ہو۔ ایک مزید مشکل یہ ہے کہ جو مسلم ممالک سود کے بغیر نظام چلانا چاہتے ہیں وہ آپس میں متحد نہیں (نہ استعمار انہیں متحد ہونے دیتا ہے)۔

اس سارے تجزیے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کہنا مغالطہ انگیزی پر مبنی ہے کہ سود کے بغیر بنکنگ ممکن نہیں یا سود کے بغیر معیشت نہیں چلائی جا سکتی۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا کا معاشی نظام یہودیوں کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے سود پر مبنی ہے۔ مسلم ممالک کی معیشت مغربی دنیا اور مغرب کے معاشی اداروں کے تسلط میں ہے، جو مسلم ممالک سود کے بغیر معیشت چلا سکتے ہیں وہ غیر منظم ہیں لہٰذا ان حالات میں ہم سود لینے دینے پر مجبور ہیں لیکن ظاہر ہے کہ یہ مجبوری ہماری اپنی پیدا کردہ ہے اور ہم خود ہی اس جال کو توڑ سکتے ہیں۔ آج اگر مسلم ممالک معاشی طور پر خود کفیل ہو جائیں، یہود و نصاریٰ کے تیار کردہ معاشی چنگل سے نکل آئیں اور متحد ہو جائیں تو نہ صرف مسلم ممالک میں سود کے بغیر معاشی نظام کامیابی سے چل سکتا ہے بلکہ ساری دنیا میں کامیابی سے چل سکتا ہے۔ اس کے لیے صرف ہمت کی ضرورت ہے، ہم نظریاتی طور پر توانا ہیں، ہمارا نظریہ حیات من جانب اللہ ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل عمل ہے۔ جب ہم اس پر عمل کا عزم صمیم کر لیں گے تو بلا سود معیشت کا ہمالہ خود بخود سر ہو جائے گا۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کا کردار

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے اثرات مسلم ممالک کی معیشت پر اتنے گہرے ہیں کہ بعض لوگ سوچتے ہیں کہ کیا مسلم ممالک کی معیشت ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے بغیر چل سکتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کیوں نہیں چل سکتی؟ یقیناً چل سکتی ہے، بشرطیکہ کوئی چلانا چاہے۔ جہاں تک مسلم عوام کا تعلق ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ ان کی جان ان یہودی اور امریکی اداروں سے چھوٹ جائے لیکن جو حکمران ان پر مسلط ہیں وہ ایسا نہیں چاہتے یا اگر چاہتے ہیں تو ان کی خواہش اتنی کمزور ہے کہ وہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اس کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے
- اس کے لیے قربانی نہیں دے سکتے
- اس کے لیے صحیح حکمت عملی اختیار نہیں کر سکتے۔

اگر کوئی مسلم حکمران ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے جان چھڑانا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

۱۔ وہ وزارت خزانہ کسی ایسے آدمی کے سپرد کرے جو ان اداروں کا تربیت یافتہ اور ان کا ملازم نہ ہو بلکہ وہ ایسا شخص ہو جو صاحب الرائے ہو، آزاد ذہن رکھتا ہو اور ملکی و اسلامی مفاد اس کو دیگر ہر چیز سے عزیز ہو۔

۲۔ ہدف یہ ہو کہ ملکی معیشت کو خود کفالت کی بنیاد پر چلانا ہے۔

۳۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور دیگر مغربی قرض دہندوں سے معذرت کر لی جائے کہ چونکہ ہماری معیشت بیٹھ چکی ہے اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں لہٰذا فی الحال ہم اصل زر ادا کر سکتے ہیں اور نہ سود (ضرورت ہو تو اس کے لیے ایک مدت مقرر کی جا سکتی مثلاً دس سال، اور اگر مجبوری ہو تو اسے دوبارہ بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمت کر کے ہر قسم کے سیاسی دباؤ کو رد کر دیا جائے اور اپنے موقف پہ قائم رہا جائے۔

۴۔ ملک سے جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام ختم کر دیا جائے۔

۵۔ سود اور کسب حرام کے ہر ذریعے پر پابندی لگا دی جائے اور لوگوں پر کسب حلال کی اہمیت واضح کی جائے۔

۶۔ کمال درجے کی سادگی کو ہر سطح پر اپنایا جائے اور اس کا نمونہ سب سے پہلے حکمران اور افسر پیش کریں اور ساری مراعات غریب قوم کو واپس کر دیں اور ایک عام آدمی جیسی زندگی بسر کریں۔

۷۔ درآمدات پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۔ تجارت ترجیحاً مسلم ممالک سے کی جائے۔

۹۔ تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنایا جائے اور وسائل کا رخ دولتمندوں سے غریبوں کی طرف کر دیا جائے۔

۱۰۔ غریبوں اور تنخواہ داروں پر سے ٹیکس ختم کر دیا جائے۔ زکوٰۃ وعشر کے نظام کو موثر اور فعال بنایا جائے اس کے بعد بھی اگر حکومت کو فنڈز کی ضرورت ہو تو ٹیکس صرف امراء پر لگایا جائے۔

ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ جو اسلامی ملک بھی ان دس اصولوں پر عمل کرے وہ خود کفیل ہو سکتا ہے اور یہود و نصاریٰ اور ان کے بنکوں اور مالیاتی ایجنسیوں کے چنگل سے نکل سکتا ہے۔ کاش ہم اس بات کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔

۶۔ قانون وانصاف

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم حکمرانوں کو توجہ دلانا کہ وہ اپنا نظام قانون وانصاف اسلامی تعلیمات پر استوار کریں، شریعت کو سپریم لاء بنائیں اور مغربی آئین وقوانین اور عدالتی نظام کو رد کر دیں۔

۲۔ ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنا جہاں اسلامی اور جدید قوانین دونوں کا بھرپور مطالعہ ہوتا کہ ہماری مجالس قانون ساز، وزارت قانون، بنچ اور بار کو ایسے سیاسی لیڈر، بیوروکریٹ، جج، وکیل اور مفتی میسر آ سکیں جو جدید قانون کے ساتھ اسلامی قانون کے بھی ماہر ہوں۔

پبلک سیکٹر

۱۔ مسلم ممالک کی مشترکہ مجلس فقہ واجتہاد بنانا۔

۲۔ مسلم ممالک کی مشترکہ پارلیمانی یونین اور مشترکہ چیف جسٹس کمیٹی بنانا تاکہ ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مسلم ممالک کی مشترکہ عدالت بنانا جس سے باہمی تنازعات کے فیصلے کے لیے رجوع کیا جاسکے۔

۴۔ ہر مسلم ملک کے آئین میں بصراحت اس چیز کا ذکر ہونا چاہیے کہ:

الف۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ انسان اس کے بندے ہیں جنہیں فقط بندگی ہی زیبا ہے۔

ب۔ اسلام مملکت کا سرکاری مذہب ہوگا۔

ج۔ قرآن وسنت سپریم لاء ہیں اور ان کے خلاف ہر قانون ناقابل عمل اور قابل تنسیخ ہے۔

د۔ شریعت کی روشنی میں مملکت کے کلی اختیار کے مالک مسلمان عوام ہیں اور انہیں حکمرانوں کے عزل واختیار کا لامحدود حق حاصل ہے۔

۵۔ قانون سازی کے عمل کو اسلامی بنانا تاکہ پارلیمنٹ کوئی قانون خلاف اسلام نہ بنا سکے نیز موجود غیر اسلامی قوانین کو فوری طور پر اسلام کے مطابق ڈھالنا۔

۶۔ عدالتوں کو صرف قانون شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کی اجازت دینا۔

۷۔ ہر مسلمان کو یہ حق ہونا کہ وہ کسی بھی قانون کو خلاف شریعت ہونے کی بنا پر عدالت عظمیٰ میں چیلنج کر سکے جسے یہ آئینی اختیار ہو کہ وہ کسی بھی قانون کو خلاف شریعت قرار دے کر ختم کر سکے۔

۸۔ قانون کی تعلیم کو اسلام کے مطابق بنانا یعنی اسلامی قانون اور عربی زبان کی تدریس کا اہتمام کرنا اور غیر اسلامی قوانین کا محض تعارفی مطالعہ کروانا، بطور تقابلی مطالعے کے۔

۹۔ بنچ اور بار کے مغربی نظام کا خاتمہ، ججوں کی اسلامی معیار کے مطابق تقرری، مفتیوں اور مشیروں سے استفادہ۔

۱۰۔ ہر سطح کے عدالتی نظام کو سادہ، باوقار، فعال اور موثر بنانا تاکہ عوام کو سستا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوری انصاف میسر آ سکے۔

۱۱۔ حکمرانوں کا عدالتوں میں قابل مواخذہ ہونا اور قانون کی نظر میں ایک عام مسلمان کے برابر ہونا۔

وضاحتیں

عوام کو انصاف کی فراہمی

دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلم ممالک میں عوام کو انصاف میسر نہیں آتا۔ اگر ہم ان اسباب کو پیش نظر رکھیں جن کی وجہ سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا تو پھر ہمارے نزدیک مندرجہ ذیل اقدامات سے انصاف کی فراہمی ممکن ہو جائے گی:

۱۔ سیاسی آمریت کا خاتمہ: اکثر مسلم ممالک کے عوام سیاسی آزادیوں سے محروم ہیں اور جن مسلم حکمرانوں نے ان کے حقوق دبا رکھے ہیں وہی انصاف کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں کیونکہ سیاسی جبر کا لازمی نتیجہ ظلم و ناانصافی ہوتا ہے۔ لہٰذا آمریت کے خاتمے سے انصاف کی بالادستی کے راستے کھل جائیں گے۔ مسلم ممالک سے سیاسی آمریت کا خاتمہ کیسے ہو؟ اس پر الگ سے تفصیلی بحث اس تحریر میں موجود ہے۔

۲۔ ججوں کی تنخواہیں زیادہ ہونی چاہییں' اتنی جو ان کو سیر چشم بنا دیں اور وہ کسی مالی غرض سے ناانصافی کی طرف مائل نہ ہوں۔

۳۔ جج صرف انہی لوگوں کو بنایا جائے جو انتہائی اعلیٰ درجے کی اخلاقی خوبیاں رکھتے ہوں۔

۴۔ ججوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کا بھرپور انتظام ہونا چاہیے۔

۵۔ اینگلو سیکسن' رومن اور دوسرے غیر اسلامی قوانین کو رد کر دیا جائے اور اسلام کے سچے' سادہ اور فطری قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

۶۔ طبقۂ وکلاء کے کردار کو اسلامی حدود کا پابند بنایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ے۔ محکمۂ پولیس کی اسلامی تربیت کی جائے تاکہ وہ انصاف کی پامالی کا سبب نہ بنیں۔

قانون سازی کا عمل

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ مسلم ممالک میں قانون سازی کے عمل کو کیسے اسلامی بنایا جاسکتا ہے؟ ہمارے نزدیک اکثر مسلم ممالک کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حکمران اسلام کے مطابق قانون سازی کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ کام اتنا مشکل اور پیچیدہ ہے کہ وہ کر نہیں پاتے اور انہیں اس کا طریقہ نہیں آتا لہٰذا غور وفکر کر کے یہ طریقہ دریافت کیا جائے' بلکہ اکثر مسلم ممالک کی حالت یہ ہے کہ عوام تو اسلامی قانون چاہتے ہیں لیکن حکمران اس کی راہ روکتے ہیں۔ بہرحال اگر حکمران ایسے ہوں جو قانون سازی کے عمل کو اسلام کے مطابق بنانا چاہتے ہوں تو اس کے لیے ہم مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرنا چاہیں گے:

۱۔ اسلام کی سیاسی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلم ملک میں عوام کے نمائندوں (یعنی اہل حل وعقد) پر مشتمل ایک مجلس ایسی ہو جس سے حکمران ہر ضروری مسئلے میں مشاورت کر سکے۔

۲۔ ہر مسلم ملک میں ایک ایسی مجلس ہونی چاہیے جو اسلامی قانون کے ماہرین پر مشتمل ہوتا کہ عوام کی بہتری کے لیے جو بھی نیا قانون بنانا ہو' وہ اس کی مشاورت اور مدد سے بنایا جائے۔

یہ دو اصولی باتیں تھیں جو اپنی اساس میں واضح ہیں۔ اب اس کا انحصار ہر مسلم ملک کے حالات پر ہے کہ اس کے ہاں سیاسی ڈھانچہ کیسا ہو؟ یہ بات تو تقریباً مسلمہ ہے کہ ہر مسلم ملک میں مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کے شعبے الگ الگ ہیں۔ لہٰذا ہر ملک میں قانون سازی کا ڈھانچہ تقریباً یہی ہے کہ قانون کا مسودہ حکمران کی مرضی اور مشورے سے وزارت قانون تیار کرتی ہے [لہٰذا پہلے مرحلے میں وزارت قانون کے ملازمین ایسے افراد ہونے چاہییں جو اسلامی قانون میں مہارت رکھتے ہوں] پھر حکومت یہ مسودۂ قانون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس شوریٰ میں پیش کرتی ہے [اسے مجلس شوریٰ یا مجلس الشعب یا قومی اسمبلی یا مجلس نمائندگان ..... وغیرہ کچھ بھی کہا جا سکتا ہے اور اس کا ایوان ایک یا ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے]۔

اس مجلس شوریٰ کا کام یہ ہے کہ اس مسودۂ قانون پر کھلے عام بحث کرے تا کہ اس مسودۂ قانون کی خوبیاں اور خامیاں سامنے آ سکیں اور عوام الناس بھی اس بارے میں آگاہ ہو سکیں اور اس پر اپنے تاثرات اور اپنی آراء پیش کر سکیں۔ اس عمومی بحث کے بعد مجلس شوریٰ کو اس مسودے کو مجلس کی ایک ایسی خصوصی کمیٹی کے پاس تفصیلی اور گہرے غور و خوض کے لیے بھجوا دینا چاہیے جو اسلامی قانون کے ماہرین پر مشتمل ہو۔ یہ کمیٹی اس کھلی بحث کے مباحث کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی قانون کے دائرے کے اندر اس مسودہ کو مبیضہ (فائنل ڈرافٹ) کی شکل دے اور پھر اس مبیضہ کو مجلس شوریٰ منظور کر لے۔ اس طریقے سے توقع ہے کہ قانون سازی اسلامی بھی ہو گی اور عصری ضرورتوں کے مطابق بھی۔

ہمارے نزدیک یہ ایک سادہ اور فطری سی تجویز ہے جو قابل عمل بھی ہے۔ ہاں! اس کی تفصیلات اور جزئیات پر کلام ہو سکتا ہے کہ مجلس شوریٰ میں ایسے نمائندگان کے پہنچنے کی کیا صورت ہو جو اسلامی قانون کے ماہر ہوں؟ یا اگر وہ مناسب تعداد میں نہ پہنچ سکیں تو پھر کیا کیا جائے؟ ہمارے نزدیک اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں:

۱۔ اگر انتخابات متناسب نمائندگی کے تحت ہوں تو سیاسی جماعتوں کی ترجیحی فہرستوں کے ذریعے اسلامی قانون کے ماہرین بآسانی مجلس شوریٰ میں پہنچ جائیں گے۔

۲۔ شوریٰ کے انتخابات اگر متناسب نمائندگی کے تحت نہ ہوں تو اسلامی قانون کے ماہرین کی ایک مقررہ تعداد کو مزدوروں، کسانوں اور دوسرے ٹیکنو کریٹس کی طرح بالواسطہ طریقے سے بھی منتخب کیا جا سکتا ہے یعنی جب براہ راست انتخاب ہو جائے تو منتخب شدہ نمائندگان ان ماہرین (اسلامی قانون) کا انتخاب کر لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم ان دو طریقوں کو اسلامی قوانین کے ماہرین کے انتخاب کے لیے اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ بدقسمتی سے بہت سے مسلم ممالک میں تو انتخابات ہوتے ہی نہیں اور نمائندگان کی تعیناتی حکمران کر دیتے ہیں [ہمارے نزدیک یہ طریقہ مناسب نہیں کیونکہ اس سے سیاسی آمریت کو استحکام ملتا ہے]۔ پھر جن ممالک میں انتخابات ہوتے ہیں وہاں بھی عمل انتخاب کو اسلامی تناظر میں سرانجام نہیں دیا جاتا، نتیجتاً بہت سی غیر اسلامی رسوم اس کا حصہ بن جاتی ہیں مثلاً خود امیدوار بننا' اپنی الیکشن مہم خود چلانا' اپنی خوبیاں خود بیان کرنا اور اس غرض سے اپنی جیب سے مال خرچ کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے یہ ساری رسوم قبیح اور غیر اسلامی ہیں اور ان کو ختم کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح عام انتخابات میں نمائندگان پر عموماً اسلامی و اخلاقی نوعیت کی پابندیاں نہیں لگائی جاتیں جس سے جاہل اور بدقماش لوگ آسانی سے مجلس شوریٰ کے رکن بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول بھی غیر اسلامی ہے اور اس طرح کے غیر اسلامی اصولوں کے ہوتے ہوئے شرفا اور علما و فقہا کا مجلس شوریٰ کا رکن بننا مشکل ہے لہٰذا ان کے انتخاب کا وہی طریقہ صحیح ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

بعض ممالک نے ہماری اس تجویز کے برعکس بعض دوسرے طریقے اختیار کیے ہیں مثلاً علما کا ایک ادارہ' پارلیمنٹ یا مجلس شوریٰ سے باہر بنا دیا گیا اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ اگر کسی معاملے میں حکومت یا مجلس شوریٰ حکم شرعی جاننا چاہے تو وہ معاملہ علما کی اس مجلس کے پاس بھیج کر اس کی رائے لے لے (پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل اسی اصول پر بنائی گئی ہے)۔ ہمارے نزدیک یہ طریقہ غیر مؤثر ہے اور اس کی افادیت برائے نام ہے کیونکہ علما کی ایسی مجلس مشاورتی ہوتی ہے لہٰذا ارکان پارلیمنٹ اسے اور اس کی رپورٹوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ خود حکومت بھی اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتی البتہ اسے دینی عناصر اور عوام کی اشک شوئی کے لیے برقرار ضرور رکھا جاتا ہے۔

ایک اور متبادل یہ سوچا گیا ہے کہ ایک شرعی عدالت بنا دی جائے جہاں غیر اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوانین میں ترمیم و تنسیخ ہو سکے۔ یعنی اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ فلاں قانون غیر اسلامی ہے تو وہ شرعی عدالت میں چلا جائے۔ اگر عدالت تحقیق و جستجو کے بعد اس فیصلے پر پہنچے کہ وہ قانون غیر اسلامی ہے تو وہ حکومت کو حکم دے گی کہ وہ قانون فلاں تاریخ تک ختم کر دیا جائے یا اس میں یہ اور یہ تبدیلی کر دی جائے۔ یہ صورت بھی مضحکہ خیز ہے کیونکہ ایک اسلامی ملک میں ہر عدالت اسلامی عدالت ہوتی ہے اور ہر عدالت عالیہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسی درخواست سن سکے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ فلاں قانون آئین کے خلاف ہے لہٰذا اسے ختم کر دیا جائے۔ قرآن و سنت چونکہ ہر مسلمان ملک کا آئین ہوتا ہے [یا ہونا چاہیے] لہٰذا عدالت عالیہ کو یہ حق حاصل ہے [یا ہونا چاہیے] کہ وہ کسی بھی قانون کو اس بنا پر کالعدم قرار دے سکے کہ وہ خلاف قرآن و سنت ہے۔ لیکن چونکہ عدالت عالیہ کے جج اکثر اسلامی شریعت کے ماہر نہیں ہوتے لہٰذا یہ اختیار انہیں دینے کی بجائے ایک خصوصی شرعی عدالت کو دیا جاتا ہے جس میں کچھ علما دین کو بھی بطور جج بٹھا دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ پیوند کاری اَن مل بے جوڑ اور مضحکہ خیز ہے۔ اس آدھا تیتر آدھا بٹیر کی بجائے سارے عدالتی نظام کو اسلام کے مطابق بنایا جانا چاہیے نہ کہ اس کے کسی ایک جزء کو۔

پھر یہ کان کو الٹی طرف سے پکڑنے کے بھی مترادف ہے کہ پہلے مجلس شوریٰ میں قانون سازی کو ہونے دیا جائے خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ پھر جب قانون بن جائے تو اسے ایک ایسی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جائے کہ یہ قانون غیر اسلامی ہے' جہاں اسلامی قانون کے ماہرین بیٹھے ہوں۔ وہ اگر اسے غیر اسلامی پائیں تو اسے ختم یا تبدیل کر دیں۔ اس کی بجائے سیدھے سبھاؤ یہ انتظام کیوں نہ کیا جائے کہ کوئی غیر اسلامی قانون مجلس شوریٰ سے پاس ہی نہ ہو یعنی جو چیک سسٹم بعد میں لگانا ہے وہ پہلے ہی کیوں نہ لگا دیا جائے؟

اندریں حالات ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے اندر ہی ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاں جو قانون بھی بنے اسلام کے مطابق بنے اور اس کا صحیح طریقہ وہی ہے جس کی تجویز ہم نے اوپر دی ہے۔

الگ شرعی عدالت کیوں؟

ہمارے اس موقف پر کہ عدالت عالیہ کا ہر جج اسلامی قانون کا ماہر نہیں ہوتا، اس لیے حکومتیں خصوصی شرعی عدالتیں بنانے پر مجبور ہو جاتی ہیں، یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایسا انتظام کیوں نہ کیا جائے کہ ہمارے سارے جج اور وکیل اسلامی قانون کے ماہر ہوں؟

ہماری رائے یہ ہے کہ یہ کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی ایسا کرنا چاہے۔ بدقسمتی سے ہماری حکومتیں ایسا کرنا نہیں چاہتیں لہٰذا وہ قانون کی تعلیم کے نظام (ایل ایل بی وغیرہ) کو نہیں بدلتیں اور نہ قانون کے طلبہ کو عربی زبان پڑھاتی ہیں اور نہ قرآن وسنت اور فقہ۔ اور اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہماری دینی قوتیں بھی یہ نہیں چاہتیں ورنہ اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو کس نے ان کے ہاتھ پکڑ رکھے ہیں کہ وہ ایسے تعلیمی ادارے قائم نہ کریں جن میں شریعت وفقہ اور جدید قوانین کی تدریس کا انتظام ہو۔ یا ہمارے علما کرام کیوں نہیں اپنے مدارس میں اس طرح کی تعلیم وتدریس کا انتظام کرتے۔

ہمارے جج حضرات کی محرومی صرف اتنی ہے کہ انہیں مناسب طریقے اور حالات میں اسلامی قانون پڑھایا نہیں گیا؟ کیا یہ ان کا قصور ہے؟ قصور ان کا نہیں قصور ہماری حکومت کا ہے اور ان دینی عناصر کا ہے جو نفاذ دین کے علمبردار ہیں۔ اگر وہ مدرسے کھول کر بیٹھنے کے ساتھ سی ایس پی افسر بنانے والی اکیڈیمیاں اور شریعہ ولاء کالج کھول کر بیٹھے ہوتے تو معاشرے میں آج اسلام نافذ ہو گیا ہوتا لیکن دینی عناصر کو کون سمجھائے؟ ہم اس تلخ نوائی کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن ؎

درد کچھ آج میرے دل میں سوا ہوتا ہے

اور فطری اسلوب یہی ہے کہ ؎

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیشۂ وکالت کی شرعی حیثیت

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں وکالت کا جو نظام ہے کیا وہ اسلامی ہے؟ اور اگر نہیں تو اس کی اصلاح کیسے کی جاسکتی ہے؟

یہ کام بڑا آسان ہے کہ سب پر تنقید کرتے جاؤ۔ لیکن تنقید کرنا آسان ہے اور مثبت کام کرنا مشکل ہے، خصوصاً نامساعد حالات میں۔ علما، جج، وکیل، حکمران ان سب نے کچھ اچھے کام بھی تو کیے ہوں گے یا صرف قابل تنقید کام ہی کیے ہیں۔ ان کے اچھے کاموں کی تعریف بھی تو ہونی چاہیے مثلاً وکلاء ہی کو لیجیے۔ ان کے خلاف چارج شیٹ لمبی ہوسکتی ہے لیکن ان کے کچھ مثبت کام بھی تو ہیں مثلاً انہوں نے آمریت کے خلاف اور جمہوریت کے حق میں ہمیشہ ہراول دستے کا کام کیا ہے، انہوں نے بنیادی حقوق کی بحالی اور قانون کی سربلندی کے لیے بھی کوششیں کی ہیں۔ یہ ان کے مثبت کام ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ وکالت کا مروجہ طریقہ خاصا بدنام ہے اور بہت سے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی پہلو لیے ہوئے ہے جن کی اصلاح ہونی چاہیے۔ لیکن ہم اس حوالے سے گفتگو کر رہے تھے کہ کچھ کردار معاشرے کی کارفرما قوتوں (مثلاً سیاسی جماعتیں، دینی عناصر اور حکمران طبقہ) کو بھی انجام دینا چاہیے جو مختلف پیشوں کے لیے دائرہ کار کا اور ان کی تعلیم و تربیت کا تعین کرتی ہیں مثلاً اگر قانون کے ہر طالب علم کو اسلامی قانون (یعنی قرآن و سنت، عربی زبان اور فقہ وغیرہ) پڑھا دیا جائے اور دوران تعلیم ان کی اسلامی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تو اس کے دوررس نتائج نکل سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں بعض اوقات اپنی دینی قوتوں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے کہ نام تو وہ ہر وقت اسلام، نفاذ اسلام اور اسلامی انقلاب کا لیتی ہیں لیکن سوسائٹی میں اسلام کے نفاذ کا جو سب سے بڑا ذریعہ ہے یعنی نظام تعلیم و تربیت اس میدان میں کام کرنے کے لیے وہ تیار نہیں اور انہیں اس کی فکر بھی نہیں مثلاً یہ دیکھیے کہ ہمارے علما چند لاکھ بچوں کو قرآن و سنت پڑھانے کے لیے دینی مدارس کا نظام قائم کیے ہوئے ہیں اور باوجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشکلات کے اس پر ڈٹے ہوئے ہیں [اور یہ نہایت قابل تحسین بات ہے] لیکن انہیں ان کروڑوں بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کی کوئی فکر نہیں جو جدید سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ان کے لیے وہ کچھ کر رہے ہیں اور نہ کرنے کو تیار ہیں۔اسی طرح دیکھیے کہ حکومت نے جو لاء کالج قائم کر رکھے ہیں وہ ان میں سنجیدگی سے اسلامی قانون پڑھانے کے لیے تیار نہیں [اشک شوئی کے لیے ایک آدھ پرچہ ابتدائی معلومات کا رکھا ہوا ہے] لیکن ان دینی قوتوں کی کیا مجبوری ہے کہ وہ ایسے لاء کالج نہیں کھولتیں جن میں مروجہ قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی قانون بھی ٹھوس طریقے سے پڑھایا جائے۔آخر کس نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے؟

بلکہ اصل بات اس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے اور وہ یہ کہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کے افراد نے جدید تعلیم کے ادارے اور لاء کالج کھول رکھے ہیں لیکن وہ پیسے کمانے کی دوڑ میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ وہ دوسروں سے زیادہ دنیا پرست اور مغرب پرست بن گئے ہیں، وہ اپنے طلبہ کو وہی مغربی لباس پہناتے ہیں جو دوسرے ادارے پہناتے ہیں، وہ اپنے طلبہ کو وہی مغرب کی لکھی ہوئی کتابیں اور نصاب پڑھاتے ہیں جو دوسرے ادارے پڑھاتے ہیں اور لطف یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کے داعی اور علمبردار بھی ہیں۔ فیا للعجب؟

شائد یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ چند مدرسے بنا لینے سے معاشرے میں اسلام آ جائے گا یا چند اسلامی قوانین بن جانے سے معاشرہ اسلامی ہو جائے گا یا اسلامی انقلاب کے نعرے لگانے اور جلسے جلوس سے معاشرے میں اسلام نافذ ہو جائے گا۔اگر وہ یہ سمجھتے ہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟ یہ بہت دور کی بات نہیں ہمارے گھر کی بات ہے اور وہ بھی محض دو صدی پہلے کی کہ ملک کی بیوروکریسی کے سارے افراد انہی دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے' جج اور وکیل بھی' استاد اور طبیب بھی، بیوروکریٹ اور تحصیلدار بھی۔سوال یہ ہے کہ اب ایسا کیوں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا؟ ہمیں کچھ عرصہ سی ایس پی افسران اور جج حضرات کو پڑھانے کا موقع ملا ہے اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ان کی اکثریت ذہین وفطین لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہر تھانیدار کو قانون کی ڈگری کا حامل ہونا چاہیے۔ اگر قانون کے ہر طالب علم کو اسلامی قانون پڑھایا جائے اور اس دوران اس کی اسلامی تربیت کی جائے۔ اگر ہر وکیل کی وکالت سے پہلے اور ہر جج کی جج بننے سے پہلے مؤثر شرعی تعلیم اور دینی واخلاقی تربیت کا اہتمام کیا جائے، اگر ان کی تنخواہیں اور سہولتیں بڑھا دی جائیں تو شائد ان خرابیوں میں سے بہت کچھ کا ازالہ ہو جائے جس کے لیے آج وکلاء اور ججوں کو متہم کیا جاتا ہے۔

بہرحال پیشہ وکالت کی خرابیوں کو دور ہونا چاہیے اور اس کے لیے بہت سے اقدامات کیے جانے چاہئیں مثلاً اگر یہی بات طے کر لی جائے کہ وکیل کا کام مجرم کو بچانا نہیں، اس کا کام مقدمات کو طول دینا نہیں، اس کا کام جج کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلے کروانا نہیں، اس کا کام جھوٹی گواہیاں تیار کروانا نہیں، اس کا کام گاہکوں کو جھوٹی تسلیاں اور دلاسے دے کر ان سے پیسے بٹورنا نہیں، سفارش اور تعلقات سے جج بن جانا نہیں، فیصلوں میں حکومت کا دباؤ قبول کرنا نہیں .....اور ان باتوں سے بچنے کے لیے اخلاقی اور قانونی ضابطے بنائے جائیں تو اس کے دور رس اثرات پیشۂ وکالت، عوام، نظام انصاف اور بحیثیت مجموعی پورے معاشرے پر پڑیں گے۔

۷۔ دعوت واصلاح

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم معاشرہ کے اندر دعوت وتزکیہ کا کام کرنا اور پہلے سے ہونے والے کاموں کو منظم ومربوط کرنا۔

۲۔ دعوت کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال جیسے آڈیو، وڈیو، سی ڈی، انٹرنیٹ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تعلیم وتربیت کے موجودہ اداروں کی اصلاح کر کے انہیں مؤثر اور فعال بنانا اور نئے ادارے قائم کرنا۔

۴۔ غیر مسلموں میں اشاعت وتبلیغ اسلام کے کام کو منظّم کرنا۔ جو تنظیمیں اور ادارے اس شعبے میں پہلے سے کام کر رہے ہیں ان کو باہم مربوط ومتحد کرنا اور مسلم حکمرانوں کو توجہ دلانا کہ وہ اس غرض کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مہیا کریں۔

۵۔ نومسلموں کی بحالی اور تعلیم وتربیت کے لیے ادارے قائم کرنا، ان کے لیے موزوں لٹریچر مہیا کرنا، ان کے روزگار کا انتظام کرنا وغیرہ۔

۶۔ غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کو منظّم ہونے اور اسلامی احکام پر عمل درآمد کے لیے ادارے قائم کرنے میں ان کی مدد کرنا۔

پبلک سیکٹر

۱۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام کو سرکاری سطح پر منظّم کرنا۔

۲۔ مسلم عوام (چھوٹوں/بڑوں، عورتوں مردوں سب) کی ایسی فکری، دینی اور قلبی تربیت کرنا کہ شریعت پر عمل اور دین کی اطاعت ان کی خواہش ورغبت بن جائے۔ اس غرض سے تعلیم وتربیت کے موجودہ اداروں کو فعال بنانا اور نئے ادارے قائم کرنا۔

۳۔ ملک بھر میں ہر سطح کی اسلامی تربیت گاہوں کا جال پھیلانا اور تربیت کے موجودہ اداروں کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کرنا۔

۴۔ مسلم معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو موثر اور مدلل انداز میں پیش کرنا تاکہ ایک یکسو مسلم شخصیت پروان چڑھ سکے۔

۵۔ غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے کاموں کو منظّم کرنے کے لیے خاطر خواہ فنڈز مہیا کرنا اور اس کے لیے ضروری اقدامات کرنا جیسے دعاۃ کی تیاری، لٹریچر کی اشاعت، سکولوں اور ہسپتالوں کا قیام وغیرہ.....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحتیں

غیر مسلم دنیا میں دعوت کا طریقہ کار

غیر مسلم دنیا میں تبلیغ دین کا کام موثر انداز میں کیسے کیا جا سکتا ہے؟

بدقسمتی سے یہ وہ اہم ذمہ داری ہے جس کی طرف ہم نے کما حقہ توجہ نہیں دی۔ غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہنچانا امت مسلمہ کے بنیادی فرائض میں شامل ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی تھے اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اب قیامت تک کے لیے لوگوں تک دین پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔

'وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.'

[آل عمران ۳:۱۰۴]

'اور ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہ کام کرنے والے ہی کامیاب ہوں گے۔'

'كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.' [آل عمران ۳:۱۱۰]

'تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کی رہنمائی کے لیے پیدا کیا گیا۔ تم نیکی کا حکم دینے والے' برائی سے روکنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو۔'

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'بلغوا عنی ولو آیة'(۱) یعنی میری طرف سے دین آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام پر صدر اول میں مسلمانوں نے خوب عمل کیا۔ ہر مسلمان خود کو داعی اور مبلغ سمجھتا تھا اور وہ جہاں بھی جاتا دین کا پیغام ساتھ لے کر جاتا تھا۔ اس طرح پرامن تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں خصوصاً ان کے تاجروں اور صوفیوں نے اسلام کا پیغام چاردانگ عالم میں پہنچادیا۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسلم حکمرانوں نے بھی' جب تک وہ طاقتور تھے' ان کافر حکمرانوں کا سر جھکانے سے دریغ نہیں کیا جو اپنے عوام کے فہم اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اکثر اوقات مسلمانوں کی پرامن دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں ہی سے پھیلا ہے۔

اس وقت ہم یہ تو نہیں کہتے کہ دعوت وتبلیغ کا کام بالکل نہیں ہو رہا۔ یقیناً کچھ کام ہو تو رہا ہے' بعض حکومتیں بھی اس میں دلچسپی لیتی ہیں اور ملی سطح کے بعض ادارے بھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کام بالکل ناکافی ہے۔

اس کے مقابلے میں مغرب کی عیسائی حکومتیں اور پرائیویٹ تنظیمیں اربوں ڈالر سالانہ عیسائیت کی تبلیغ اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے مختص کرتی ہیں اس غرض کے لیے وسیع پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت کی جاتی ہے۔ خصوصی ریڈیو اور ٹی وی سٹیشن قائم ہیں۔ سکولوں اور ہسپتالوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے کام ہوتا ہے۔ مشہور امریکی ہفت روزہ ٹائم میگزین نے حال ہی میں [1] مغربی مشنریوں کی کارکردگی کی ہوش ربا تفصیلات دی ہیں مثلاً یہ کہ ۱۹۹۹ء میں امریکہ میں مشنریوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ پوری دنیا میں اس وقت ۴ لاکھ ۹۸ ہزار مشنری ہیں جن میں ایک لاکھ ۱۴ ہزار کل وقتی ہیں۔ ان میں سے ۳۹ ہزار ۸۸۷ مسلمان ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی کوششوں سے ہر سال ۴ء۷ فیصد کے حساب سے عیسائی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اب تک البانیا میں ۶ ہزار، الجیریا میں ۳۰ ہزار، وسط ایشیائی ممالک میں ۱۴ ہزار، ملائشیا میں ۶۰۰ اور صومالیہ میں ۲۰ ہزار مسلمانوں کو عیسائی بنا چکے ہیں۔

۱۔ اشاعت ۲۲ رجون ۲۰۰۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے مقابلے میں مسلمان دعوت کے میدان میں ابھی بہت پیچھے ہیں۔ اس صورت حال کا اگر ہم تجزیہ کریں تو دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک دعوتی وسائل کی مقدار اور تعداد کا کم ہونا اور دوسرے دعوت کا مؤثر نہ ہونا۔ پہلی صورت کا علاج تو یہ ہے کہ مسلمان حکومتیں اس طرف توجہ کریں اور ہر مسلمان حکومت اپنے سالانہ بجٹ میں اس کام کے لیے معقول رقم مختص کرے۔ مسلمانوں کی موجودہ تنظیموں اور اداروں کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس غرض سے نئی تنظیمیں بھی وجود میں آنی چاہئیں جو دعوتی کام کے لیے مالی وسائل بھی جمع کریں اور افرادی قوت کو بھی حرکت میں لائیں۔ ہمیں یاد ہے کہ ۱۹۹۱ء میں امریکہ میں ہماری مارمن عیسائی فرقے کے بعض لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا تھا کہ ان کے ہاں ہر آدمی کے لیے دو سالہ تبلیغ لازمی ہے اور اس عرصے میں تنظیم اس شخص کی بنیادی ضروریات کی کفالت کرتی ہے۔ اس طرح کی کسی تجویز پر مسلمان جماعتوں اور اداروں کو بھی غور کرنا چاہیے۔

دوسری اہم چیز دعوت و تبلیغ کا معیار بھی ہے۔ عالم اسلام کے بہت کم ممالک میں ایسے تعلیمی ادارے ہیں جن میں غیر مسلم ممالک میں جا کر دعوت دین کا کام کرنے کے لیے دعاۃ کی تیاری کا کام ہوتا ہو خصوصاً پاکستان میں تو ایسا ایک بھی ادارہ نہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی دعوۃ اکیڈیمی اس سلسلے میں کچھ کام ضرور کر رہی ہے تاہم وہ بھی ابتدائی نوعیت کا ہے۔ جہاں تک پبلک سیکٹر جامعات میں شعبہ ہائے علوم اسلامیہ اور پرائیویٹ سیکٹر میں دینی مدارس کا تعلق ہے تو دونوں ایسے افراد پیدا نہیں کر رہے جو دینی علوم میں رسوخ رکھنے کے ساتھ ساتھ غیر ممالک میں دعوت و تبلیغ کا کام کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہمارے دینی مدارس پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے لیے خصوصی اہتمام کریں۔ غیر مسلم ممالک کی زبانیں سکھائیں، وہاں کے علوم، معاشرت اور تہذیب کے بارے میں بتائیں، ان کے مذاہب کا تقابلی مطالعہ کروائیں وغیرہ۔ لیکن ان مدارس کی صورت حال یہ ہے کہ وہ ایسے افراد بھی تیار نہیں کر پا رہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان جیسے مسلم ملک کو درپیش عصری چیلنجز سے نمٹنے کی ہی صلاحیت رکھتے ہوں چہ جائیکہ وہ امریکہ وروس جا کر وہاں کی علمی ومعاشرتی فضا کے مطابق دعوت کا کام کر سکیں۔

دعوت کے جدید وسائل کا استعمال بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ آڈیو وڈیو (ریڈیو' ٹی وی' وی سی آر' کیبل' ڈش وغیرہ) کے علاوہ کمپیوٹر (سی ڈیز' ای میل' انٹرنیٹ وغیرہ) اور دوسری جدید ابلاغی سہولتوں کے استعمال میں بھی مسلمان دعاۃ کو ماہر ہونا چاہیے۔ اور ظاہر ہے ایک فرد کے لیے اپنے طور پر یہ سب کچھ کرنا آسان نہیں ہے جب تک کہ اجتماعی ادارے نہ بنیں جو اس طرح کی تعلیم وتربیت کا انتظام کریں۔

مسلم معاشرے میں اسلوب دعوت

غیر مسلم معاشرے میں دعوتی طریق کار پر گفتگو کرتے ہوئے اگلا سوال جو ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں کار دعوت کا اسلوب کیا ہونا چاہیے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح دین پھیلایا اور قائم کیا اور جو اسلامی تعلیمات پیش کیں' اس کے نتیجے میں جو تہذیبی روایت پروان چڑھی' اس میں ہر مسلمان مبلغ تھا' اور ہر مسلمان امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عامل تھا چنانچہ علما اور صوفیا ہی نہیں اطبا' حکما' تجار' سفرا اور اہل حرفت غرض سب لوگ ضروری حد تک دین کا علم بھی رکھتے تھے اور داعی اور مبلغ بھی تھے۔

ہمارے آج کے مسلم معاشرے میں عام آدمی کا یہ کردار ختم ہو گیا ہے (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام آدمی ضروری دینی علم سے محروم ہے لہٰذا وہ اس فریضے کی اہمیت کے ادراک ہی سے قاصر ہے۔ اس صورت حال کے ذمہ دار زیادہ تر ہمارے علما اور حکام ہیں) البتہ دعوت وتبلیغ کا کام تین طرح کی جماعتوں/تنظیموں کے پاس ہے جن میں سے ہر ایک کے کام کا ہم مختصر سا جائزہ لیں گے:

(۱) **روایتی علما:** جو مساجد اور مدارس کے ذریعے کام کر رہے ہیں۔ مساجد میں جمعہ کا خطبہ تبلیغ ودعوت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ پاکستان میں مساجد مقامی بچوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناظرہ قرآن پڑھنے (بعض اوقات حفظ بھی) کا بھی بہت بڑا وسیلہ ہیں۔ ہمارے دینی مدارس ایسے عالم تیار کرتے ہیں جو معاشرے کی دینی ضروریات پوری کرتے ہیں اور ان مساجد و مدارس کے نظام کی بقاء اور تسلسل کا سبب ہیں۔ یہ تسلیم کیا جانا چاہیے کہ مسلم معاشرے میں دین کی بقا کا ایک بڑا سبب یہ علما اور ان کے دینی مدارس ہیں جنہوں نے آج تک نا مساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اور قربانیاں دے کر دین کی شمع کو روشن رکھا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ موجودہ مسلم معاشرے پر سے دین کی گرفت جو دن بدن کمزور پڑتی جا رہی ہے اس کا سبب بھی ہمارے روایتی علما ہی ہیں کیونکہ وہ اپنی فکر اور نظام تعلیم پر نظر ثانی کرنے کے لیے تیار نہیں تا کہ عصر حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکیں اور بدلے ہوئے تقاضوں کے مطابق دین کو ایک حقیقی قوت کے طور پر پیش کر سکیں۔

(۲) **جدید اسلامی تحریکیں:** یہ اسلامی تحریکیں خلافت کے خاتمے اور پہلی جنگ عظیم میں مسلم دنیا کی شکست کے بعد استعمار کے قبضے میں چلے جانے کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے اور اس کے پیدا کردہ چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کی سعی کے نتیجے میں پیدا ہوئیں اور بلا شبہ عصر حاضر میں اسلام کے حوالے سے ان کا کردار بہت اہم ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو استعمار کو چیلنج کیا اور اس کے اور اس کے مقامی ایجنٹوں کے ہاتھوں زخم کھائے اور دوسری طرف عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر پیش کیا اور مسلم معاشرے میں اس کے نفاذ کی جدوجہد کی۔ گو انہیں سیاسی کامیابی تو ابھی تک نہیں ملی تاہم ان کی دعوتی جدوجہد کے مفید اور مثبت پہلوؤں سے انکار ممکن نہیں۔ انہوں نے پڑھے لکھے طبقوں تک دین پہنچایا، انہیں اس پر مطمئن کرنے کی کوشش کی اور انہیں مغربی تہذیب کی مرعوبیت سے نکالا۔ تاہم ان کی دعوتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکمت عملی کا کمزور پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تعلیم اور تربیت وتزکیہ کو وہ اہمیت نہیں دی جس کے وہ مستحق تھے۔ انہوں نے تبدیلی کے لیے سیاسی جدوجہد پر ترکیز کی اور یہ بات ان کی نظر سے اوجھل ہوگئی کہ دیرپا تبدیلی کا بنیادی سبب تعلیم وتزکیے کے ذریعے فکر ونظر اور کردار کی تبدیلی ہوتی ہے اور جب تک فرد اور اس کی تکوین وتہذیب کو ہدف نہ بنایا جائے' معاشرتی سطح پر کوئی بڑی تبدیلی وقوع پذیر ہو ہی نہیں سکتی۔

تبلیغی جماعت: برصغیر پاک وہند سے ابھرنے والی یہ تبلیغی تحریک اپنے حجم اور پھیلاؤ کی وجہ سے اس وقت غالباً عالم اسلام کی سب سے بڑی دعوتی جماعت ہے۔ بلا شبہ اس جماعت کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال کر تربیت کے میدان میں لا ڈالتی ہے اور متحرک کر دیتی ہے۔ وہ لوگوں تک دین کی بنیادی معلومات پہنچاتی ہے اور ان کے سیرت وکردار پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے۔

اس جماعت کے دعوتی منہاج کی خامی یہ ہے کہ اس کا تصور دین بہت محدود ہے۔ وہ عبادات اور چند اخلاقی اصولوں کی پرداخت تو کرتی ہے لیکن معاشرے کے اجتماعی ڈھانچے کی اصلاح اس کے پیش نظر ہے ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ سیاست' معاشرت' معیشت' تعلیم' قانون' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ معاشرے کے اجتماعی معاملات کے اکثر وبیشتر پہلو اس کے دائرہ کار ہی میں نہیں آتے۔

اس کے علاوہ مقامی سطح کے چھوٹے موٹے ادارے بھی بہت بڑی تعداد میں دعوتی واصلاحی سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں اور بعض اوقات ان کے اثرات دور رس ہوتے ہیں۔

یہ جو کچھ ہم نے عرض کیا انتہائی اختصار کے ساتھ موجودہ حالات کی عکاسی کرتا ہے اور اگر یہ صورت حال تسلی بخش ہوتی تو رونا کس بات کا تھا۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرے کے اندر ایک زبردست اور مؤثر تحریک دعوت واصلاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اٹھائی جائے تا کہ معاشرہ ہر قسم کی برائیوں سے پاک ہو کر اسلام کی روشن تعلیمات پر کار بند ہو جائے۔ اس کے لیے ناگزیر ہے کہ مذکورہ بالا تنظیمیں اور جماعتیں اپنی دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں کے منہاج پر نظر ثانی کریں اور ان کے کام میں جن خامیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

علما کو چاہیے کہ مسجد کا وہ کردار بحال کریں جو عہد رسالت مآبؐ میں تھا، مسجدوں کو معاشرتی اصلاح کا مرکز بنائیں' ان کے خطبات اس چیز کا مظہر ہوں کہ ان کا ہاتھ مریض امت کی نبض پر ہے اور وہ اس کی بیماری کی صحیح تشخیص کر کے اس کا مؤثر علاج کر سکیں۔ انہیں اپنے مدارس میں ایسے علما تیار کرنے چاہییں جو عصر حاضر کے افکار اور تقاضوں کو سمجھتے ہوں اور جدید مسائل میں امت کی رہنمائی کر سکیں۔ انہیں چاہیے کہ عوام کو فرقہ واریت اور فقہی مسالک سے تمسک کی بجائے قرآن وسنت کی تعلیم دیں جو ہمارے دین کے بنیادی مآخذ ہیں۔

جدید اسلامی تحریکوں کو چاہیے کہ اپنی ساری قوت صرف سیاسی تبدیلی پر ہی نہ صرف کریں بلکہ دعوت و اصلاح کی اہمیت کو سمجھیں' فرد کو اہمیت دیں اور تعلیم و تزکیہ کے مؤثر نظام کے ذریعے انسان سازی کے کام پر توجہ مرکوز کریں کیونکہ جب تک فرد کے اندر حقیقی تبدیلی واقع نہ ہوگی' معاشرتی اور سیاسی اصلاح کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تبلیغی جماعت کو چاہیے کہ کنویں کے مینڈک کی بجائے سمندر اسلام کی وہیل مچھلی بنے' اپنے تصور دین کو وسیع کرے' قصے کہانیوں کی بجائے قرآن وسنت کی محکم اساس کو مضبوطی سے پکڑے' امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کو اپنائے۔ اپنے ارکان کو فرد کی تہذیب کے ایک جامع پروگرام کے ساتھ ساتھ معاشرتی' سیاسی اور اجتماعی اصلاح کے لیے متحرک کرے اور عبادات کے ساتھ ساتھ انہیں معاملات اور اخلاق کے دینی تصورات پر بھی کار بند ہونے کی تلقین کرے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان خطوط پر مسلم معاشرے میں دعوت و اصلاح کا کام کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے تو ان شاء اللہ اس کے مفید اور مؤثر نتائج نکلیں گے۔

تزکیہ کیسے ہو؟

دعوت کی اہمیت اپنی جگہ لیکن سوال یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں تزکیہ و تربیت کا مؤثر اور فعال نظام کیسے قائم کیا جا سکتا ہے؟

یہاں ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہیے اور وہ یہ کہ شریعت کا سارا ڈھانچہ نفس انسانی کا تزکیہ کرتا ہے اور دین کی ساری تعلیمات کا ہدف تزکیہ ہی ہے۔ اس لیے دین اگر اپنی صحیح صورت اور سپرٹ میں کسی مسلم معاشرے میں نافذ ہو جائے تو نفوس کا تزکیہ خود بخود اپنی مطلوبہ شکل میں ہونے لگتا ہے اور اس کے لیے کسی خصوصی ادارے کے قیام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ صدر اول میں جب تک دینی بگاڑ نے معاشرتی بگاڑ کی صورت نہ اختیار کر لی، علما و صلحا نے تصوف جیسے کسی ادارے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی لیکن جب معاشرتی بگاڑ بڑھ گیا تو علما و صلحا کو اس کے علاوہ اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی کہ لوگوں کے لیے ایک خانقاہی نظام وضع کیا جائے جہاں انہیں ان کے بگڑے ہوئے ماحول سے کھینچ کر کچھ دیر کے لیے رکھا جائے اور ان سے مجاہدے اور ریاضتیں کروا کر انہیں نفس پر قابو پانا سکھایا جائے تا کہ ان سے اطاعت الٰہی میں کوتاہی نہ ہو۔ لہٰذا آج اگر کوئی ہیئت مقتدرہ تزکیہ و تربیت کے لیے مؤثر اور فعال نظام قائم کرنا چاہتی ہو تو اس کا ہدف صالح معاشرت کا قیام ہونا چاہیے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجلس میں ایک دفعہ اسلامی ریاست کے قیام اور نفاذ شریعت وغیرہ کی بات ہو رہی تھی تو فرمانے لگے کہ مجھے اگر حکومت مل جائے تو دس سال تک اصلاح کا کام کروں گا۔ یہاں ان کے پیش نظر اس عام خیال کی نفی تھی کہ نفاذ اسلام کی بنیاد شرعی قوانین کا اجراء ہے کہ ادھر اسلامی حکومت قائم ہوئی اور ادھر نافرمانوں کو کوڑے لگنے لگے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ اقتدار کی قوت سے ایسی صالح معاشرت پیدا کی جائے جس میں اسلام کے معروفات پر عمل مرغوب ہو جائے اور منکرات سے خود بخود نفور پیدا ہو جائے۔ ایسا ماحول پیدا کرنے کے لیے جو امور معاون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دین پر عمل کو دنیا میں نفع آور بنا دیا جائے مثلاً اگر حکومت یہ اعلان کر دے کہ دینیات کے معلم کی تنخواہ دوسرے اساتذہ سے دو ہزار روپے زیادہ ہوگی' سٹیٹ بینک کے گورنر کے لیے اگر یہ شرط رکھ دی جائے کہ اسے اسلامی معاشیات کا ماہر ہونا چاہیے' ہائی کورٹ کے جج کے لیے اگر یہ طے کر دیا جائے کہ اسے اسلامی فقہ کا ماہر ہونا چاہیے' سرکاری ملازمت کے لیے اگر اعلان کر دیا جائے کہ داڑھی رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی' اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ شہداء کے بچوں کو ہر سطح پر سکالرشپ ملے گا۔ اس طرح دین اگر دنیا میں عزت افزائی اور نفع آوری کا باعث ہو تو پھر دیکھیے کہ لوگ کس طرح خوشی خوشی دین پر عمل کرتے ہیں' اسلامی علوم و معارف کو کس طرح تقویت ملتی ہے اور اہل دین کو کس طرح معاشرے میں رسوخ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ معلم کو مربی و مزکی بنا دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں معلم کا وہ کردار بحال کر دیا جائے جو صدر اوّل میں تھا کہ اس وقت معلم لازماً مربی بھی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'انما بعثت معلما'[1] یعنی میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ کیونکہ اس وقت معلم ہی مربی بھی ہوتا تھا۔ بعد میں جب بگاڑ پیدا ہوا تو معلم مربی نہ رہے اور مربی معلم نہ رہے اور معلم مدارس میں اور مربی خانقاہوں میں پائے جانے لگے۔ اس دو عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مربی (عموماً) علم سے کورے ہوتے گئے اور معلم (عموماً) زہد و تقویٰ سے اور یہ چیز بالآخر بڑے معاشرتی فتنے اور اخلاقی خلفشار کا سبب بنی۔

ہمارے عہد کا المیہ یہ ہے کہ معلم مربی نہیں رہے بلکہ انہیں یاد بھی نہیں رہا کہ وہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی مربی ہوتے تھے اور طلبہ کی تربیت آج بھی ان کی ذاتی' قانونی' اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے۔ دوسری طرف مربی بھی مربی نہیں رہے۔ (الّا ماشاء اللہ) بلکہ تاجر بن گئے ہیں۔ سجادہ نشینی پر بسا اوقات جھگڑے ہوتے ہیں' قتل ہوتے ہیں' کیس عدالتوں میں جاتے ہیں کیونکہ یہ بہت منافع بخش کاروبار ہے' تزکیہ بیچنے کا کاروبار۔

ہم کہہ یہ رہے تھے کہ معلم کا مربی ہونے کا کردار بحال کر دیا جائے۔ پہلے معلم کی تربیت کی جائے اور اسے اچھا انسان بنایا جائے تا کہ وہ اپنے طلبہ کے لیے ماڈل اور نمونہ بن سکے۔ پھر اسے تربیت دینے کا منہاج سکھایا جائے کہ طلبہ کی اسلامی تربیت کیسے کرنی ہے؟

۳۔ تربیتی اداروں کے کردار کی بحالی: ہمارے معاشرے میں تربیتی ادارے اس وقت بھی موجود ہیں۔ اساتذہ کی تربیت کے ادارے ہیں' ججوں کی تربیت کے ادارے ہیں' دفاعی افواج کی تربیت کے ادارے ہیں' بیوروکریسی کی تربیت کے ادارے ہیں بلکہ اکثر سرکاری محکموں کے اپنے تربیتی ادارے ہوتے ہیں۔ یہ ادارے اور کچھ تو شائد کرتے ہوں اپنے طلبہ رشرکاء کی اسلامی تربیت بہر حال نہیں کرتے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کا ہمیں شعور ہی نہیں رہا' یہ ہمیں یاد ہی نہیں رہا کہ اسلامی تربیت بھی کوئی کرنے کا کام ہے۔ ہمارا تصور دین کچھ یوں ہو گیا ہے کہ دین نام ہے نماز پڑھنے اور داڑھی رکھنے کا۔ جہاں تک عملی زندگی کا تعلق ہے اسے ہم نے دین کے دائرے سے باہر کر دیا ہے (کہ یہ تو دنیاوی کام ہے) حالانکہ دین آیا ہی اس مقصد سے تھا کہ ہمیں یہ بتائے کہ دنیا کی زندگی ہم نے کیسے بسر کرنی ہے..... تو خلاصہ یہ کہ مسلم معاشرے میں جتنے بھی تربیتی ادارے ہیں ان میں اسلامی تصور تربیت کا احیا کیا جائے اور ان کا ہدف یہ قرار دیا جائے کہ پیشہ وارانہ تربیت کے ساتھ ساتھ شرکا کو اچھا اور عملی مسلمان بھی بنانا ہے۔

۴۔ تعلیم کو تربیت سے جوڑنا: اس وقت ہمارے ہاں تعلیم تو ہے (اگرچہ وہ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیف وکم دونوں لحاظ سے ناکافی اور ناقص ہے..... جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ لیکن جتنی ہے وہ بھی تربیت سے مربوط نہیں ہے یعنی جو تعلیم دی جارہی ہے وہ اسلامی تربیت سے خالی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ تربیت سے بالکل ہی خالی ہے بلکہ اس تعلیم کا مواد(Content) چونکہ مغربی تصور علم پر مبنی ہے' اساتذہ کی تربیت کا نصاب مغرب سے درآمد کردہ ہے اور بحیثیت مجموعی ہماری تعلیم اور معاشرت دونوں پر مغربی فکر وتہذیب سے مرعوبیت کا جن سوار ہے۔ اس لیے ہمارے تعلیمی اداروں میں جو بری بھلی تربیت ہو رہی ہے وہ سراسر غیر اسلامی سانچوں پر مبنی ہے۔ آکسفورڈ کی کتابوں سے لے کر او لیول اور اے لیول کے امتحانات اور نکٹائی سے لے کر دی کی پٹی تک تربیت کے سارے ڈھنگ غیر اسلامی ہیں۔ لہٰذا کوئی مسلم حکومت اگر معاشرے میں تزکیۂ نفس کے اسلامی تصور کا احیا چاہتی ہو تو اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ تعلیم کو اسلامی تربیت سے مربوط کرے۔

یہ وہ چند اہم اقدامات ہیں جن کو ہماری طالب علمانہ رائے میں اگر کسی مسلم معاشرے میں بروئے کار لایا جائے تو دعوت واصلاح کی صحیح روایت کا احیاء ہو سکے گا اور ایک ایسی یکسو اور متحد شخصیت وجود میں آسکے گی جس کے لیے دینی تصورات پر عمل آسان اور ان سے انحراف مشکل ہوگا۔

۸۔ میڈیا

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلمان حکومتوں کو توجہ دلانا کہ وہ اپنی میڈیا پالیسی اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل دیں، اپنی تہذیب وتمدن کو ابھاریں اور اس میدان میں مغرب کی نقالی ترک کر دیں؛ مشترکہ نیوز ایجنسی اور ٹی وی چینل قائم کریں؛ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود وہنود ونصاریٰ اور اشتراکیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کا ابطال کریں؛ مل کر عمدہ پروگرام تیار کریں اور پروگراموں کا باہم تبادلہ کریں؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا دونوں کی اصلاح کریں مغرب میں میڈیا کے اسلام اور مسلم دشمن ایجنڈے کو غیر موثر بنانے کے لیے اقدامات کریں۔

۲۔ اسلامی اور تعمیری فلمیں، ڈرامے اور دیگر تفریحی پروگرام تیار کرنا۔

۳۔ ماس کمیونیکیشن کے تعلیمی ادارے قائم کرنا جہاں سے ایسے ہنر مند افراد تیار ہو سکیں جو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی نقطۂ نظر سے کام کر سکیں۔

۴۔ آڈیو وڈیو، سی ڈی، انٹرنیٹ، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ جیسے ذرائع ابلاغ سے دعوت و اصلاح کا کام لینا۔

پبلک سیکٹر

۱۔ اپنی میڈیا پالیسی کو اسلامی اصولوں پر تشکیل دینا اور اسلامی و مقامی تہذیب و تمدن کو فروغ دینا۔

۲۔ سطور بالا میں پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے سے کرنے کے جو کام گنوائے گئے ہیں ان پر عمل درآمد کرنا۔

۳۔ ذرائع ابلاغ سے ان افراد کو نکال باہر کرنا جو اسلامی نظریۂ حیات کے مخالف ہوں۔

۴۔ مغرب کی میڈیا پالیسی کو رد کرنا اور سنسر کیے بغیر ان پروگراموں کو مسلم عوام تک نہ پہنچنے دینا۔

۵۔ اسلام و مسلم دشمن قوتوں کے پروپیگنڈے کا توڑ کرنا اور انکی فلموں، ڈراموں اور گانوں کی درآمد پر پابندی لگانا۔

۶۔ ایسی فلمیں، ڈرامے اور دیگر پروگرام تیار کرنا جو ذہنوں میں اسلامی اصولوں کو راسخ کریں اور تعمیر سیرت کا کام کریں۔

۷۔ ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ سے اشاعت دین اور اشاعت تعلیم کا کام لینا۔

۸۔ میڈیا کے سارے پروگراموں سے غیر اسلامی عناصر خصوصاً ناچ گانے، فحاشی اور عورت کے استحصال کا خاتمہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحتیں

مسلمان میڈیا کی طاقت سے غافل کیوں ہیں؟

میڈیا کی طاقت مسلمہ ہے سوال یہ ہے کہ مسلمان میڈیا کی طاقت سے غافل کیوں ہیں؟ مسلمان اگر آج تک اسلام دشمن طاقتوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے اور اپنے ملی مقاصد کے حصول کے لیے عالمی سطح پر ایک طاقتور میڈیا مشینری قائم نہیں کر سکے تو یہ محض ان کی کم نگاہی اور بے وقوفی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ مسلمان ممالک کے حکمران میڈیا کی طاقت سے بے خبر نہیں۔ اگر وہ بے خبر ہوتے تو مسلم ممالک کے میڈیا پر کنٹرول نہ کرتے اور اپنے مخالفوں کو اس کے استعمال سے محروم نہ کرتے۔ ہمارا مشاہدہ تو یہ ہے کہ ہر مسلم حاکم میڈیا کی طاقت کو اپنے ذاتی اقتدار کے قیام و دوام کے لیے دھڑلے سے استعمال کر رہا ہے حالانکہ یہ میڈیا مشینری عوام کے پیسوں سے خریدی گئی ہے لہٰذا اس پر عوام ہی کا حق فائق ہونا چاہیے لیکن اکثر مسلم ممالک کے حکمران اسے اپنے ذاتی اقتدار کے لیے اور اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ میڈیا کی طاقت سے غافل نہیں۔ ہاں! وہ اسے اسلامی اور ملی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انہیں اسلامی اور ملی مقاصد کے لیے استعمال کرنا ہی نہیں چاہتے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اکثر مسلم ممالک کے حکمران اسلامی تعلیمات کے نفاذ میں مخلص ہی نہیں' وہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں' اسی کی پیروی کرنا چاہتے ہیں' وہ مغرب کی طاقتور پروپیگنڈا مشینری کے نخچیر اور اس سے مسحور ہیں اور بعض ان کے باقاعدہ ایجنٹ اور گماشتے ہیں' وہ اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے مغرب کے محتاج ہیں اور ان میں سے بعض وہاں کی لابنگ کرنے والی فرموں کو اپنے حق میں کام کرنے کے لیے لاکھوں ڈالر فیس دیتے ہیں۔ ان حکمرانوں سے یہ توقع کیسے رکھی جائے کہ وہ اسلامی اور ملی مقاصد کے لیے اور مغربی پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لیے میڈیا کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کریں گے۔

اس کے برعکس یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تقریباً ڈیڑھ ارب آبادی میں سے کئی کروڑ لوگ ایسے ہیں جو اسلامی اور ملی مقاصد کے لیے ایک طاقتور میڈیا کے قائل ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے لوگ غریب ہیں اور شائد کوئی زیادہ رقم اس مقصد کے لیے نہیں دے سکتے، اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کئی کروڑ مسلمان ایسے ہیں جو زیادہ نہیں تو ایک ڈالر سالانہ تو دے ہی سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ غیر منظم ہیں۔ اگر یہ لوگ منظم ہو جائیں تو وسائل کی کمی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہو سکتی لیکن مسلم قوم کی حیثیت اس وقت ایک غیر منظم بھیڑ کی سی ہے جس کی قوت کسی کام نہیں آ سکتی۔ یہ گونگے بادل ہیں جو نہ گرج سکتے ہیں نہ برس سکتے ہیں۔ ان کا وجود اور ان کی افادیت نہ ہونے کے برابر ہے۔

کیا اسلامی فلمیں اور ڈرامے جائز ہیں؟

مسلمانوں کا ایک طبقہ ابھی تک سوچتا ہے کہ کیا تصویر کا استعمال جائز ہے؟ اور کیا اسلامی فلمیں اور ڈرامے بنائے جا سکتے ہیں؟

تصویر کے بارے میں ہمارے روایتی علما کا تصور یہ ہے کہ اس کا کھینچنا اور اتروانا جائز نہیں البتہ جہاں شرعی اور تعمیری مقاصد کے لیے ناگزیر ہو جائے وہاں اسے استثنیٰ حاصل ہے مثلاً حج کے لیے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ بنوانا' مجرموں کی گرفتاری کے لیے ان کی تصاویر مشتہر کرنا' یا طب کی تعلیم کے لیے تصاویر استعمال کرنا وغیرہ۔ بعض معاصر علماء کا خیال ہے کہ آج کل کی فوٹو گرافی فنی طور پر اس طرح کی تصویر ہے ہی نہیں جس طرح کہ پہلے مصور برش اور رنگوں سے تصویر بناتے تھے بلکہ آج کل کی تصویر تو محض اجسام کے عکس کا عارضی تحفظ یا اثبات ہے۔ لہٰذا اس پر تصویر کے شرعی احکام کا اطلاق نہیں ہوتا۔

بہرحال ان دونوں میں سے کوئی بھی رائے اختیار کی جا سکتی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا ہے اور وہ یہ کہ تصویر کو مغربی فکر و تہذیب میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس تہذیب کی چونکہ بنیاد ہی روح (Spirit) کی بجائے جسم (Form) پر ہے لہٰذا یہ وحی کی بجائے حواس کو منبع علم سمجھتی ہے' روحانیت کی بجائے مادیت پر زور دیتی ہے اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دیتی ہے۔ اس لیے یہ تجرید کی بجائے تصویر کی قائل ہے۔ دنیا میں کہیں بھی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ چھپ جائے تو مسلمان لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں لیکن عیسائی ہر کہیں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں اور مجسمے بنائے سجائے بیٹھے ہیں اور ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

پھر مغرب نے تصویر کو صرف تعلیمی' تحقیقی' طبی اور دیگر تعمیری مقاصد ہی کے لیے استعمال نہیں کیا اس نے اسے جنس اور تجارت سے مربوط کر کے متاع بازار بھی بنا دیا ہے اور حیاء' عصمت اور عفت جیسے تصورات کو نہ صرف حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے بلکہ ایسا مٹایا ہے کہ شائد ان کے معنی وہاں اب ڈکشنری میں بھی ڈھونڈنے پر نہ ملیں۔

پھر مغرب کے پاس اپنے نظریات اور اپنی تہذیب و ثقافت کو دنیا بھر میں پھیلانے بلکہ غالب کرنے کے لیے چونکہ پیسے بھی ہیں اور عقل و جذبہ بھی لہٰذا اس مقصد کے لیے وہ ترغیب و ترہیب سے لے کر دھونس اور دھاندلی تک جائز و ناجائز سب کچھ کر گزرتا ہے۔

ان حالات میں مسلم امہ کے سامنے مسئلہ یہ نہیں کہ شرع اسلامی میں تصویر جائز ہے یا ناجائز؟ بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ مغرب کے تصویری انقلاب اور طوفان سے اپنے آپ کو بچائے کیسے؟ اور اپنے اصول و اقدار کا تحفظ کرے تو کیسے؟ مغرب نے ڈرامے' فلم' ریڈیو' ٹی وی' کیسٹ' سی ڈی' انٹرنیٹ' سیٹلائٹ..... وغیرہ سے جو ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اس کے اثرات سے خود کو کیسے محفوظ کرے؟ یہ سخت موقف کہ اسلام تصویر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا لہٰذا اسلامی تہذیب و ثقافت میں ڈراموں اور فلموں وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں' صحیح ہونے کے باوجود کیا عصر حاضر کے ان کروڑوں مسلمانوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے قابل عمل اور قابل قبول ہوسکتا ہے جو مغرب کے تصویری طوفان سے متاثر ہو چکے ہیں؟ ہمارا خیال ہے اس کا جواب ہاں میں دینا ممکن نہیں۔ لہٰذا انسانی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اور ایک عارضی مرحلے کے طور پر' تا کہ ہمارے نوجوان ہمارے سخت رویے سے بالکل ہی باغی نہ ہو جائیں اور دوسری طرف لڑھک کر مغربی طوفان میں بہ ہی نہ جائیں' ہمیں ایک نسبتاً نرم موقف قبول کرنا پڑے گا اور وہ یہ کہ ہم ایسی فلمیں اور ڈرامے خود تیار کر کے اپنے نوجوانوں کو دیں جن سے ہماری نظریاتی ساخت کو کم سے کم نقصان پہنچے..... ہم پھر عرض کریں گے کہ یہ ہماری چوائس نہیں مجبوری ہے لہٰذا خود دین کے وسیع تر مفاد میں ہمیں اس موقف کو قبول کرنا پڑے گا۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مسلمان حکومتیں اور اگر وہ نہ کریں تو اسلامی تحریکیں اور تنظیمیں ابلاغ عامہ کے ایسے ادارے (ریڈیو اسٹیشن' ٹی وی اسٹیشن' انٹرنیٹ پروائڈر ..... وغیرہ) خود قائم کریں' جو ایسی فلمیں' ڈرامے' کیسٹیں' سی ڈیز اور دوسرے ہر طرح کے تفریحی و تعلیمی پروگرام تیار کریں جو اسلامی نقطۂ نظر کے ممکنہ حد تک قریب ہوں اور امہ کے لیے کم سے کم نقصان دہ ہوں تا کہ امت مغربی تہذیب کے زہریلے اور ملحدانہ تصویری اور ابلاغی طوفان سے بچ سکے۔

۹۔ معاشرت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم حکومتوں کو توجہ دلانا کہ وہ مسلم معاشرے میں مغربی تہذیب و ثقافت کو پھیلنے سے روکیں اور معاشرت کو اسلامی اصولوں پر قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کریں۔

۲۔ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے اداروں کے ذریعے عوام کو اسلام کے معاشرتی اصولوں سے آگاہ کرنا اور انہیں ان پر عمل کی ترغیب دلانا۔

پبلک سیکٹر

۱۔ معاشرت میں اسلامی اصول و اقدار اور رسوم و رواج کو فروغ دینے کے اقدامات کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ معاشرت کے غیر اسلامی رجحانات خصوصاً مغربی تہذیب کی اندھا دھند پیروی کے رجحان کا خاتمہ کرنا اور اس سلسلے میں خود حکمرانوں کو اپنے آپ کو بطور ماڈل پیش کرنا۔

۳۔ ستر وحجاب کی اسلامی تعلیمات پر عمل کرانا، خاندانی نظام کو مضبوط کرنا، مخلوط تعلیم ومحافل پر پابندی لگانا اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا سے فحاشی کا خاتمہ کرنا اور مثبت وتعمیری پروگرام اور لٹریچر پیش کرنا۔

۴۔ تعلیم میں اسلام کے معاشرتی اصولوں پر زور دینا۔

۵۔ غیر مسلم ممالک سے فلموں، ڈراموں اور دوسرے مخرب اخلاق پروگراموں اور لٹریچر کی درآمد پر پابندی لگانا اور مسلم معاشرے میں ان کی اشاعت کو روکنا۔

۶۔ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کو رد کرنا وغیرہ۔

۷۔ مغرب اور دیگر غیر مسلم ممالک اقوام متحدہ کی آڑ میں تحدید آبادی اور عورتوں کے حقوق کے نام پر معاشرت کے جو غیر اسلامی اصول وقوانین منظور کر رہے ہیں ان کی مزاحمت کرنا اور عالمی سطح پر معاشرت کے اسلامی نقطۂ نظر کو منوانا اور عالمی قانون کا حصہ بنوانا۔

وضاحتیں

مغرب کی تہذیبی یلغار کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

سوال یہ ہے کہ انٹرنیٹ، کیبل، ڈش، ٹی وی وغیرہ ساری سرحدیں پار کر کے ہمارے گھروں میں گھس آئے ہیں اور انہوں نے ہمارے معاشرتی اور سماجی ڈھانچے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے کیا اس مصیبت کا کوئی علاج بھی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری معاشرت کو تلپٹ کرنے میں زیادہ منفی کردار مغرب کے اور ہمارے اپنے ذرائع ابلاغ (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا) کا ہے لیکن ہمارے نظام تعلیم وتربیت، ہماری سیاسی اور دینی قیادت کے رویوں اور ہماری معاشی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پالیسیوں نے بھی اس بگاڑ میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

مغربی تہذیب نے اللہ کی رہنمائی کو رد کر کے اپنی عقل اور خواہشات پر مبنی جو نظام زندگی تشکیل دیا ہے اس کی خرابیاں اگرچہ ہر شعبۂ زندگی میں نمایاں ہیں (اور ان کا ذکر ہم پہلے کر بھی چکے ہیں) تاہم اس کے نقصانات کا بدترین مظاہرہ مغرب کی معاشرتی زندگی میں ہوتا ہے جو بالکل ہی تلپٹ ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اگرچہ فرد کی مادر پدر آزادی اور وحی الٰہی کی رہنمائی کا رد کرنا ہے تاہم اس کے فوری اور عملی اسباب میں سرفہرست وہاں کے ذرائع ابلاغ ہیں یعنی وہاں کی فلمیں' ڈرامے' ٹی وی پروگرام' انٹرنیٹ اور اخبارات و جرائد وغیرہ۔

لیکن اہل مغرب اپنی مرضی کی معاشرتی زندگی گزارنے کے لیے آزاد ہیں۔ ہم ان کے معتقدات اور طرز زندگی سے اختلاف ضرور کر سکتے ہیں لیکن ہم ان کو یا ان کے ذرائع ابلاغ کو نہ منع کر سکتے ہیں اور نہ کوئی الزام دے سکتے ہیں کہ یہ ہمارا حق ہی نہیں بنتا۔ ہاں! ہمیں افسوس اور گلہ ہے تو اپنے ذرائع ابلاغ کے پالیسی سازوں سے جنہوں نے اپنے معتقدات اور نظریۂ حیات کو تج کر مغربی ذرائع ابلاغ کی اندھی نقالی کا احمقانہ فیصلہ کر رکھا ہے۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

پھر پاکستان میں معاشرت کے حوالے سے ہمیں ایک کی بجائے دو دشمنوں کا سامنا ہے۔ ایک مغربی تہذیب کا اور دوسرے ہندی تہذیب کا۔ معاشرتی لحاظ سے ہندو تہذیب مغربی تہذیب کا دوسرا رخ ہے۔ انڈیا کے ذرائع ابلاغ بھی اپنی فحاشی اور بے حیائی میں مغربی تہذیب سے کم نہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ میں پہلے دن سے 'ترقی پسند' گھسے ہوئے ہیں' جنہیں بے مقصدیت پسند ہے' بے حیائی پسند ہے اور بہت کچھ پسند ہے سوائے اسلام کے۔ اور ہماری دینی قوتیں اتنی 'عقلمند' ہیں کہ انہوں نے ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میدان میں کچھ تھوڑا بہت کام کیا ہے سوائے شعبۂ ابلاغ کے۔ یہاں کچھ کرنا وہ 'غیر اسلامی' سمجھتی ہیں لہٰذا یہ میدان ہر اس شخص کے لیے کھلا ہے جو اسلام بیزار ہو۔

ایک دفعہ ہماری ترقی پسند' لبرل' ماڈرن اور مغرب پرست خاتون وزیر اعظم نے فرمایا کہ پاکستان ٹی وی جو پروگرام پیش کرتا ہے وہ میں فیملی کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے باوجود ذرائع ابلاغ کا قبلہ درست کرنے کے لیے' کچھ نہ ہو سکا۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو قوتیں ہمارے ذرائع ابلاغ کو کنٹرول کر رہی ہیں وہ کتنی طاقتور ہیں۔

یہ ملک ہمارا ہے' ٹی وی اسٹیشن ہمارا ہے' ہماری سرزمین پہ قائم ہے' پاکستانی عوام کے پیسوں سے قائم کیا گیا ہے' اس میں کام کرنے والے لوگ پاکستانی ہیں' لکھنے والے ادیب اور پروگرام پیش کرنے والے فنکار پاکستانی ہیں اور مسلمان ہیں۔ پھر جو پروگرام تیار ہوتے ہیں وہ کیوں اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف ہوتے ہیں؟

یہی حال ہماری تعلیم کا ہے کہ تعلیمی پالیسی بنانے والوں' نصاب بنانے والوں' اساتذہ کی تربیت کرنے والوں کے پیش نظر بہت کچھ ہوگا، بس ایک یہ بات پیش نظر نہیں ہے کہ نئی نسل کو اچھا مسلمان اور پاکستانی بنانا ہے چنانچہ وہ انہیں انتہائی بچپن سے انگریزی سکھاتے ہیں بلکہ سب کچھ انگریزی میڈیم میں سکھاتے ہیں' انہیں نکٹائی پہننا سکھاتے ہیں' انہیں دوپٹہ گلے میں لٹکانا سکھاتے ہیں' غرض پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ کالے انگریز بن جائیں..... بلکہ جو کچھ چاہے بن جائیں بس پاکستانی مسلمان نہ بن پائیں۔

ہمارے سیاستدان عوام کی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کیا چاہتے ہیں لیکن امریکہ کے کسی حکم کے آگے وہ سر نہیں اٹھا سکتے، کہ اقتدار کا رستہ اسی گلی کو جاتا ہے چنانچہ ساری ملکی پالیسیاں امریکی نقطۂ نظر سے طے ہوتی ہیں۔ ہمارے علماء اپنے شاگردوں کو سب کچھ پڑھاتے ہیں بس یہ نہیں پڑھاتے کہ مغرب کی فکر اور تہذیب کیا ہے؟ کہ کہیں اس کا رد نہ کرنا پڑ جائے۔ چنانچہ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا نوجوان تنگ جین چڑھاتا' نکٹائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لگاتا' کانوں میں مندریاں اور ہاتھوں میں کڑے پہنتا، گیت گاتا اور مٹکتا نظر آتا ہے۔
ہماری معاشی پالیسیاں بنانے والے درآمدی وزرائے خزانہ ہمیشہ سیکنڈ ہینڈ مغربی ملبوسات امپورٹ کرنے کی اجازت دیتے ہیں تاکہ بیچارے غریب عوام کو مغربی صاحب بہادروں کی اترن نصیب ہو سکے' کاغذ اور اشیائے طباعت پر ہر سال ڈیوٹی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے تاکہ کتابیں کاپیاں مہنگی ہو جائیں اور لوگوں کا رشتہ قرطاس و قلم سے ٹوٹ جائے کہ تفریح طبع کے لیے ٹی وی کے رنگا رنگ پروگرام جو موجود ہیں..... یہ مختلف شعبہ ہائے حیات کی صرف چند جھلکیاں ہم نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ ہمارے معاشرے کے کرتا دھرتا پاکستانی معاشرت کو غیر اسلامی اور غیر پاکستانی بنانے کے لیے کس قدر محنت کرتے ہیں۔

اس صورت حال کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔
ہم اس سے پیشتر ایمانیات' سیاسیات' تعلیم' ابلاغیات وغیرہ پر گفتگو کر چکے ہیں اور اصلاحی اقدامات کی طرف اشارات کر چکے ہیں لہٰذا انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔
اگر ہم میڈیا کی اصلاح کر دیں' تعلیم کی اصلاح کر لیں' ہمارے سیاسی اور دینی رہنما اپنا طرز عمل بدل لیں' ہمارے معاشی ماہرین اپنی ترجیحات بدل دیں تو ان سب کے نتیجے میں ایک صالح اسلامی معاشرت کی داغ بیل ڈالی جا سکتی ہے۔

۱۰۔ صحت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم حکومتوں کو یہودی مغربی ملٹی نیشنل دواساز کمپنیوں کے چنگل سے نکلنے کا احساس دلانا۔

۲۔ مسلمان صنعتکاروں کو توجہ دلانا کہ وہ ایسی دواساز ملٹی نیشنل کمپنیاں بنائیں جو طب نبوی اور مقامی طریق علاج پر مبنی ہوں۔

۳۔ مسلم حکومتوں کو متوجہ کرنا کہ وہ مشترکہ سرمائے سے میڈیکل کی تعلیم و تحقیق کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ پائے کی یونیورسٹیاں بنائیں تاکہ اس شعبے میں مغرب پر انحصار ختم ہو سکے۔

پبلک سیکٹر

۱۔ پرائیویٹ سیکٹر میں گنوائے گئے اقدامات کے علاوہ ایلوپیتھک طریق علاج اور دواساز یہودی / مغربی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سحر سے نکلنے کے اقدامات کرنا۔

۲۔ طب نبوی اور مقامی طریق ہائے علاج کو سرکاری سرپرستی میں فروغ دینا، ان کے کالج اور ہسپتال قائم کرنا، فارغ التحصیل اطبا کو ہسپتالوں میں تعینات کرنا اور ادویات مہیا کرنا۔

۳۔ ہر شہری کو بلا معاوضہ علاج معالجے کی سہولت بہم پہنچانا، خصوصاً دیہات میں۔

۴۔ خواتین کے علاج کے لیے خواتین ڈاکٹروں اور نرسوں کی فراہمی اور خواتین کے الگ ہسپتال بنانا۔

۵۔ ڈاکٹروں، نرسوں اور دواؤں کی فراہمی میں مسلم ممالک کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا تاکہ غیر مسلم ممالک پر انحصار ختم ہو سکے۔

وضاحتیں

کیا طریق علاج بھی اسلامی، غیر اسلامی ہوتا ہے؟

ہم نے سطور بالا میں یہ تجویز کیا ہے کہ مسلمانوں کو مقامی طریقہ ہائے علاج کو ترقی دینی چاہیے اور مغربی طریق علاج (ایلوپیتھک) چھوڑ دینا چاہیے۔ اس پر ایک صاحب نے بھناتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ لگتا ہے آپ کو مغرب فوبیا ہو گیا ہے اور آپ بربنائے تعصب مغرب کی ہر بات کو رد کرنے اور اس کے ہر مفید پروگرام کی ممانعت کرنے پر تل گئے ہیں ورنہ طریق علاج میں آپ اسلامی' غیر اسلامی کی بحث نہ چھیڑتے کیونکہ کوئی طریق علاج بھی غیر اسلامی نہیں ہوتا بلکہ جس طریقے سے بھی انسانی دکھوں اور تکلیفوں کو کم کیا جا سکے وہ طریقہ اسلامی لحاظ سے قابل قبول ہونا چاہیے؟

ہم ان کے خیالات کی قدر کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا موقف اور دلائل بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذرا سمجھنے کی کوشش کر لی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟

۱۔ مغرب نے جو طریق علاج اپنایا ہے وہ ان کے مقامی موسم' لوگوں کے مزاج' وہاں کے سماجی اور معاشی حالات وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر بنایا ہے۔ اب یہ عقل عام کا تقاضا ہے کہ ہم اس بات کو سمجھیں کہ ہمارے ہاں کا موسم' طبعی اور جغرافیائی حالات' لوگوں کا مزاج اور معاشی اور معاشرتی تقاضے مغرب سے مختلف ہیں تو یہ کیا ضروری ہے کہ ان کی ایجاد کردہ ساری دوائیں ہمارے حالات اور مزاج کے موافق ہوں؟

۲۔ اہل مغرب بنیادی طور پر تاجرانہ ذہن رکھتے ہیں۔ برصغیر میں بھی وہ تاجروں کے روپ میں داخل ہوئے تھے اور بالآخر ملک پر قبضہ کر لیا' پھر یہاں کی ساری دولت اور مادی وسائل انگلستان پہنچ گئے۔ اہل مغرب کا رویہ اب بھی تاجرانہ ہے۔ انہوں نے مغرب میں دواسازی کی بڑی بڑی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں اور ان کا تاجرانہ مفاد یہ ہے کہ ان کی تیار کردہ دوائیں بکتی رہیں' ان کی بلا سے ہمیں شفا ہو یا نہ ہو۔ کئی دفعہ اخبارات میں آ چکا ہے کہ ہمارے ہاں وہ دوائیں برسوں سے بک رہی ہیں جن پر بہت عرصہ پہلے مغرب میں پابندی لگ چکی ہے۔ افغانستان کے روس کے خلاف جہاد میں اعداد و شمار سے یہ بات سامنے آئی کہ جو زخمی افغان پاکستانی یا مسلم کمیونٹی کے ہسپتالوں میں علاج کے لیے آتے تھے ان کا علاج کرنے کی کوشش کی جاتی تھی لیکن جو زخمی افغان مغربی ممالک کی تنظیموں کے ہسپتالوں میں جاتے تھے ان سے اصرار کیا جاتا تھا کہ فوراً سرجری کروالیں۔ اس طرح ان تنظیموں کے ہسپتالوں نے ہزاروں افغانوں کو ان کے اعضا کاٹ کر ساری زندگی کے لیے معذور بنا دیا۔

۳۔ یہ بھی ریکارڈ پر ہے کہ مغربی ممالک طبی مشنوں کے پردے میں مشنری (اور بعض اوقات جاسوسی) سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں جیسا کہ طالبان کے عہد حکومت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مغربی لوگ پکڑے گئے تھے اور جیسا کہ پاکستان' بنگلہ دیش' انڈیا اور افریقہ کے اکثر غریب ممالک میں علی الاعلان یہ کام ہو رہا ہے۔

۴۔ ترقی پذیر مسلم ممالک کو جو فنڈز بلکہ قرضے مغربی ممالک سے ملتے ہیں وہ اکثر و بیشتر مشروط ہوتے ہیں مگر انہیں گمراہ کن انداز میں پیش کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہا جائے گا کہ یہ قرض پاکستان کے لوگوں کی صحت کے مسائل حل کرنے کے لیے دیا جا رہا ہے جہاں ڈاکٹر کم ہیں' ہسپتال نہیں ہیں' شرح اموات زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جو میڈیکل کالج کھلے گا اس میں علم وہ پڑھایا جائے گا جو مغرب کا پیدا کردہ ہے' کتابیں وہاں کی چھپی ہوں گی' طبی آلات مغرب سے درآمد کیے گئے ہوں گے' زیر تربیت ڈاکٹروں کو علاج کے لیے جو دوائیں بتائی جائیں گی وہ مغرب سے درآمد کردہ یا ان کے لائسنس پر تیار کی گئی ہوں گی۔ یہاں کے ڈاکٹر جب تخصص کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں گے تو وہ انہی مغربی ممالک میں جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح صرف نام پاکستان کا استعمال ہوگا باقی سب کچھ مغرب کا ہوگا۔

۵۔ وہ اطبا جو مقامی جڑی بوٹیوں کو جانتے ہیں' جن کی دوائیں مقامی ماحول' موسم' مزاج وغیرہ کے زیادہ مطابق ہیں' جو سستی ہیں' ہر وقت میسر ہیں انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ اس مقامی طب کو ترقی دینے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی تعلیم کے لیے حکومت کالج نہیں کھولتی' یونیورسٹیاں نہیں بناتی۔ اس کی ترقی کے لیے لیبارٹریاں قائم نہیں کرتی' اس کے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والوں کو اچھا روزگار نہیں دیتی بلکہ ان سب معاملات میں مغربی طریق علاج کو فوقیت دی جاتی ہے اور مقامی طریق علاج سے اچھوتوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے مغرب اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت اور اس کی اندھی نقالی کا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ مغربی طریق علاج کو ختم کر دیا جائے یا اس کی سائنسی ترقیوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ یہ سب کچھ ضرور کیا جائے مگر کس قیمت پر؟ مقامی طریق علاج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی قیمت پر؟ ہرگز نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اپنے مقامی طریق علاج کو ترجیح دی جائے' اس کی تحقیق و ترقی کے لیے اقدامات کیے جائیں' اس کے لیے تعلیمی ادارے اور ہسپتال قائم کیے جائیں' ان لوگوں کو اچھی تنخواہیں دی جائیں۔ چلیے اگر آپ مقامی طریق علاج کو مغربی طریق علاج پر ترجیح نہیں دے سکتے تو دونوں سے کم از کم مساوی سلوک تو کیا جاسکتا ہے لیکن مغربی طریق علاج کو فوقیت دینا اور ساری پالیسیاں اس کے مفاد میں بنانا اور مقامی طریق علاج سے چشم پوشی کرنا، یہ کہاں کا انصاف اور عقل مندی ہے؟

جو لوگ مغرب کی عینک سے چیزوں کو دیکھنے کے عادی ہیں انہیں ممکن ہے ہماری یہ باتیں عجیب اور اوپری لگیں لیکن اگر وہ ذرا مغرب کی پٹی اپنی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو انہیں ان باتوں میں حمیت' عقل اور منطق سب کچھ نظر آنے لگے گا۔

۱۱۔ صنعت و تجارت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم حکمرانوں کو توجہ دلانا کہ وہ صنعت و تجارت میں مغرب کی غلامی سے نکلیں، مسلم ملت کے مفادات کو ترجیح دیں اور خود انحصاری اپنائیں۔

۲۔ مسلم صنعتکاروں کو ترغیب دلانا کہ اگر حکومتیں مندرجہ ذیل لائحہ عمل پر عمل درآمد نہ بھی کریں تو وہ خود اپنے طور پر، جہاں تک ہو سکے، اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پبلک سیکٹر

۱۔ مسلم ممالک کے چیمبرز آف کامرس کے صدور کی ایک مشترکہ کمیٹی بنانا جو خام مال اور موزوں افرادی قوت کی فراہمی کا جائزہ لے کر مسلم ممالک کے مشترکہ صنعتی یونٹ خصوصاً دفاع، ہیوی مشینری، الیکٹرانکس وغیرہ کے شعبوں میں لگانے کی منصوبہ بندی کرے۔

۲۔ مسلم ممالک کے صنعتکاروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی کا قیام جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم ممالک میں ترقیاتی کام کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور اس غرض کے لیے ملٹی نیشنل کمپنیاں بنائیں جو غیر مسلم ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جگہ لیں۔

۳۔ ہر مسلم ملک میں صنعتی ڈھانچہ کھڑا کرنا

۴۔ خود انحصاری کے اصول پر صنعتوں کو فروغ دینا تاکہ غیر ممالک سے کوئی چیز درآمد نہ کرنی پڑے۔

۵۔ دیہی علاقوں میں گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کو فروغ دینا تاکہ بیروزگاری کم ہو اور بڑے شہروں کی طرف نقل مکانی میں کمی آئے۔

۶۔ تجارت، خام مال اور ماہرین کی برآمد و درآمد میں مسلم ممالک کو دوسروں پر ترجیح دینا۔

۷۔ مسلم ممالک کی تجارت کا غالب حصہ خود مسلم ممالک کے درمیان ہونا چاہیے۔

۸۔ مشترکہ منڈیاں، مشترکہ بنک اور مشترکہ کرنسی کے ذریعے مسلم ممالک کے درمیان تجارت کو سہل اور منافع بخش بنانا۔

۹۔ تجارت کو اسلامی اصولوں پر منظم کرنا اور بلاسود معیشت کو فروغ دینا۔

وضاحتیں

انڈسٹریلائزیشن

مغربی تہذیب کی برتری کی ایک بڑی وجہ اس کی معاشی قوت ہے جس کا ایک بنیادی سبب انڈسٹریلائزیشن ہے۔ لہٰذا کیا یہ غلط ہے کہ مسلمان جب تک انڈسٹریلائزیشن میں پیچھے رہیں گے وہ نہ معاشی طور پر مضبوط ہو سکیں گے اور نہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں مغرب کے مدمقابل آ سکیں گے؟

یہ بات صحیح ہے کہ مغرب کی برتری کی ایک بڑی وجہ اس کی معاشی قوت ہے اور اس معاشی برتری کی وجہ سے وہ اسلحی قوت میں بھی دوسرے ممالک سے آگے ہے اور سیاسی قوت میں بھی، اور اسی وجہ سے وہ قاہر و غالب ہے۔ اور یہ کہ اس معاشی برتری کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑی وجہ سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کی بنا پر اس کی انڈسٹریلائزیشن ہے یعنی صنعت میں سائنس وٹیکنالوجی کا استعمال اور ذرائع پیداوار میں ناقابل یقین حد تک اضافہ۔ لہٰذا یہ مؤقف سنجیدہ غور وفکر کا مستحق ہے کہ اگر مسلم ممالک ترقی کرنا چاہتے ہیں اور معاشی طور پر مضبوط ہونا چاہتے ہیں تو انہیں بھی انڈسٹریلائزیشن کو اپنانا ہوگا۔

ہم اس حوالے سے ان مسلم معاشی ماہرین کے سامنے دو باتیں رکھنا چاہتے ہیں جو مسلم نشأۃ ثانیہ میں یقین رکھتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلم تہذیب اس دنیا میں صدیوں برتر وغالب رہی اور مسلم معاشرہ معاشی لحاظ سے دنیا کا طاقتور ترین اور خوشحال ترین معاشرہ تھا اور یہ سب کچھ انڈسٹریلائزیشن کے بغیر ہوا..... مطلب یہ کہ اگر مسلمان ماضی میں معاشی طاقت انڈسٹریلائزیشن کے بغیر حاصل کر سکتے تھے تو آج کیوں نہیں کر سکتے؟

دوسری بات یہ کہ اگر وہ آزادانہ اور مجتہدانہ غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں کہ ہمارے عہد میں معاشی قوت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم انڈسٹریلائزیشن میں نہ جائیں تو بھی ہم کہتے ہیں کہ انڈسٹریلائزیشن کے مغربی ماڈل پر ہمیں ہو بہو عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے مخصوص نظریۂ حیات کے پیش نظر اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں لانی چاہییں:

۱۔ سود کا خاتمہ اور زکوٰۃ وعشر کے نظام کا فعال اور مؤثر طریقے سے نفاذ تاکہ تقسیم دولت کا منصفانہ ڈھانچہ وجود میں آسکے۔ اس سے سرمایہ داری کو اس بے ہنگم طریقے سے نمو نہیں ملے گی جس طرح اسے مغرب میں ملا۔

۲۔ بڑے شہر نہ بننے دیے جائیں۔ جس شہر کی آبادی ایک مقررہ حد سے بڑھ جائے وہاں زمین، مکان یا دکان خریدنے پر قانوناً پابندی لگ جانی چاہیے تاکہ وہاں آبادی میں اضافہ نہ ہو سکے۔

۳۔ انڈسٹری کو زرعی بنیادوں پر چلایا جائے اور وہاں چلایا جائے جہاں زراعت ہو رہی ہے۔ اس سے دیہات تک سڑکیں بنیں گی، سکول اور ہسپتال کھلیں گے، مقامی طور پر روزگار مہیا ہوگا، بڑے شہروں کو نقل مکانی میں کمی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسلامی معاشی اور معاشرتی قدروں پر عمل جیسے انفاق فی سبیل اللہ یعنی غریبوں مسکینوں کی مدد، اسراف سے پرہیز، سادگی پر عمل، خاندانی نظام کی مضبوطی، اخلاقی قدروں خصوصاً امانت و دیانت کو فروغ [یعنی کرپشن کا خاتمہ) زہد و تقویٰ کی سپرٹ کو فروغ وغیرہ۔ ان اصولوں پر عمل سے ہمارا معاشرہ اقتصادی لحاظ سے مضبوط ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان اصولوں پر عمل کیا جائے تو انڈسٹریلائزیشن سے معاشی قوت تو حاصل ہوگی ہی لیکن ساتھ ہی ہم ان قباحتوں سے بھی بچ جائیں گے جن کا بحران مغرب کی کشتی کو ڈبو رہا ہے۔

۱۲۔ زراعت

پرائیویٹ سیکٹر

۱۔ مسلم ممالک کو توجہ دلانا کہ وہ خوراک کی فراہمی میں خود انحصاری اور خود کفالتی کو یقینی بنائیں۔

۳۔ کسی مسلم ملک میں خوراک کی کمی ہو تو دوسرے مسلم ممالک مل کر اس کمی کو پورا کریں۔

پبلک سیکٹر

پرائیویٹ سیکٹر میں گنوائے گئے اقدامات کے علاوہ:

۱۔ زراعت میں خود کفالتی اور خود انحصاری کے لیے اقدامات کرنا مثلاً زیادہ سے زیادہ رقبہ زیر کاشت لانا، کسانوں کو غیر سودی قرضے فراہم کرنا، اجناس کی قیمتوں کو کنٹرول کرنا وغیرہ۔

۲۔ زرعی تحقیق کے ادارے قائم کرنا تاکہ پانی، عمدہ کھادوں، بیجوں اور دواؤں کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔ پیداوار کو بڑھایا جا سکے اور نئی فصلوں کے تجربات کیے جا سکیں۔

۳۔ زرعی تعلیم کی یونیورسٹیاں قائم کرنا تاکہ زرعی سائنسدان اور ٹیکنیشن فراہم ہو سکیں۔

۴۔ مسلم ممالک کے زرعی ماہرین پر مشتمل ایک کمشن قائم کرنا جو مسلم ممالک کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زراعت وخوراک کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے۔

وضاحتیں

کیا زراعت غیر اہم ہے؟

سطور بالا میں ہم نے صنعتی ترقی پر بہت زور دیا ہے جبکہ زراعت کی مذمت میں ایک حدیث بھی بعض لوگ پیش کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جس گھر میں آلات زراعت داخل ہو گئے، اس پر ذلت مسلط ہو کر رہتی ہے۔ (۱) کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ زراعت پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں؟

یہ تاثر صحیح نہیں ہے۔ زراعت بہت اہم ہے اور اسی لیے ہم نے کہا ہے کہ مسلم زرعی ممالک میں صنعتیں بھی زراعت پر مبنی ہونی چاہئیں۔ زرعی خود کفالت مسلم امہ کے لیے بہت ضروری ہے تا کہ وہ بنیادی ضروریات زندگی کے لیے دوسروں کی محتاج نہ رہے اور یہ جو ہر چند سال بعد افریقہ میں قحط پڑتا ہے اور بھوکے' ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے مسلم بچوں کی قابل رحم تصویریں مغربی میڈیا میں شائع ہوتی ہیں اور ان کی بنیاد پر وہاں رحم کی اپیلیں کی جاتی ہیں' تو یہ ہر مسلمان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ خود پاکستان کی حالت یہ ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود اسے گندم درآمد کرنا پڑتی ہے جو شرمناک ہے۔

مذکورہ حدیث کا مطلب زراعت کی مذمت نہیں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ کسب رزق کی کوئی بھی سرگرمی ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ آدمی کو دین و دنیا کے سارے کام بھول جائیں اور وہ چوبیس گھنٹے کولہو کا بیل بنا رہے اور پیسے کمانے کے علاوہ اس کا کوئی مقصد زندگی نہ رہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مکہ کے لوگ تجارت پیشہ تھے لیکن مدنی معیشت تو

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب یحذر من عواقب الاشتغال بآلۃ الزرع أو مجاوزۃ الحد الذی أمر بہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساری کی ساری زراعت پر مبنی تھی اور وہی مسلمانوں کا ذریعۂ حیات تھی لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زراعت کی مذمت فرماتے۔

زراعت وصنعت دونوں پر بیک وقت توجہ دینے میں کوئی تضاد نہیں۔ خود امریکہ صنعت میں شہرہ آفاق ترقی کے باوجود زراعت میں اتنا آگے ہے اور اس کی زرعی پیداوار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات اسے سمندر میں پھینک کر ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح چند سال پہلے ہم سعودی عرب کی اقتصادی ترقی پر ایک رپورٹ پڑھ رہے تھے جس میں یہ مذکور تھا کہ سعودی عرب جو پہلے اپنی اجناس کی ساری ضروریات درآمد کرتا تھا اب اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ گندم برآمد کرتا ہے۔ اس مثال پر سارے مسلم ممالک کو عمل کرنا چاہیے۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ بے جا نہ ہوگا کہ یہودی سازش کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک کو پانی کے بحران سے دوچار کیا جائے اور انہیں زرعی طور پر بنجر کر دیا جائے چنانچہ پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ صرف اس بنیاد پر کہ پاکستان کے بہنے والے دریاؤں کے منابع ہندوستان کے قبضے میں ہیں' بین الاقوامی یہودی مالیاتی اداروں نے پاکستان کے کئی دریاؤں کا پانی ایک معاہدے کے تحت انڈیا کو دلوا دیا اور اب پاکستان آہستہ آہستہ پانی کے بحران سے دوچار ہو رہا ہے' اس کی زمینیں بنجر ہونے لگی ہیں اور فراہمی آب کے منصوبوں میں فنی مہارت، مشاورت اور معاونت کے نام پر بین الاقوامی یہودی مالیاتی ادارے اس کے آبی ذخائر پر قابض ہو گئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مسلم نشأۃ ثانیہ کے حوالے سے یہ کچھ ابتدائی تجاویز تھیں جو ہم نے امت کے سوچنے سمجھنے والے عناصر کے سامنے رکھیں۔ اللہ کرے یہ اس سوچ کو آگے بڑھانے کا سبب بنیں۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک مستقل پلیٹ فارم ہو جہاں اس موضوع سے اخلاص رکھنے والے امت کے چیدہ اہل علم جمع ہوں اور مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے ایک متفقہ لائحہ عمل بنا کر امت کو دیں اور پھر اس موضوع پر مسلسل غور وفکر کر کے اس میں ضروری تبدیلیوں کی نشاندہی کرتے رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

مسلم نشاۃ ثانیہ۔ موانع اور ان کا حل

مسلم نشاۃ ثانیہ کے لائحہ عمل سے متعلق اس چوتھے باب میں ہم نے پہلے مسلم نشاۃ ثانیہ کی اساس کو واضح کیا' پھر اس کی حکمت عملی پر بات کی اور تیسری فصل میں مختلف شعبہ ہائے حیات سے متعلق مجوزہ لائحہ عمل پر روشنی ڈالی اور اب اس آخری اور چوتھی فصل میں یہ بات زیر بحث آئے گی کہ اس لائحہ عمل پر عمل درآمد میں کون سی رکاوٹیں حائل ہیں اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی مسلم نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ہماری گفتگو مکمل ہو جائے گی۔

جہاں تک مسلم نشاۃ ثانیہ کی مجوزہ تجاویز پر عمل درآمد میں موانع کا تعلق ہے تو یہ موانع بنیادی طور پر تین ہیں۔

۱۔ داخلی مانع ۲۔ خارجی مانع ۳۔ عملی مانع

داخلی مانع اور اس کا حل

یہ اصولی اور بنیادی مانع ہے اور باقی دونوں موانع بھی اسی کی توسیع اور فروع ہیں۔ داخلی مانع سے ہماری مراد ہے مسلمانوں کی اپنے نظریۂ حیات سے بے وفائی' اس کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا اور اس کے لیے قربانی نہ دینا۔ اس نکتے کی تشریح کئی طرح سے کی جاسکتی ہے' اس کے لیے بے شمار اسلوب اپنائے جاسکتے ہیں اور کئی طرح کی اصطلاحات استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً کہا جاسکتا ہے کہ

- مسلمان نفاق میں مبتلا ہیں اور ان کے قول و فعل میں تضاد ہے
- وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح نہیں دیتے
- وہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- وہ توحید کے صحیح تصور پر عمل نہیں کرتے
- وہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے پورے نہیں کرتے
- ان کا تقدیر کا تصور غلط ہے
- ان کا ایمان کمزور ہو گیا ہے
- وہ قرآن کا حق ادا نہیں کرتے
- وہ نماز نہیں پڑھتے اور دوسری عبادات بجا نہیں لاتے
- انہوں نے ذکر اللہ سے منہ موڑا ہوا ہے
- انہوں نے دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑ رکھا ہے
- وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے
- وہ جہاد نہیں کرتے
- وہ بدعات میں مبتلا ہو گئے ہیں
- ان کا تصور دنیا مسخ ہو گیا ہے
- وہ سائنس وٹیکنالوجی میں پیچھے رہ گئے ہیں
- وہ کاہل اور کام چور ہیں' محنت نہیں کرتے
- ہر معاملے میں بددیانت ہیں
- پلاننگ اور منصوبہ بندی چھوڑے بیٹھے ہیں
- غیروں کی تقلید کرتے ہیں
- عورتوں کو تعلیم نہیں دلاتے
- عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتے
- غریبوں' مسکینوں' یتیموں' بیواؤں سے حسن سلوک نہیں کرتے
- وہ مالی طور پر پسے ہوئے ہیں
- ان کے پاس جدید اور ترقی یافتہ ہتھیار نہیں ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- وہ میڈیا اور پروپیگنڈے میں دوسروں سے پیچھے ہیں
- ان میں باہم اتحاد اور اخوت نہیں ہے
- وہ حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے
- مسلمان حکمران عوامی رائے عامہ کا احترام نہیں کرتے
- صنعت وتجارت میں پیچھے ہیں
- زراعت کو اہمیت نہیں دیتے
- علم وتحقیق میں گئے گزرے ہیں
- ان کے ہاں شرح خواندگی بہت کم ہے، تعلیم نہیں ہے
- تعلیم ہے تو اس کا معیار کوئی نہیں
- غریب اور امیر میں فرق بہت زیادہ ہے
- جاگیرداری اور سرمایہ داری ہے
- ان کے پاس جدید اور ترقی یافتہ اسلحہ نہیں
- ان کو احساس زیاں نہیں
- وہ خودی اور خودشناسی کے بحران میں مبتلا ہیں
- تزکیۂ نفس سے غافل ہیں
- کردار کے کھوکھلے ہیں
- بے حمیت ہیں
- حسن اخلاق سے عاری ہیں
- ان کے ہاں عدل وانصاف نہیں
- یہ سیاست کو نہیں سمجھتے
- رزق حلال سے محروم ہیں
- ان کے ہاں زنا عام ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- منشیات فروشی یہ کرتے ہیں
- دو غلے اور دو چہرے والے ہیں
- اخلاص سے محروم ہیں
- ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے ہیں
- یہ دین کو نہیں سمجھتے
- انہوں نے اپنے اپنے مسلک کو دین بنالیا ہے
- یہ تقلید کے خوگر ہیں
- اجتہاد چھوڑ رکھا ہے
- مسلم حکمران صدیوں سے استبداد کے خوگر ہیں
- لوگ کاسہ لیس اور چاپلوس ہیں
- ان میں فکری حریت نہیں

غرض آپ جو بھی لہجہ اختیار کریں، جو بھی اسلوب اپنائیں، جس رنگ میں بھی اس مضمون کو باندھیں، سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ ہم اچھے مسلمان نہیں رہے، ہم اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔

اس کا حل کیا ہے؟

اس کا حل ایک ہی ہے کہ ہم اسلام کے ساتھ سچ مچ وابستہ ہو جائیں، اسلامی تعلیمات کو حرزِ جاں بنائیں، ان کے تقاضوں پر عمل کریں۔ اس مضمون کو بھی سورنگ میں باندھا جاسکتا ہے لیکن اس کا مرکزی مضمون بہرحال یہی ہوگا۔

اس کی عملی صورت کیا ہو؟

- اس کی پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہمیں احساس زیاں تو ہو، ہم اپنی بیماری کو تسلیم تو کریں، ہم اپنا احتساب تو کریں، ہم خود تنقیدی کے مرحلے سے تو گزریں۔
- پھر ہمیں یہ ایقان بھی چاہیے کہ ہمیں واشنگٹن اور لندن نہیں کعبے کو جانا ہے۔ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندھیرے میں ہیں ہمیں نور اسلام کی ضرورت ہے۔ہم بحر ظلمات میں ہیں کنارے پہنچنے کے لیے ہمیں کشتیٔ ایمان کی ضرورت ہے۔

- پھر ہمیں اس دلدل سے نکلنے کے لیے نیت خالص اور عزم محکم درکار ہے' ایسا عزم جو پہاڑوں کے سینے شق کر دے اور صحراؤں کے دامن سمیٹ دے۔
- اس کے جزوی حل بھی ہیں اور وہ جزواً موثر بھی ہو سکتے ہیں: گو دیگر امراض باقی رہیں گے
- کچھ وقتی حل بھی ہیں جن سے کچھ دیر کے لیے مرض میں افاقہ ہو جائے گا لیکن ہمیشہ کے لیے آرام نہیں آئے گا۔

لیکن اس مہلک مرض کا اصولی' بنیادی' کلی اور پائدار حل صرف وہ ہے جو ہمیں خالق کائنات نے بتایا ہے اور جس کا ذکر ہم اس باب کی دوسری فصل میں مسلم نشأۃ ثانیہ کی حکمت عملی کے ضمن میں (اور اس کتاب کی بعض دوسری جگہوں پر بھی) کر چکے ہیں یعنی تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ۔

تعلیم کتاب وحکمت سے شخصیت کا تزکیہ کر کے ایسے انسان تیار کیے جائیں جو قرآن اور اسلام کو مطلوب ہیں۔اسے آپ تعمیر سیرت وکردار' انسان سازی یا چاہیں تو جدید اصطلاح میں Human Resource Development کہہ سکتے ہیں۔ایسے اشخاص جب آپ کے معاشرے میں ڈھل کر تیار ہو کر نکلنے لگیں گے تو آپ کی مشکلات کے حل کا دروازہ کھل جائے گا کیونکہ یہ نسخۂ کیمیا ہے' یہ شہ کلید (Master key) ہے' اس کے آگے کوئی تالا نہیں ٹھہر سکتا۔آزمائش شرط ہے۔

تاریخ اس کا مشاہدہ کر چکی ہے۔چودہ سو سال پہلے احمد مجتبیٰ نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ سے ایسے افراد تیار کیے تھے، پھر چشم فلک نے دیکھا کہ وہ طوفان بن کر اٹھے اور گھٹا کی طرح چھا گئے۔دنیا کی سپر پاورز ان کے سامنے ریت کے گھروندے کی طرح بیٹھتی چلی گئیں کہ وہ علم وعمل کے سچے تھے۔ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دن گھوڑے کی پیٹھ پر اور راتیں مصلے پر گزرتی تھیں۔ اپنے مقصد کی خاطر مرنا انہیں اتنا عزیز تھا کہ وہ اس کے لیے دعائیں مانگتے تھے چنانچہ ان کی زندگی ایسی تھی کہ لوگ ان پر رشک کرتے تھے۔ وہ دور پھر لوٹ سکتا ہے بشرطیکہ ہم چاہیں' بشرطیکہ ہم صبغۃ اللہ میں اسی طرح رنگ جائیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو رنگا تھا۔ آج رسولؐ ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کی لائی ہوئی کتاب اور ان کی سنت تو ہمارے پاس موجود ہے۔

تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ مسلم نشأۃ ثانیہ کی بنیاد کیسے بن سکتے ہیں، ہم تفصیل سے عرض کر چکے ہیں لہٰذا ان باتوں کو دہرانا لاحاصل ہوگا۔

خارجی مانع اور اس کا حل

یہ خارجی مانع بھی اصلاً ایک ہی ہے اور وہ ہے مغربی فکر وتہذیب کا غلبہ اور اسلام دشمنی

۱۔ یہ مانع ذہنی بھی ہے اور فکری بھی یعنی اہل مغرب اپنی منصوبہ بندی اور کوشش ومحنت سے خصوصاً تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بہت سے مسلمانوں کے دل ودماغ کو فتح کر چکے ہیں۔ وہ مسلمان ہیں، مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں مسلمان معاشرے میں رہتے ہیں اور ان میں سے بہت سے نمازیں بھی پڑھتے اور روزے بھی رکھتے ہیں لیکن وہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں' ان کی آنکھیں مغربی تہذیب کی چکاچوند سے خیرہ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تہذیب کامیاب ہے' ترقی یافتہ ہے لہٰذا انہیں بھی اس کی پیروی کرنی چاہیے اور دنیا میں ترقی کا نسخہ فقط یہی ہے کہ مغربی فکر وتہذیب کی تقلید کی جائے۔

۲۔ یہ مانع عملی اور مادی بھی ہے یعنی بہت سے مسلمان خاص کر ان کے حکمران اور بالادست طبقے' مغرب کے محض ذہنی غلام نہیں بلکہ عملاً بھی اسی کے غلام ہیں اور اہل مغرب نے ہماری سیاست' معیشت' معاشرت' دفاع' تعلیم غرض سارے شعبہ ہائے زندگی کو اس طرح جال میں جکڑا ہوا ہے کہ مغرب کے شکنجے سے نکلنا

".محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ ہمارے حکمران طبقے اکثر مغرب کے پروردہ ہیں' وہ عوامی قوت پر انحصار کرنے کی بجائے اقتدار کے حصول اور اس کے دوام کے لیے مغرب پر انحصار کرتے ہیں اور ان کی ساری شرطیں دل و جان سے مانتے ہیں۔ ہمارے وزرا مالیات اکثر و بیشتر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے برآمد کیے جاتے ہیں اور وہ انہی کی پالیسیاں نافذ کرتے ہیں۔ یہی حال ہمارے وزرائے تجارت اور وزرا خارجہ کا ہے۔ ہماری فوجوں کے سارے جرنیل مغرب کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور انہی کا ذہن رکھتے اور انہی کی مرضی کے فیصلے کرتے ہیں۔ ہمارے ٹی وی اور ریڈیو مغربی فلموں' ڈراموں اور دوسرے پروگراموں کو نشر کرنے کو ہی فن کی معراج سمجھتے ہیں۔ ہمارے دانشوروں کے ذہن بھی اسی محبوب کے اسیر ہیں اور ان کے نزدیک فکر و دانش کی معراج یہی ہے کہ مغربی افکار کی جگالی کی جائے۔ غرض مسلم معاشرے کے سارے کارفرما طبقات علمی و عملی طور پر مغرب کے حاشیہ نشین اور خوشہ چین ہیں۔

۳۔ سطور بالا میں ہم نے مغربی فکر و تہذیب کے غلبے کا ذکر کیا ہے اگرچہ اس میں عملاً ساری مغربی اقوام (امریکہ و یورپ) شامل ہیں لیکن مغربی فکر و تہذیب کا غلبہ صرف مغربی ممالک تک محدود نہیں بلکہ اس میں دنیا بھر کے وہ ممالک شامل ہیں جو اس تہذیب کے نخچیر اور حمایتی ہیں اور مختلف وجوہات کی بنا پر ان کا رویہ خلاف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے مثلاً مشرق وسطی میں اسرائیل' جنوب مشرق ایشیا میں بھارت' مشرق بعید میں جاپان' یورپ میں روس' بلکہ اس میں چین کو بھی شامل سمجھنا چاہیے۔ جو بارہ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کو غلام بنائے بیٹھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حل: اس مانع کا حل سہ جہتی ہے:

ا۔فراست

یہ مانع دراصل داخلی مانع ہی کی ایک توسیع شدہ شکل ہے یعنی مسلمان اس لیے مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب ہیں کہ وہ اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ نہیں ہیں، وہ اس پہ مطمئن نہیں ہیں اور انہیں اس سے وابستگی پر فخر نہیں ہے۔اگر صحیح تعلیم وتربیت سے وہ سچ مچ دین اسلام سے وابستہ ہوجائیں تو ان کی یہ کمزوریاں جاتی رہیں گی۔انہیں اپنی سوچ اور اپنی تہذیب پہ فخر ہوگا اور وہ اس پر عمل کرنا چاہیں گے نہ کہ غیر مسلم نظریات سے وابستہ ہونا چاہیں گے۔اس لیے اس مانع کا پہلا حل تو یہی ہے کہ مسلمان فراست سے کام لیں اور اپنے دین سے حقیقتاً وابستہ ہوجائیں۔

۲۔دعوت

اس کا دوسرا حل دعوت ہے، جو اپنی کنہہ میں دفاعی (Defensive) کی بجائے اقدامی (Offensive) نوعیت کا ہے کہ دفاعی حکمت عملی کے ماہرین اس امر پر متفق ہیں کہ اقدام بہترین دفاع ہوتا ہے (Offence is the Best Defence)۔دعوت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ساری غیر مسلم دنیا خصوصاً اہل مغرب تک دین حق کی دعوت پہنچائیں اور انہیں بتائیں کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے ان کی ساری مشکلات حل ہوجائیں گی اور وہ حقیقی خوشی سے متمتع ہوں گے۔

مسلمان بنیادی طور پر حق کے داعی ہیں۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے آخری نبی تھے لہٰذا اب امت مسلمہ کا تا قیامت یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتی رہے۔گویا سارے غیر مسلم ہمارے لیے امت دعوت ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ان تک حق پہنچائیں لہٰذا اہل مغرب کا رویہ ہمارے ساتھ جو بھی ہو، وہ ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے امت دعوت ہیں اور ہمیں بہر حال موثر طریقے سے ان تک حق کا پیغام پہنچانا ہے۔ اہل مغرب تک دین پہنچانے کے کچھ تقاضے ہیں جنہیں ہم پورا نہیں کر رہے ان میں سے کچھ باتوں کی طرف ہم یہاں توجہ دلائیں گے:

- داعی برائی سے نفرت کرتا ہے برے آدمی سے نہیں۔ اگر ایک مسلمان داعی غیر مسلموں سے نفرت کرے گا تو ان تک دعوت کیسے پہنچائے گا۔
- داعی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ امت دعوت کے حالات کو سمجھتا ہو۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں ایسے ادارے کتنے ہیں جہاں مغرب پر تحقیق ہوتی ہو؟ جہاں اہل مغرب کے رویوں، ان کی پالیسیوں اور ان کے منصوبوں کا مطالعہ کیا جاتا ہو؟
- دعوت پہنچانے کا ایک ابتدائی تقاضا یہ ہے کہ کلموا الناس علی حسب عقولھم۔ یعنی لوگوں سے ان کی ذہنی افتاد کے مطابق گفتگو کرو۔ ہمارے ہاں جن مدارس میں علماء تیار کیے جاتے ہیں کیا وہاں علماء کو مغرب میں دین پہنچانے کے قابل بنایا جاتا ہے مثلاً کیا انہیں وہاں کی زبان (انگریزی، فرانسیسی، جرمن .....وغیرہ) سکھائی جاتی ہے؟ کیا انہیں وہاں کے طور طریقے اور معاشرت کی تفصیلات بتائی جاتی ہیں؟ کیا انہیں بتایا جاتا ہے کہ اہل مغرب کا طرز تعلیم اور طرز فکر کیا ہے؟ وہاں کے معروف نظریات (سیکولرزم، ہیومنزم، نیشنلزم، کیپٹل ازم.....وغیرہ) کیا ہیں اور اسلامی حوالے سے ان نظریات کی علمی سطح پر کیسے تردید کی جاسکتی ہے؟ پاکستان [بلکہ سارے عالم اسلام میں] اس طرح کے دینی مدارس اور تعلیمی ادارے کتنے ہیں جو اس پائے کے علما تیار کرتے ہوں جو مغرب میں جا کر وہاں کے معاشرے میں گھل مل جائیں اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق دین حق کو پیش کر سکیں اور دین حق کا تفوق ان کے نظریات پر ثابت کر سکیں؟
- مغرب کے بعض حکمران تو مسلم دشمن ہو سکتے ہیں اور وہاں حکومتوں کے کارکن بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے اپنی حکومتوں کی پالیسیوں پر ہی عمل درآمد کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہاں کروڑوں اربوں افراد ایسے ہیں جو اسلام دشمن نہیں ہیں۔ کیا ان تک دین کی دعوت پہنچانا ہمارا فرض نہیں ہے؟ اگرچہ دین کی دعوت تو اسلام دشمن زعماء تک بھی پہنچانی چاہیے اور بعض اوقات اس کے بھی اچھے نتائج نکلتے ہیں لیکن ان لوگوں تک تو ہمیں بہرحال پہنچنا چاہیے جو اسلام کو نہیں جانتے یا جن کے اذہان اسلام کے حوالے سے زیادہ مسموم نہیں ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ جو معاملہ گزر گیا اور اس کے جو نتائج مرتب ہوئے وہ ہماری تقدیر تھی لیکن ہم اس کا تجزیہ کر کے اس سے سبق تو سیکھ سکتے ہیں تاکہ آئندہ وہی غلطیاں نہ دہرائیں۔ مسلمانوں نے اپنے پہلے عروج کے زمانے میں ایشیا اور افریقہ پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور ان براعظموں کا ایک بڑا حصہ ان کے زیرنگیں آ گیا لیکن ہم یورپ کی طرف نہ بڑھ سکے۔ ہم جنگی فتوحات کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ دعوتی فتوحات کا ذکر کر رہے ہیں کیونکہ ہندوستان و پاکستان سمیت ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ممالک ایسے ہیں جو دعوت کے زور پر فتح ہوئے تلوار کے زور سے نہیں۔ اب ہمیں محکم منصوبہ بنا لینا چاہیے کہ ہم نے دعوتی لحاظ سے مغرب کو فتح کرنا ہے۔ اگر آج بھی ہم اس کی محکم منصوبہ بندی کر لیں، اس کے لیے بھرپور تیاری کریں، فنڈز مہیا کریں، موزوں افراد کار تیار کریں اور اللہ کی نصرت طلب کرتے ہوئے اس مہم پر نکل کھڑے ہوں تو یقیناً کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

۳۔ مزاحمت

مغربی غلبے سے نمٹنے کا تیسرا حل مزاحمت ہے۔ دراصل مغرب اس وقت طاقتور ہے، اسلحے کے لحاظ سے بھی، معیشت کے لحاظ سے بھی اور سیاست کے لحاظ سے بھی، بلکہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ ہر لحاظ سے طاقتور ہے اور اس کے مقابلے میں مسلم ملت اس وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمزور ہے۔ اسلحے کے لحاظ سے' معیشت کے لحاظ سے' سیاسی قوت کے لحاظ سے غرض ہر طرح کمزور ہے اور دنیا کا دستور یہی ہے کہ طاقتور کو کمزور پر خواہ مخواہ غصہ آ جاتا ہے۔ وہ اگر ذرا بھی اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرے' ذرا بھی حکم عدولی کرے' ذرا بھی اپنی مرضی کرنا چاہے تو طاقتور کو غصہ آتا ہے اور اس کا یہی جی چاہتا ہے کہ ذرا اس کی ٹھکائی کی جائے تا کہ اس کا دماغ درست ہو جائے۔ ایسی حالت میں' مسلمان کیا کریں؟ کیا ہنسی خوشی اور خاموشی سے پٹتے رہیں؟ ہماری رائے یہ ہے کہ انہیں خاموشی سے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ مزاحمت کرنی چاہیے۔

مغرب کے ظلم و جور کے مقابلے کے حوالے سے اس وقت امت تین حصوں میں منقسم ہے۔ امت کا ایک بڑا حصہ ابھی تک بے حس ہے' وہ ہر قسم کے احساس زیاں سے عاری ہے' صدیوں سے مسلط حکومتی استبداد نے اس کے قویٰ شل کر رکھے ہیں۔ پھر اہل مغرب اور اس کے مقامی حکمران گماشتوں نے اسے دال روٹی کے چکر میں الجھا رکھا ہے۔ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہی ان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے' دینی حمیت کا بھی اسے کوئی خاص احساس نہیں۔ افغانستان پر آگ برس رہی ہو یا عراق پر، وہ افسوس کا اظہار کر کے خاموش ہو جاتا ہے۔ اس دفعہ جب عراق پر دوسرا امریکی حملہ ہوا تو دنیا کے بے شمار ممالک میں بلکہ خود مغرب میں لاکھوں لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے جنگ کی مذمت کی لیکن مسلم ممالک کے عوام کو سانپ نے سونگھے رکھا۔ وہ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نہیں آ سکے کیونکہ وہ ظلم پر صبر کرنے اور اسے خاموشی سے سہنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

دوسرا رویہ مسلم ممالک کے اکثر حکمرانوں کا ہے جو امریکہ اور مغرب کے گماشتے ہیں اور ان کی مدد سے برسر اقتدار رہنا چاہتے ہیں۔ وہ حیلے بہانے امریکہ اور اس کے حواریوں کی حمایت کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم دوسرے ملکوں کے ٹھیکیدار نہیں' پہلے اپنے ملک کو بچائیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اسلام اعتدال پسند اور روشن خیال دین ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ دہشت گردی کا مخالف ہے لہٰذا ہم بھی دہشت گردی کے خلاف ہیں اور امریکہ چونکہ دہشت گردوں کے خلاف جنگ کر رہا ہے لہٰذا ہم بھی اس کے ساتھ ہیں۔ یہ لوگ اندر خانے یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہم امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اپنا ملک کیوں برباد کروائیں۔ بہتر یہ ہے کہ سر نیچا کر لو اور خاموش رہ کر گزارا کرو اور جب تک ہو سکے، بلا کو سر سے ٹالے رکھو۔

تیسرا رویہ جہادی گروپوں کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اقدام کر کے اسلام کے دشمنوں کا سر کچل دیا جائے۔ امریکہ کا رویہ اسلام دشمنی پر مبنی ہے لہٰذا ہر امریکی شہری قابل قتل ہے' خواہ وہ سفیر ہی کیوں نہ ہو۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تینوں رویے صحیح نہیں ہیں اور انتہا پسندی پر مبنی ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ جس رویے کو ہم صحیح سمجھتے ہیں اور جسے ہم نے مزاحمت کا عنوان دیا ہے' اس کی وضاحت کر دیں۔

۱۔ ظاہر ہے جب ہم مسلمان ہیں اسلام کو مانتے ہیں تو پھر یہ بات بھی ہمارے عقیدے کا حصہ ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ان کی مثال جسم کے مختلف اعضا کی ہے کہ ایک حصے کو تکلیف ہو تو جسم کے دوسرے حصے کو بھی خود بخود تکلیف ہوتی ہے،[1] اور سارے مسلمان ایک امت ہیں اور رنگ' نسل' زبان' علاقے کی کسی تفریق سے قطع نظر نظریات اور عقائد کی ہم آہنگی کی وجہ سے ایک قوم اور ایک ملت ہیں۔ لہٰذا کسی مسلمان علاقے پر اگر کفار حملہ آور ہوں تو دیگر مسلمانوں کا حیلے بہانے حملہ آوروں کا ساتھ دینا یا اس ظلم پر خاموش رہ کر تماشا دیکھنا اور بے حسی ظاہر کرنا نہ صرف خلاف دین ہے بلکہ غیرت وحمیت کے بھی منافی ہے۔ اس کے لیے دلائل گھڑنا محض فریب نفس اور روباہی ہے بلکہ یہ رویہ ننگ شرف اور ننگ انسانیت ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا انکار عقل دشمنی ہوگی کہ امت اس وقت مغرب سے تصادم مول لینے کی اہل ہی نہیں اور اسے اس تصادم سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کیفیت اس وقت اس ڈرائیور کی سی ہے جس کا یہ ارادہ نہ ہو کہ وہ ایکسیڈنٹ کر کے کسی کو نقصان پہنچائے گا بلکہ اسے یہ فراست درکار ہو کہ دوسرے اس کی گاڑی کو ٹکر مارنے اور اسے نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو ان سے کیسے بچائے؟ مسلمانوں کی حکمت عملی اس وقت یہ ہونی چاہیے کہ وہ سب مل کر تیز رفتار ترقی کے لیے بھرپور جدوجہد کریں اور کسی مقامی یا بین الاقوامی آویزش میں نہ الجھیں تاکہ ان کی انرجی اس میں ضائع نہ ہو۔ یہ وہی پالیسی ہے جس پر اس وقت چین عمل کر رہا ہے اور جس پر آج سے پہلے امریکہ عمل پیرا تھا۔

عالم اسلام اس وقت منتشر ہے، احساس زیاں سے عاری ہے، مسلمان ممالک ایک ایک کر کے پٹ رہے ہیں۔ بین الاقوامی برادری میں ان کا کوئی وزن نہیں۔ وہ کسی پر جارحانہ حملہ کیا کریں گے وہ تو اس وقت اپنے دفاع پر بھی قادر نہیں۔ لہٰذا اس وقت بہترین حکمت عملی یہی ہے کہ مسلمان Low Profile میں رہ کر کام کریں۔ اپنے آپ کو آویزشوں سے بچائیں اور اپنی توجہ اپنے گھمبیر مسائل حل کرنے اور ترقیاتی منصوبہ بندی پر مرکوز رکھیں۔ جوں جوں وہ خود انحصاری پر قادر ہوتے جائیں گے اور ترقی کرتے جائیں گے ان کی عزت نفس بھی بحال ہوتی جائے گی۔

اس معاملے پر اگر ہم قرآن حکیم کی روشنی میں غور کریں تو دیکھتے ہیں کہ گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فتح و نصرت کا مدار قلت و کثرت پر نہیں ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو فرشتے بھیج کر اپنے بندوں کی مدد کرتے ہیں (آل عمران ۳:۱۲۵) اور اگر چاہیں تو تھوڑوں کو بہتوں پر غالب کر دیتے ہیں (البقرۃ ۲:۲۴۹) لیکن اس کے ساتھ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہوں نے نصرت وکامیابی کا یہ فارمولا بھی بتایا ہے کہ مومن اگر بہترین اخلاقی معیار کے حامل ہوں تو اپنے سے دس گنا بڑی طاقت کو شکست دے سکتے ہیں اور اگر ان کا اخلاقی تفوق بہت اونچے درجے کا نہ ہو تو وہ صرف اپنے سے دگنے دشمن کو شکست دے سکتے ہیں۔[الانفال ۸:۶۵،۶۶]

اس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر مسلمانوں کا دشمن ان سے دس گنا سے بڑا ہو تو اسے لڑکر شکست نہیں دی جاسکتی' لہٰذا ایسی حالت میں دشمن سے مڈھ بھیڑ سے گریز کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ موتہ میں لڑائی سے پسپائی اختیار کر لی اور فوج بچا لینے میں کامیاب ہوگئے اور مدینے میں بعض لوگوں نے جب حضرت خالدؓ کو اس پر شرمندہ کرنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کی حمایت کی۔(۱)

ان آیات واحادیث سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آج جب امریکہ ویورپ مسلمانوں سے سیکڑوں نہیں ہزاروں گنا زیادہ طاقت ور ہیں اسلحے میں بھی' معیشت میں بھی' جنگی پروپیگنڈے میں بھی تو یہ حماقت ہوگی کہ مسلمان شوق جہاد میں ان سے لڑ جائیں اور اپنے آپ کو تباہ کرلیں۔

۳۔ اس سے کسی کو یہ غلط فہمی لاحق نہیں ہونی چاہیے کہ ہم جہاد کے منکر ہیں یا مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا کر بزدلی سکھانا چاہتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم جہاد کے منکر نہیں ہیں' اس کے حامی ہیں۔ لیکن معاف کیجیے گا بہت سے لوگ نہیں سمجھتے کہ جہاد کیا ہوتا ہے؟ جہاد کا لفظی مطلب ہے جدوجہد کرنا۔ اصطلاحاً اس کا مطلب ہے اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنا، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد کرنا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد کا صرف ایک مطلب ہے یعنی کافروں سے جنگ کرنا۔ حالانکہ جہاد کی اصطلاح اس سے وسیع تر ہے اور مندرجہ ذیل مفاہیم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے:

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۵ ص ۲۹۹، المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا (بلکہ حضور ﷺ نے اسے جہاد اکبر کہا ہے)۔
- لوگوں تک دین کی دعوت پہنچانے کی کوشش کرنا بھی جہاد ہے۔ اگر یہ کوشش زبان سے کی جائے تو یہ جہاد باللسان ہے، اگر قلم سے کی جائے تو جہاد بالقلم ہے۔
- اگر لوگ دین کے احکام پر عمل نہ کر رہے ہوں تو ان کو نیکی کی طرف دعوت دینا اور برائی سے روکنا بھی جہاد ہے۔
- اگر مسلمان حکمران ایک مسلم حکومت میں اسلامی احکام نافذ نہ کریں تو ان کی اصلاح کی کوشش کرنا بھی جہاد ہے۔
- غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہنچانا بھی جہاد ہے۔
- دارالاسلام کی حفاظت کی خاطر جدوجہد اور قتال کرنا بھی جہاد ہے (دفاعی جہاد)
- حق کو قبول کرنے میں حائل رکاوٹوں کو قوت سے دور کرنا بھی جہاد ہے (اقدامی جہاد)۔

مندرجہ بالا وضاحت سے واضح ہے کہ ہم نے اس خارجی مانع کے توڑ کے لیے فراست اور دعوت کے عنوان سے جن کاموں کے کرنے کا ذکر کیا ہے وہ بھی درحقیقت جہاد ہی کی ایک نوع ہیں۔ پہلی کو آپ جہاد بالنفس اور دوسری کو جہاد بالدعوہ کہہ سکتے ہیں بلکہ پہلی قسم کو بھی آپ جہاد بالدعوہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ جہاد بالدعوہ کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک مسلم معاشرے میں دعوت اور دوسرے غیر مسلم معاشرے میں دعوت۔ بدقسمتی سے بہت سے لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے جس سے بہت سی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔

جہاد کی وہ قسم جسے عموماً جہاد سمجھا جاتا ہے یعنی کفار کے خلاف جنگ اسے شرع میں اقدامی جہاد کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ کفار سے جنگ کی جائے تاکہ انہیں مسلمان کیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی خدائے حقیقی کے سامنے اپنی خدائی اور اللہ کے بندوں پر خدائی کا رویہ اختیار نہ کرے بلکہ خدا کی عظمت کے آگے سر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھکا دے اور خدا کے بندوں کے قبول حق میں رکاوٹ نہ بنے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کے خلاف ہرگز جنگ نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ امن و محبت کے ساتھ رہتے ہیں۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ مسلمان اس وقت اس قسم کے جہاد کے مکلف ہی نہیں کیونکہ ان کے پاس اس جہاد کی طاقت ہی نہیں۔ اللہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اس جہاد کے لیے گھوڑے تیار رکھو (الانفال ۸:۶۰) مطلب یہ کہ جہاد کی تیاری' اسلحے کی تیاری' لڑنے کی قوت۔ لیکن مسلمانوں نے یہ تیاری کی ہی نہیں' ان کے پاس لڑنے کے ہتھیار ہی نہیں! کیا مسلمانوں کے پاس ایٹمی آبدوزیں ہیں؟ کیا ان کے پاس سمندروں میں تیرتے طیارہ بردار جہاز اور مضبوط بحری بیڑے ہیں؟ کیا ان کے پاس بی باون طیارے' ایف سولہ طیارے' اسٹیلتھ طیارے' پائلٹ کے بغیر اڑنے والے طیارے، پیشگی اطلاع دینے والے طیارے اور سیٹلائٹ ہیں؟ کیا ان کے پاس طویل رینج کے بیلسٹک میزائل، ایٹم بم' اور کیمیائی ہتھیار ہیں؟ جب ان کے پاس آج کی لڑائیوں میں لڑا جانے والا اسلحہ ہی نہیں ہے تو انہوں نے کفار سے جہاد کیا کرنا ہے؟ بعض لوگ جذباتی ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایمان کی قوت ہو تو ہم لڑ سکتے ہیں بقول اقبال۔

اگر ایک ہو تو کروڑ ہیں ہم

اور یہ کہ۔

مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ہم کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ کی جذباتیت ہے کیونکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس ایمان کی طاقت بھی نہیں (ممکن ہے چند لوگوں کے پاس ہو لیکن امت کی غالب اکثریت کے پاس بہرحال نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ نے بھی اچھے حالات میں کفار سے لڑنے کے لیے ایک اور دو کی نسبت رکھی ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک اور دس کی نسبت۔ لیکن ہم تو کفار کے پاسنگ بھی نہیں لہٰذا خود قرآن کی رو سے ہم اللہ تعالیٰ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کفار کے مقابلے میں فتح کی امید نہیں رکھ سکتے۔

بعض جہادی گروپ کہتے ہیں کہ ہم مموے کو اس لیے شہباز سے لڑا رہے ہیں کہ اس سے شہباز کو پتہ چلے کہ اسے چیلنج کیا جا سکتا ہے اور وہ لڑ کر کمزور ہو جائے اور مموے کو بھی اپنی طاقت کا اندازہ ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں کے تو مکلّف ہیں دوسروں کو آزمائش میں ڈالنے کے نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزمائش سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے اور اس کی خواہش کرنے سے روکا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو تیاری کے بغیر ان کے دشمن سے لڑا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اور اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

۴۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ مسلمانوں کو پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مغرب سے مخاصمت مول نہ لیں بلکہ انہیں خاموشی سے اپنے سارے وسائل مجتمع کر کے تیز رفتار ترقی کرنی چاہیے تا آنکہ وہ وقت آ جائے کہ دشمن انہیں ترنوالہ نہ سمجھے اور جب چاہے روند نہ ڈالے۔ لیکن اس مخاصمت اور کشمکش سے بچنے کی ساری کوششوں کے باوجود اگر دشمن اپنی طاقت کے زعم میں، ان کی کسی غلطی کے بغیر، انہیں کمزور سمجھتے ہوئے، انہیں مٹانے کے لیے، ان پر چڑھ دوڑے تو پھر ان کا یہ کام نہیں کہ گھگھیائیں، اس کے پاؤں پکڑیں، رحم کی بھیک مانگیں، صبر سے ظلم برداشت کریں بلکہ ان کا کام یہ ہے کہ پوری طاقت سے مزاحمت کریں۔ بچے، بوڑھے اور جوان، عورتیں اور مرد، امیر و غریب، کمزور اور طاقتور، مسلح اور نہتے، فوجی اور استاد، انجینئر اور ڈاکٹر غرض اس مسلم معاشرے کے ہر فرد کو اٹھ کھڑا ہونا چاہیے اور امکانی حد تک مزاحمت کرنی چاہیے۔ دفاع کا یہ حق انہیں اسلام بھی دیتا ہے، اقوام متحدہ بھی دیتی ہے اور دنیا کا ہر قانون دیتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے معاشرے، اپنے ملک، اپنی سرزمین، اپنے دین، اپنی عزت، اپنی غیرت کی حفاظت کے لیے جان لڑا دے، جو قربانی بھی اس کے لیے دینی پڑے ہنسی خوشی دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس موقف پر اعتراض

ایک دوست نے ہمارے اس موقف پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ ہم دعوت کے ہتھیار سے مغرب کو فتح کریں اور تصادم سے بچیں۔ دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ اگر دشمن حملہ آور ہو تو ڈٹ کر مزاحمت کریں۔ اب عملاً یہ صورت حال ہے کہ مسلمان کوئی غلطی نہ بھی کریں تو دشمن اس پر چڑھ دوڑتا ہے۔ افغانستان نے امریکہ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس کی شامت آئی۔ صدام نے امریکہ کو کیا نقصان پہنچایا تھا کہ عراق کو تہس نہس کر دیا گیا؟ کشمیر میں کشمیریوں نے ہندوستان کا' چیچنیا میں چیچنوں نے روس کا' فلسطینیوں نے فلسطین میں اسرائیل کا کیا بگاڑا ہے کہ ان کی نسل کشی ہو رہی ہے اور ان پر جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ اب اپنی جانیں اور عزتیں بچانے کے لیے انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہیں تو انہیں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں مغرب میں 'دعوت' کا کام کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ہم اب بھی کہتے ہیں کہ یہ دونوں کام بیک وقت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ہمیں شعوری طور پر اس نازک صورت حال کا احساس ہو اور ہم مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے ایک منصوبے کے تحت منظم کوششیں کرنا چاہتے ہوں۔ دیکھیے انڈونیشی قیادت نے جنگ آزادی کے وقت ۱۹۴۸ء میں یہی حکمت عملی اپنائی تھی۔ انہوں نے خفیہ طور پر طے کر لیا کہ کچھ لوگ ولندیزیوں کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھیں گے اور دباؤ بڑھاتے رہیں گے اور دوسری طرف سیاستدان ولندیزیوں سے سیاسی لڑائی لڑنے اور زیادہ سے زیادہ مراعات و حقوق پرامن طریقے سے لینے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ چنانچہ دونوں گروپوں نے اپنا کام بہترین طریقے سے انجام دیا یہاں تک کہ ملک آزاد ہو گیا۔ اسی طرح اب بھی پلاننگ کی جا سکتی ہے کہ جو مسلمان مغرب میں ہیں ان کی بھرپور مالی مدد کی جائے تاکہ وہ خاموشی سے وہاں دعوت کے کام کو آگے بڑھائیں۔ وہ وہاں غیر سیاسی طور پر (اور حالات کے مطابق سیاسی سطح پر بھی) منظم ہوں اور دعوتی کام کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھیلائیں اور آگے بڑھائیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے اس وقت ۵۷ مسلم ملک رکن ہیں۔ چلئے فرض کر لیجیے کہ ان میں سے چار پانچ ملک اس وقت دشمن کی مزاحمت کر رہے ہیں۔ اگر باقی ملک اپنے بجٹ کا دس فیصد کار دعوت کے لیے وقف کر دیں تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ دس سال بعد حالات بدل چکے ہوں گے۔

یہ کام قابل عمل ہے بشرطیکہ مسلم ممالک کی دینی قوتیں اور ان کے حکمران اس سٹریٹجی پر عمل کرنا چاہیں۔ اس منصوبے پر عمل کرنے میں ایک مانع یہ ہے کہ 'جہادی' یہ سمجھتے ہیں کہ 'دعوت' والے جو کام کر رہے ہیں' وہ بھی کوئی کام ہے؟ اصل کام تو ہم کر رہے ہیں۔ دوسری طرف بعض 'دعوت' والے یہ سمجھتے ہیں کہ اصل سنت پر مبنی کام تو ہم کر رہے ہیں۔ یہ مار کٹائی کرنے والے تو فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ گویا اصل بیماری یہ ہے کہ ہر دینی کام کرنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ صحیح دینی کام تو صرف وہ کر رہا ہے باقی لوگ تو جھک مار رہے ہیں۔ اگر اس تنگ نظری سے لوگ نکلیں' اپنے اندر وسعت پیدا کریں' دین کو اپنے مسلک اور طریق کار میں محصور نہ کریں بلکہ کھلے دل سے تسلیم کریں کہ ہم سب کے پیش نظر اعلاء کلمۃ اللہ ہے' صرف طریق کار کا فرق ہے تو یہ کام ہو سکتا ہے۔

اس صورت حال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ امت مسلمہ میں اس وقت ملی سطح پر کوئی تنظیم یا ادارہ ایسا نہیں ہے جس کے پیش نظر مسلم نشأۃ ثانیہ ہو اور جو اس طرح کی مشکلات کو دور کرنے کا سوچے اور اس کے لیے عملی اقدامات کرے اور یہی وہ مانع ہے جسے ہم نے اس فصل کی ابتداء میں عملی مانع کا نام دیا تھا چنانچہ اب ہم اسی کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

عملی مانع اور اس کا حل

مسلم نشأۃ ثانیہ کے رستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ اس کے لیے کام کرنے کی خاطر کوئی ادارہ اور تنظیم موجود نہیں ہے ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی اسکیم اور کوئی منصوبہ ایسا نہیں ہے جو روبہ عمل آ جائے جب تک اس پر غور وفکر کرنے اور اس غور وفکر پر عمل درآمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کوئی ادارہ یا تنظیم موجود نہ ہو جس کی ذمہ داری ہی یہ ہو کہ وہ یہ کام کرے۔

یہاں کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس وقت مسلمانوں میں اس غرض سے ملی سطح کی کئی تنظیمیں موجود ہیں۔ اگر شک ہو تو ذرا ایک نظر موجودہ ملی تنظیموں اور ان کی کارکردگی پر ڈال لیجیے تو آپ کی خوش فہمی ہوا ہو جائے گی۔

۱۔ ان تنظیموں میں سب سے قدیم موتمر عالم اسلامی ہے جو غیر حکومتی سطح پر مسلم دانشوروں اور سیاست دانوں کو متحد کرنے کا ایک پلیٹ فارم ہے۔ پھر سعودی عرب نے رابطۂ عالم اسلامی قائم کی جس کا زیادہ تر میدان کار دعوت و تبلیغ ہے۔ پھر اسلامی کانفرنس تنظیم وجود میں آئی جو اگرچہ ساری مسلم حکومتوں کا پلیٹ فارم ہے لیکن اس کے بھی زیادہ تر اخراجات سعودی عرب برداشت کرتا ہے اور اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ سعودی عرب مغرب (امریکہ و یورپ) کے زیر اثر ہے۔ لہٰذا اول الذکر تنظیم اپنے دائرہ کار کی بناء پر غیر موثر ہے (خصوصاً اسلامی کانفرنس تنظیم کے وجود میں آنے کے بعد سے) اور آخری دونوں تنظیمیں مغربی ایجنڈے کے زیر اثر نیم مردہ ہو چکی ہیں۔ ان تنظیموں کی بے عملی کا یہ حال ہے کہ جب افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا رہی تھی تو موتمر اپنا اجلاس تک نہ بلا سکی۔ اسلامی کانفرنس تنظیم نے صرف ایک اجلاس بلایا اور اس میں کوئی ایکشن لینا تو رہا ایک طرف وہ امریکہ اور اس کے حمایتیوں کے خلاف قرارداد مذمت بھی نہ پاس کر سکی اور اس نے صرف یہ قرارداد پاس کرنے پر اکتفا کر لیا کہ افغانستان کے بعد کسی دوسرے مسلم ملک پر حملہ نہ کیا جائے۔ فلسطین، چیچنیا، بوسنیا، کشمیر، فلپین غرض مسلمانوں کے کسی مسئلے پر بھی یہ تنظیم حرکت میں نہیں آ سکی اور یہ محض ایک بے جان لاشہ ہے۔ مسلم نشأۃ ثانیہ کے کسی پروگرام پر عمل درآمد کے حوالے سے ان تنظیموں سے کسی اعلیٰ کارکردگی کی توقع ہی فضول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ پھر ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ اور عروج امت ان تنظیموں کا ہدف کبھی نہیں رہا۔ یہ تنظیمیں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے مسائل اور اتحاد کی بات کرتی ہیں (اگرچہ ان کے ناموں سے اس امر کا بھی اظہار نہیں ہوتا:)

- موتمر عالم اسلامی (موتمر کا مطلب ہوتا ہے کانفرنس یعنی عالم اسلام کی کانفرنس)
- رابطۃ العالم الاسلامی (یعنی عالم اسلام میں رابطے کی تنظیم)
- اسلامی کانفرنس تنظیم (عربی میں منظمہ المؤتمر الاسلامی) یعنی وہ تنظیم جو اسلامی کانفرنس نے بنائی۔

اب فرمایئے ان ناموں سے کن مقاصد کا اظہار ہوتا ہے؟

۳۔ امہ کے مسائل کے حل اور اتحاد امت کے لیے آج تک جو تنظیمیں بنائی گئی ہیں وہ نفسیاتی طور پر مدافعتی نوعیت کی رہی ہیں۔ مفتی امین الحسینی نے فلسطین کو ہاتھوں سے نکلتے دیکھا تو ہاتھ پاؤں مارنے کے لیے امت کے پاس دوڑے کہ فلسطین کو بچانے کے لیے کچھ کرو۔ جب مسجد اقصیٰ جلائی گئی تو پھر امت کو اکٹھا کیا گیا کہ ہمارے مذہبی مقامات کا تقدس اور سالمیت خطرے میں ہے۔ لیکن یہ نقطۂ نظر کہ ہم نے اپنی فکر و تہذیب کو بالادست بنانا ہے ایک ہجومی (Offensive) نفسیات کا تقاضا کرتا ہے جس پر آج تک کام ہی نہیں ہوا۔

۴۔ حق آج تک اس طرح کبھی غالب نہیں آیا کہ حق کا نام لینے والے سب کہہ و ماہ اور مخلصوں اور بہادروں کے ساتھ کمزوروں، بزدلوں اور منافقوں سب کو جمع کیا جائے اور سب کا ایک لشکر بنایا جائے بلکہ حق اکثر اس قلیل اقلیت کے ذریعے ہی غالب آیا ہے جو اخلاص کے ساتھ جان نثاری پر تل جائے۔ اس پر قرآن و سنت کی گواہی بھی موجود ہے اور تاریخ کی بھی۔

نئی تنظیم کی ضرورت

مندرجہ بالا مختصر تجزیے سے ظاہر ہے کہ امہ کے مسائل کے حل اور اتحاد کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم کی گئی مندرجہ بالا تنظیمیں غیر موثر اور غیر فعال ہو چکی ہیں نیز مسلم نشأۃ ثانیہ کبھی ان کا ہدف ہی نہیں رہی اس لیے آج ہمیں ایک ایسی ملی تنظیم کی اشد ضرورت ہے جس کا ہدف مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ ہو نہ کہ محض اتحاد امت اور امت کے مسائل حل کرنا۔ [اس سے پیشتر ہم نے کتاب میں ایک جگہ 'مرکز مطالعۂ مسلم نشأۃ ثانیہ' قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے وہ محض ایک تھنک ٹینک اور تحقیقی و تجزیاتی ادارے کی تجویز تھی۔ اس وقت جو بات ہو رہی ہے وہ ایک بڑی تنظیم قائم کرنے کی بات ہو رہی ہے جو مسلم نشأۃ ثانیہ کے منصوبے پر عمل درآمد کی ذمہ دار ہو (گویا مذکورہ مطالعاتی مرکز اس مجوزہ تنظیم کا ایک جزوی یا ذیلی ادارہ ہو سکتا ہے]۔

طریق تشکیل

ظاہر ہے ملّی سطح پر اس طرح کی تنظیم قائم کرنا بچوں کا کھیل نہیں خصوصاً اس صورت میں جب کہ مسلم حکومتیں اس کی ہمنوا نہ ہوں۔ اندریں حالات ہماری تجویز یہ ہے کہ:

۱۔ مسلم نشأۃ ثانیہ کے تصور کو امت کے سربرآوردہ حلقوں تک پہنچایا جائے اور جو افراد اس سے متفق ہوں انہیں ایک تنظیم کی صورت میں منظم کیا جائے۔ اسے کوئی بھی موزوں نام دیا جا سکتا ہے مثلاً 'اسلامی یکجہتی محاذ' (عربی میں 'جبهة التضامن الاسلامی' اور انگریزی میں "Islamic Solidarity Front")۔

۲۔ اس گروپ میں ان افراد / حکمرانوں کو بطور خاص شامل کیا جائے جو مذکورہ بالا تینوں تنظیموں میں شامل ہیں لیکن ان کی بے عملی سے نالاں ہیں۔

۳۔ گروپ کا طریق کار انتہائی منضبط محتاط اور مربوط ہونا چاہیے تاکہ دشمن کے ایجنٹ اس میں نہ گھس سکیں۔

۴۔ اس گروپ کی تشکیل میں جلدی نہ کی جائے۔ اس میں کسی خاص علاقے، زبان، مسلک اور حکمران کو ترجیحی اہمیت نہ دی جائے۔ ترجیح ہو تو صرف اس بات کو کہ کون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے اخلاص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرتا اور قربانیاں دیتا ہے۔

۵۔ اگر دوسری ملی تنظیمیں فعال نہ ہوئیں اور یہ گروپ فعال ہو گیا تو اس امر کا امکان موجود ہے کہ یہی گروپ بعد میں ان ساری تنظیموں کی جگہ لے لے گا۔

ہدف

اس گروپ کا ہدف ایک ہی ہو، مسلم نشأۃ ثانیہ یعنی اس امر پر غور و فکر اور عملی اقدامات کہ کن طریقوں سے امت مسلمہ کے مسائل کو حل کر کے اسے عروج سے ہمکنار کیا جائے۔

وسائل

یہ گروپ اپنے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل ذرائع سے کام لے گا:

۱۔ مسلمان ممالک کے عوام اور حکمرانوں کو متحد کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا۔

۲۔ مسلم معاشروں میں مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں مدد دینے کے لیے دعوت و اصلاح اور تعلیم و تزکیہ کا کام کرنے والے افراد /اداروں/ تحریکوں/ تنظیموں/جماعتوں کو باہم مربوط و منظّم کرنا اور فعال کرنا۔

۳۔ مسلمان ممالک میں نفاذ اسلام کے لیے کام کرنے والی سیاسی قوتوں کو مربوط و منظّم کرنا۔

۴۔ غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام کو منظّم و فعال کرنا اور بڑھانا۔

۵۔ اسلام اور مسلم دشمن قوتوں کی سازشوں کو ناکام بنانا۔

۶۔ مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے ہر طرح کے اقدامات کرنا۔

اس سے پچھلی فصل میں مسلم نشأۃ ثانیہ کے لائحہ عمل میں ہم نے پرائیویٹ سیکٹر کے تحت جن کاموں کے کرنے کا ذکر کیا ہے اس کی سب سے بڑی مخاطب یہی تنظیم ہو سکتی ہے۔ مسلم نشأۃ ثانیہ کے منہاج کو اگلے صفحے پر دیے گئے جدول کی صورت میں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم نشأۃ ثانیہ کا منہاج۔ایک نظر میں

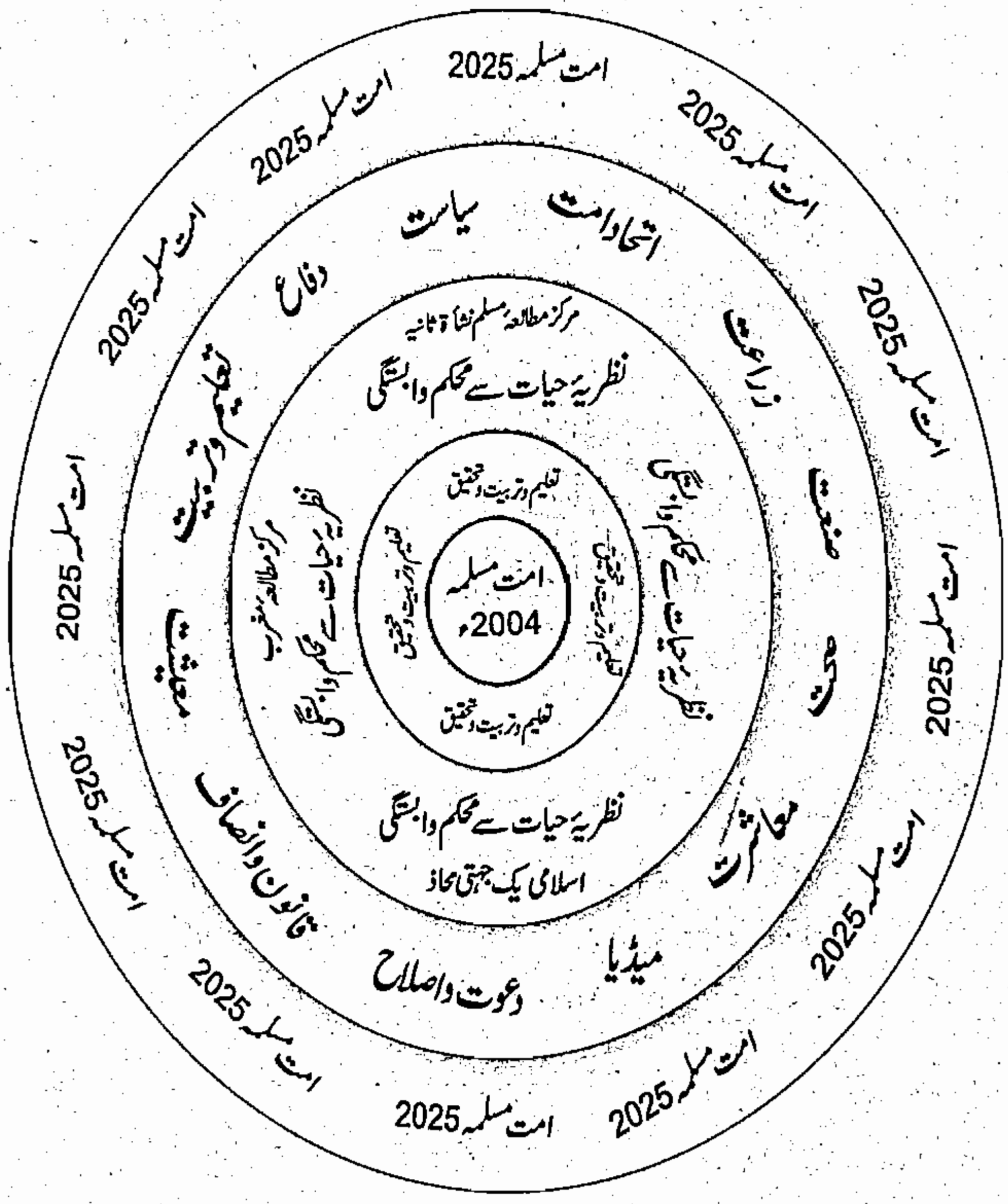

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلخیص مباحث

۱۔ آج امت کے جو حالات ہیں ان میں مسلم نشأۃ ثانیہ کی بات کرنا بظاہر ایک دیوانے کا خوب لگتا ہے لیکن اگر ذرا گہرائی سے سوچا جائے تو ایسے امکانات نظر آتے ہیں جن کی رو سے آج کے اس خواب کو کل کی حقیقت میں بدلا جا سکتا ہے۔

۲۔ زوال کا وقت ہی وہ مناسب وقت ہوتا ہے جب عروج کے لیے پلاننگ کی جائے۔

۳۔ دل گرفتگی اور مایوسی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی اور پر امیدی اور خوش امیدی زندہ رہنے اور جد جہد کرتے رہنے پر اکسانی ہے [لہٰذا اس کتاب میں یہی دوسری پالیسی اختیار کی گئی ہے]۔

۴۔ قومیں رتہذیبیں عام طور پر ضعف وادبار کے بعد دوبارہ نہیں اٹھ سکتیں لیکن مسلم تہذیب اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے نظریاتی مآخذ محفوظ اور موجود ہیں جو اس کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد بننے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

۵۔ مسلمانوں کے زوال کا بنیادی داخلی سبب اپنے نظریۂ حیات سے عدم وابستگی اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا ہے۔ اس کے زوال کا بنیادی خارجی سبب مغربی تہذیب کی اسلام اور مسلم دشمنی اور مسلمانوں کی اس تہذیب سے مرعوبیت اور اس کی پیروی کرنے کا رجحان ہے۔

۶۔ مسلم امت کے زوال سے نکلنے اور عروج کی طرف بڑھنے کا بنیادی نسخہ یہ ہے کہ انسان سازی کا کام کیا جائے یعنی اسلامی اصولوں پر تعمیر شخصیت وکردار اور فکری و تحقیقی بالادستی کا کام، جس کا ذریعہ ہے صحیح اصولوں پر تعلیم وتربیت رتزکیہ اور دعوت واصلاح [تعلیم وتزکیہ اور دعوت واصلاح کا صحیح منہج کیا ہے؟ اس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ سطح بین لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عروج کا راستہ ہے سائنس وٹیکنالوجی اور مادی وسائل کی کثرت، اوران چیزوں کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مغرب کی پیروی کی جائے کیونکہ اسے یہ دونوں چیزیں حاصل ہیں جبکہ مسلمانوں کو یہ حاصل نہیں ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مادی وسائل کی کثرت اور سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی نتیجہ ہوتے ہیں انسانی وسائل کے صحیح استعمال کا اور انسانی وسائل کا تحرک نتیجہ ہوتا ہے نظریۂ حیات سے وابستگی کا۔ لہٰذا ہمارا موقف یہ ہے کہ اصولاً مسلمانوں کے عروج کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اخلاص سے اپنے نظریۂ حیات سے وابستہ ہوجائیں، مادی وسائل اور سائنسی ترقی انہیں خود بخود حاصل ہوجائے گی جیسا کہ ماضی میں ہوچکا ہے۔

۸۔ یہ کہنا کہ ہم تو اسلام پر عمل کررہے ہیں اور اس کے باوجود دنیا میں ذلیل وخوار ہیں لہٰذا اس بات میں کوئی وزن نہیں کہ اگر ہم اسلام پر عمل کریں گے تو خود بخود معاشی ودفاعی طور پر مضبوط ہوجائیں گے اور ہمیں سائنسی ترقی حاصل ہوجائے گی، محض ایک غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بحیثیت فرد اور معاشرہ اسلامی اصولوں پر صحیح طریقے سے اور کما حقہ عمل نہیں کررہے جس کا نتیجہ ہے ذلت وخواری۔ اگر صحیح طریقے سے عمل کریں تو ترقی کے عوامل ہمیں خود بخود حاصل ہوجائیں گے جیسا کہ ماضی میں ہوئے۔ [اسلامی اصولوں پر صحیح طریقے سے عمل کا منہاج کیا ہے؟ یہ کتاب میں واضح کردیا گیا ہے]۔

۹۔ مغرب کی ساری پالیسیاں اسلام اور مسلم دشمنی پر مبنی ہیں۔

۱۰۔ یہ سمجھنا کہ مغرب کی پیروی سے مسلمانوں دنیا میں ترقی کرسکتے ہیں ایسے ہی ہے جیسے جانا مشرق کو ہو اور جایا مغرب کو جائے۔

۱۱۔ مسلمانوں کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ وہ متحد نہیں۔

۱۲۔ اور یہ کہ مسلم حکمرانوں کی سوچ اور عمل مسلم عوام کی سوچ اور عمل کے برعکس ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ حکمران دین سے دور ہیں، حب دنیا اور حب جاہ ومنصب میں مبتلا ہیں اور اپنے اقتدار اور مفادات کے لیے مغرب کے گماشتے بنے ہوئے ہیں۔

۱۳۔ مسلم علماء، دینی ادارے، جماعتیں اور تحریکیں بھی زیادہ تر صحیح رخ میں کام نہیں کر رہیں [کتاب میں صحیح رخ کی نشان دہی کی گئی ہے]۔

۱۴۔ جہاد کا مطلب ہے دین پر عمل اور اس کے نفاذ و غلبے کے لیے ہر نوع کی جدوجہد کرنا اور ہر قسم کے ایثار قربانی سے کام لینا۔ اس کا پہلا مرحلہ ہے جہاد بالنفس یعنی خود دین پر عمل کرنا۔ دوسرا مرحلہ ہے جہاد بالقلم واللسان یعنی دوسروں تک دین کی دعوت پہنچانا اور آخری مرحلہ ہے قتال۔ ہم مسلمانوں کی کیفیت یہ ہے کہ ہم جہاد بالنفس کرنے پر تیار نہیں کہ ہم اپنی اصلاح کریں اور غیر مسلموں کے لیے نمونہ بنیں۔ دعوت کے کام کا حق بھی ہم ادا نہیں کرتے، نہ داخلی محاذ پر اور نہ خارجی پر۔ داخلی محاذ یعنی مسلم معاشرے میں دعوت اصلاح کا موجودہ کام ناکافی بھی ہے، غیر موثر بھی اور اس کی سمت بھی درست نہیں۔ اسی طرح خارجی محاذ پر یعنی غیر مسلم دنیا میں دعوتی جدوجہد کے لیے ہمارے ہاں ایسے موثر ادارے موجود ہی نہیں جو ایسے اہل افراد پیدا کر رہے ہوں جو اہل مغرب کو دین ان کی زبان میں ان کی ذہنی سطح کے مطابق اور ان کے حالات کے تناظر میں پیش کر سکیں۔ مسلمان حکومتیں دین پر عمل نہیں کرتیں کہ ہمارا معاشرہ اور ریاست کفار کے لیے نمونہ بنیں۔ پھر ہم نے بحیثیت امت جہاد کے آخری درجے کے لیے تیاری ہی نہیں کی اور نہ ہم میں اتنی سکت ہے کہ دشمن کے خلاف لڑ سکیں۔ ہمیں یہ سب کرنا ہوگا۔ تاہم اقدامی جہاد سے قطع نظر، اپنی زمین اور ملک کا دفاع ہم پر واجب ہے اور دنیا کا ہر قانون اس کی اجازت دیتا ہے لیکن دشمن طاقتور ہے لہٰذا کامیابی اس میں بھی کم ہوگی اور قربانیاں زیادہ دینا پڑیں گی۔

۱۵۔ اگر مسلمان حکمت عملی سے کام لیں تو مغرب کے ساتھ دعوت و ڈائیلاگ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں مجبوری ہو وہاں مزاحمت کی پالیسی بیک وقت بھی اپنائی جاسکتی ہے اور اپنائی جانی چاہیے۔

۱۶۔ خلافت کے خاتمے کے بعد جدید اسلامی تحریکوں کی یہ حکمت عملی کہ غیر صالح مسلم حکمرانوں کو قوت سے بے دخل کر کے دینی مفاد کے لیے خود اقتدار ہاتھ میں لے لیا جائے، بعض فائدوں کے باوجود عملاً ناکام ثابت ہوئی ہے لہٰذا ان تحریکوں کو چاہیے کہ وہ اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کریں اور اسے تبدیل کریں۔ ''سیاسی اقتدار پر قبضے کے ذریعے اسلامی اصلاح'' کی بجائے ''سیاسی اقتدار پر قبضہ بذریعہ عوام کی اسلامی اصلاح'' کی پالیسی پر عمل کریں تاکہ انسان سازی اور فکر و عمل کی تبدیلی کے ذریعے مسلم فرد اور معاشرے میں پائدار تبدیلی کی بنیاد رکھی جاسکے۔

۱۷۔ دینی مدارس کو، جو ایسے علماء پیدا کر رہے ہیں جنہیں حالات کے تقاضوں کی خبر ہے اور نہ وہ مغربی افکار اور اس حوالے سے مسلم دنیا کو درپیش چیلنجز کو سمجھتے ہیں، اپنا طریق کار بدلنا چاہیے۔

۱۸۔ اسی طرح وہ تبلیغی و اصلاحی جماعتیں جو ایسے اسلام کی تبلیغ کرتی ہیں جو زندگی کے مسائل و کشاکش سے بحث نہیں کرتا انہیں بھی اپنی حکمت عملی تبدیل کرنی چاہیے۔

۱۹۔ مسلمان اگر آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو انہیں کردار سازی کے ساتھ تعلیم و تحقیق میں آگے بڑھنا ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ یہ تعلیم و تحقیق نہ مغرب سے مرعوبیت پر مبنی ہو اور نہ لکیر کی فقیر ہو بلکہ اس میں اجتہادی شان اور تخلیقیت پائی جاتی ہو۔

۲۰۔ ضرورت ہے امت کی سطح پر ایک تجزیاتی و تحقیقی ادارے اور تھینک ٹینک (مرکز مطالعۂ مسلم نشأۃ ثانیہ) کی جو مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور عروج کے طریق کار پر مسلسل کام کرتا رہے اور اپنے نتائج فکر سامنے لاتا رہے۔ اسی طرح ہمیں ایک 'مرکز مطالعۂ مغرب' جیسے تجزیاتی و تحقیقی ادارے کی بھی ضرورت ہے جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف مغرب اور یہود و ہنود و نصاریٰ کی سازشوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریشہ دوانیوں کو سامنے لاتا رہے اور ان کا تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ امت کے سامنے پیش کرتا رہے تا کہ مسلم عوام عوام و خواص کی ذہنی و فکری تربیت بھی ہو اور ان سازشوں کا بروقت تدارک بھی کیا جا سکے۔

۲۱۔ 'مرکز مطالعۂ مسلم نشأۃ ثانیہ' اور 'مرکز مطالعۂ مغرب' جیسے مجوزہ ادارے جس حکمت عملی اور لائحہ عمل کی نشان دہی کریں اس پر عمل درآمد کے لیے امت کی سطح پر ایک 'اسلامی یک جہتی محاذ' یا 'اسلامک سالیڈیریٹی فرنٹ' ان عناصر کو بنانا چاہیے جو مسلم نشأۃ ثانیہ کے خواہش مند اور علمبردار ہیں۔ اس فرنٹ کو بتدریج اتنا موثر اور طاقتور ہو جانا چاہیے کہ وہ امت کی نمائندگی اور امت کے مفادات کا تحفظ کر سکے اور امت کی بقاء، استحکام اور غلبے کو ممکن بنا سکے۔

۲۲۔ اگر ان خطوط پر کام کیا جائے تو امت کی بقاء، استحکام اور غلبے کا کام جو آج ایک خواب نظر آتا ہے کل (یعنی مستقبل قریب میں) حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے، ان شاء اللہ۔

.....

بیا تا کارِ ایں امت بسازیم

قمارِ زندگی مردانہ بازیم

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

اردو و عربی

۱۔ قرآن حکیم

۲۔ ابن الجوزی، الوفاء باحوال المصطفیٰ، القاہرہ، ۱۳۷۷ھ

۳۔ ابن خلدون، کتاب العبر (تاریخ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۴۔ ابن خلدون، مقدمہ، لجنۃ البیان العربی، القاہرہ، ۱۳۷۶ھ

۵۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، القاہرہ، ۱۳۶۷ھ

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، القاہرہ، ۱۳۷۹ھ

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، مکتبہ المعارف بیروت، ۱۹۶۶ء

۸۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، عیسی بابی الحلبی، القاہرہ، ۱۳۸۴ھ

۹۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۷۴ء

۱۰۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۷۶ء

۱۱۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، مکتبہ رشیدیہ، ساہیوال ۱۹۷۴ء

۱۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مسئلہ خلافت، مکتبِ جمال، لاہور، ۲۰۰۲ء

۱۳۔ اردو سائنس میگزین، اردو سائنس بورڈ، لاہور

۱۴۔ امجد القادری، عروج وزوال امت، بزم اشاعت لاہور، ۱۹۶۴ء

۱۵۔ امیر شکیب ارسلان، اسباب زوال امت، (اردو ترجمہ) کراچی ۱۹۵۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، مغربی تہذیب۔ایک معاصرانہ تجزیہ، جامعہ پنجاب لاہور ۲۰۰۲ء

۱۷۔ مولانا جلیل احسن ندوی، زادراہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۷ء

۱۸۔ خرم مراد، عروج کا راستہ، ترجمان القرآن ۱۲۹ عدد ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۲ ص ۲۳ تا ۳۶

۱۹۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مسلمانوں کا عروج و زوال، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۳ء

۲۰۔ سنن ابن ماجہ، طبع دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء

۲۱۔ سنن ابی داؤد، طبع دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء

۲۲۔ سنن ترمذی، طبع دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء

۲۳۔ سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۷۲ء

۲۴۔ مولانا شہاب الدین ندوی، اسلام کی نشأۃ ثانیہ۔قرآن کی نظر میں، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء

۲۵۔ صحیح بخاری، طبع دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء

۲۶۔ صحیح مسلم، طبع دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء۔

۲۷۔ طفیل احمد منگوری، مسلمانوں کا روشن مستقبل، حماد الکتبی لاہور، ۱۹۴۵ء۔

۲۸۔ عبدالرشید ارشد وثائق یہودیت (یہودی پروٹوکولز کا اردو ترجمہ) النور ٹرسٹ، جوہر آباد، ۲۰۰۰ء

۲۹۔ عبدالرشید ارشد، آخری صلیبی جنگ (۳ جلدیں) النور ٹرسٹ، جوہر آباد ۲۰۰۱ء-۲۰۰۰ء

۳۰۔ کنز العمال، دارلکتب العلمیہ، بیروت ۱۶۱۹ھ

۳۱۔ محمد اطہر، فلسفۂ عروج و زوال (اسلامی اور عصری افکار کی روشنی میں) مقالہ ایم اے علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب ۱۹۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۲۔ ڈاکٹر محمد امین، حقیقتِ تزکیۂ نفس، تحریک رجوع القرآن لاہور ۱۹۹۸ء
۳۳۔ محمد تقی امینی، عروج وزوال کا الٰہی نظام، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۹ء
۳۳۔ محمد حسن عسکری، جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ، راولپنڈی ۱۹۷۹ء
۳۴۔ مسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء
۳۵۔ مغرب اور اسلام (سہ ماہی) انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انگریزی

1. Ahmad Rashid, *Taliban: Islam, Oil and the New Greart Game in Central Asia*, I.B.Tauris, London, 2002.

2. Bernard Lewis, *What Went Wrong*, Oxford University Press, New York, 2002

3. Bob Woodward, *Bush at War*, Simon & Schuster, 2003

4. Bob Woodward, *Plan of Attack*, Simon & Schuster, 2004

5. Brzezinski Zblgniew, *Out of Control: Global Turmoil on the Eve of 21st Century*, Simon & Schuster, 1995.

6. Charles A. Kupchan, *The End of the American Era*, Random House Inc., 2003

7. David Domke, *God Willing - Political Fundamentalism in the White House: The War on Terror and the Echoing Press*, Pluto Press, London, 2004

8. Fazal ur Rehman, *Islam and Modernity*, University of Chicago Press, 1987

9. Fancis Fukuyama, *The End of History and the Last Man*, The Free Press, New York, 1992.

10. Gay Easton, *Islam and the Destiny of Man*, Allan & Unwin Ltd., Cambridge, 1985

11. Gilles Kepel, Jihad : *The Trial of Political Islam*, I.B.Tauris Publishers, London, 2002

12. Hastings Donnan, *Interpreting Islam*, Vistar Publications, New Delhi, India, 2002

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

13. Hossein Nasr, *Islam and the Plight of Modern Man*, Longman, London, 1975

14. Iftikhar H. Malik, *Islam and Modernity: Muslims in Europe and the United States*, Pluto Press, London, 2004.

15. Iqbal S.Hussain, *Islam and Western Civilization*, Adbistan, Lahore, 2000

16. Jane Jacobs, *The Death and Life of Great America*, Random House Inc. New York, 1961.

17. Jason Burke, *Al-Qaeda:Casting a Shadow of Terror*, I.B.Tauris & Co. Ltd., London, 2003.

18. John Esposito, *Unholy War*, Oxford University Press, New York, 2000

19. John K. Cooley, *Unholy Wars: Afghanistan, America and International Terrorism*, Pluto Press, London, 2001.

20. John Soros, *The Bubble of American Supremacy*, Persuis Book Group, 2003

21. Joseph Farah, Taking America Back, WND Books, Nashville, TN, 2003

22. Marshal G.S. Hodgson, *The Venture of Islam* (3 Vols.) Vanguard Books, Lahore, 2004

23. Maryam Jamilah, *Islam Vs the West*, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1962

24. Michael Ignatieff, El Nuevo Imperio Americano, [American Imperialism] Educuibes Oaudim Uverucam 2004.

25. Muhammad Asad, *This Law of Ours*, Dar al-Andlus, Gibralter, 1987

26. Muhammad Asad, *Islam at the Cross Road*, Sh. Muhammad

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Ashraf, Lahore, 1991

27. Allama Muhammad Iqbal, *Reconstruction of Religious Thought in Islam*, Iqbal Academy, Lahore, 1989.

28. Murad W. Hofmann, *Religion on the Rise: Islam in the Third Millennium*, Belts Ville, MD, 2001.

29. Waseem Sheikh, *CIA Global Agenda 2015*, Fact Publications, Lahore 2004

30. Muzaffar Iqbal, *Challenges to Islam and Muslims: What is to be done?* in *Islamic Studies* 42:4 (2003), pp.595-637

31. Oswald Spengler, *The Decline of the West*, George Allen & Unwin Ltd., London, 1954

32. Paul Findley, *They Dare to Speak Out*, Lawrence Hill, 1989

33. Paul Findley, *Silent no More*, Amana Publishing, 2003

34. Paul Kennedy, *The Rise and Fall of Great Powers*, Random House Inc., 1989

35. Dr. Ralph Braibanti, *The Nature and Structure of the Islamic World*, International Strategy and Policy Institute, Chicago, 1995.

36. Richard Nixon, *Victory without War*, Sidgwick & Jackson, London, 1988

37. Salim Rashid (Ed.), *The Clash of Civilizations - Asian Response*, The University Press Ltd., Dhaka, 1997.

38. Samuel P. Huntington, *The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order*, Touchstone, New York, 1997.

39. Tariq Ali, *Clash of Fundamentalisms, Crusades, Jihads and Modernity*, Verso, London, 2002.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

40. Commodore (R) Tariq Majeed, *The Global Game for a New World Order*, Lahore 1995.

41. Prof. T.B. Irving, *Islam Resurgent*, Suhail Academy. Lahore. 1983

42- Toynbee, *Study of History*, Oxford University Press, 1957.

43- Well Durant, *History of Civilization*, Simon & Schuster, New York 1950.

44. William Blum, *The Rogue State - A Guide to the World's only Super Power*, Zed Books, 2002.

45. Zafar Ishaq Ansari & John L. Esposito (Eds.), *Muslims and the West: Encounter and Dialogue*, Islamic Research Institute, Islamabad, 2001

46. Zia Uddin Sardar, *The Future of Islamic Civilization*, Croom Helm, London, 1979

47. Zia Uddin Sardar, *Islamic Futures*, Mansell Publishing Ltd. London, 1985

48. *London Times*

49. *Los Angles Times*

50. *Newsweek*

51. *Times*

52. *Washington Post*

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مصنف کی دیگر تالیفات

اردو

- ہمارا دینی نظام تعلیم
- تعلیمی ادارے اور کردار سازی
- مسلم نشاۃ ثانیہ، اساس اور لائحہ عمل
- اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش
- اسلام اور تزکیہ نفس (مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ)
- حقیقت تزکیہ نفس
- ترک رذائل (اصلاح اعمال و اخلاق کا حصہ اول)
- اسلام اور پاکستان
- اسلامی انقلاب، مفہوم، تقاضے اور حکمت عملی
- عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون
- مقالات امین (دو جلدیں)
- مطالعہ قرآن و حدیث (برائے جماعت اول تا پنجم)

عربی

- السلطة التشريعية دراسة مقارنة

بروشرز

- پرائیویٹ سکولوں کے نام ایک اہم پیغام
- طلبہ کی اسلامی تربیت، کیوں اور کیسے؟
- انگلش میڈیم، فائدے اور نقصانات
- دینی مدارس کے نام، ایک اہم پیغام
- مسلمانوں کی ترقی کا واحد راستہ
- حقیقت تصوف

انگریزی

- Riyadh-us-Saliheen (2 Vols)
- Noble Quran (Part-1)
- Islamization of Laws in Pakistan

ادارہ مطبوعات طلبہ